بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زرپارے

www.khrooj.com

شہزادۂ فصیح البیان

مؤلف

السیّد محمد جعفر الزمان نقوی

www.khrooj.com

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؐ جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

کتاب : زر پارے

مرتب : مہتاب اذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنہ اشاعت : 2016ء

تعداد : 500

ایڈیشن : اول

پرنٹرز : فدک پرنٹنگ پریس لاہور

پبلشرز : القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11 اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3 220537,32311979,32311482

Email-klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلی کیشنز جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

ای میل : Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-978-969

www.Khrooj.com

یا مولا کریمؑ

انتساب

www.khrooj.com

میں اپنی اس کتاب کو سید الانبیاء جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاک نام سے منسوب کرتا ہوں

دعا گو

جعفر نقوی

فہرست مضامین

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
1	زر پارے (اقوال)	2
2	سوچ	22
3	روح	24
4	رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	27
5	قیاس	45
6	ارتقاء	60
7	نمودِ اسلام	75
8	سجدہ	79
9	امید کی آخری کرن	115
10	حکایت ایک چیونٹی کی	125
11	حکایات حکیم بلوہر	155
12	بی بیؑ آس مراد	223
13	القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی کی مطبوعات	250

www.khrooj.com

فنکار ازل نے ہیں یہ فن پارے بکھیرے
ماحول میں محنت سے ہیں جذبات اُکیرے
جعفر نقوی

زیرنظر کتاب ''زرپارے'' مرشد سرکار السید محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری کے کچھ اقوال، نوٹس، حکایات اور آرٹیکل پہ مبنی ہے جو قارئین کی نظر کر رہے ہیں

دعا گو...... علی رضا

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زرپارے

(اقوال)

امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر زبان جانتے ہیں

میرے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر زبان جانتے ہیں، اور ہر شخص اپنی زبان میں بہتر انداز سے اپنے جذبات اور احساسات کو بیان کرسکتا ہے۔ جب آپ کو اپنے امام سے کوئی حاجت ہوتو پریشان نہ ہوں کہ ہمیں تو عربی نہیں آتی اپنے امام علیہ السلام کو کس زبان سے آواز دیں تو آپ اپنی زبان میں اپنے امام علیہ السلام سے بات کریں اپنے مسائل اس طرح بیان کریں جیسے کہ مولا کو آپ دیکھ رہے ہوں۔

اپنی پریشانیاں ایک ایک کرکے ان کے سامنے پیش کریں، ان کا حل ان سے مانگیں، اپنی عاجزی کو بیان کریں، اپنی عقیدت کا اظہار کریں، اپنی محبت اور عشق کا اظہار کریں۔ جب بھی آپ خلوص، سچے دل اور یقین کی حالت میں اپنے امام علیہ السلام سے مدد مانگیں گے تو وہ باذن اللہ آپ کی مدد کو آئیں

www.khrooj.com

گے۔امام علیہ السلام ہر جگہ آ سکتے ہیں ، ہر وقت مدد کر سکتے ہیں ، ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، خداوند کی رحمتوں کا مرکز آپ ہی ہیں۔

خداوندکریم! ہمارے امام کی دعاء اور رضا ہمیں نصیب فرما، ہمارا شماران کے ناصرین میں فرما،ہمیں ان کی زیارت کا شرف عطا فرما بحق ابوالفضل العباس علیہ السلام ......آمین یارب العالمین

ادب

جس نے حصول ادب کی کوشش ترک کردی اس نے گویا عبودیت کو ترک کر دیا ہے جس نے عبودیت کوترک کیا ہے اس نے سوئے ادبی کی ہے اور جس نے بےادبی کی ہے گویا اس نے طغیان اور سرکشی کی ہے اور سرکشی کفر ہے۔

ادب سے نورِعلم حاصل ہوتا ہے،نورِعلم سے نیت صحیح کا ادراک ہوتا ہے،نیت صحیح سے عمل صحیح کا حصول ہوتا ہے،اورعمل صحیح سے حکمت عطا ہوتی ہے،حکمت سے زہد پیدا ہوتا ہے اور ترک دنیا وآخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہے،اور ترکِ آخرت سے طلب مولا اور مالک حقیقی کی رغبت پیدا ہوتی ہے، جب یہ طلب پیدا ہوتی ہے توپھر من طلبنی وجدنی کےتحت انسان اپنے مالک مطلق کو پالیتا ہے

☆ جس نے ادب کوحقیر سمجھا وہ سنتِ نبویؐ سے محروم ہوا،جس نے سنت کوترک کیا وہ فرائض سے محروم ہوا،اورجس نے فرائض کوترک کیا وہ عرفان سے محروم ہوجاتا ہے

☆ توحید کیلئے ایمان ضروری ہے اور ایمان کیلئے عرفان ضروری ہے اور عرفان کیلئے ادب بہت ضروری ہے۔

علم

☆علم کا تعلق خالق سے ہے چاہے وہ خالق بشر ہے یا نور، چاہے وہ کائنات کا خالق ہے یا ایک گھڑی کا، گھڑی کے اجزائے ترکیبی، اجزائے مادی، اجزائے وعلت فاعلیہ، علت مادیہ وغیرہ کا علم، علم کی پہلی منزل ہے اور اسی لیئے خالق نے اپنا عرفان مانگا ہے، علم نہیں مانگا، نفس کا عرفان طلب کیا ہے علم نہیں۔

☆علم حقیقی وہی ہے جو عالم ربانی کی جانب سے عطا ہو۔

☆ طالب علم کو جو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ عقل کی وجہ سے ہوتی ہے۔

☆تم حکمت کی تعلیم دیتے رہو مگر ہدایت تو صرف وہی پائے گا جو عمل کرے گا

☆علم حاصل کرو قبل اس کے کہ وہ اُٹھ جائے اور علم کا اُٹھ جانا تم میں سے علماء کا غائب ہو جانا ہے۔

☆ جس کو تو نہیں جانتا علم کے ذریعہ سے سیکھ۔

☆ جاہل کو وہ تعلیم دے جو تو جانتا ہے۔

☆ عالم کی اس کے علم کی وجہ سے تعظیم کر۔

☆ عالم سے تنازعہ کرنے سے باز آ جا۔

☆ جاہل کو بیکار سمجھ کر اس کو دور مت کر بلکہ قریب کر اور اُس کو تعلیم دے۔

☆علم کی تلاش کرنے والے کو اپنی زبان پر سکوت کی مہر لگا دینا چاہیے جیسا کہ وہ اپنے سونے چاندی کو مہر کرتا ہے۔

☆کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا سے ڈرنے والا نہ ہو اور اس سے اُمید رکھنے والا نہ ہو۔

☆کوئی شخص خداوند عالم سے نہیں ڈرتا اور نہ اُس سے اُمید رکھ سکتا ہے جب تک کہ وہ خوف اور اُمید کا عالم نہ ہو جائے، کیونکہ علم ہونے کے بعد ہی عمل کیا جا سکتا ہے۔

☆دو اشخاص کی زندگی کے علاوہ باقی سب آدمیوں کی زندگی بیکار ہے۔ایک وہ جو نصائح کو سنے اور ان کی حفاظت کرے، دوسرا وہ جو عالم ناطق ہو

☆علم ذلیل ہو جاتا ہے جب وہ ایسے آدمی کو سکھایا جائے جس میں علم حاصل کرنے کی قابلیت ہی نہ ہو۔

☆علم آسمان سے نازل ہونے والا آبِ نیساں کا وہ قطرہ ہے کہ جو اگر پاک پاکیزہ صدف میں جائے تو گوہر نایاب بنتا ہے اور اگر سانپ کے منہ میں جائے تو زہر ہے

☆وہ آدمی جس کو علم عطا کیا گیا ہو اگر حب دنیا میں پڑ جائے تو پھر وہ خداوند عالم سے دُور ہو جاتا ہے اور غضب خدا اُس پر زیادہ ہو جاتا ہے۔

☆جب خداوند عالم کسی کو علم سے سرفراز فرماتا ہے تو علم اُس کے جہل کا بھار

www.khrooj.com

اُٹھانے کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔

☆ وہ طالب علم جو ہمیشہ بکتا رہتا ہے اور جیسے جیسے اُس کا علم بڑھتا جاتا ہے اُس کے تکبر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے کم علم لوگوں کے سامنے اپنے علم کا اعلان کرتا ہے اور شیخی کرتا رہتا ہے ایسے شخص سے بچنا لازمی ہے۔

☆ وہ عالم صاحب بصیرت اور حق کے راستے کا جاننے والا ہوتا ہے جو چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ حق کو قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن وہ عاجز و مغلوب ہوتا ہے اور حق کو قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور اس وجہ سے مغموم اور محزون رہتا ہے اور یہی شخص اپنے اہل زمانہ میں افعال اور عقل کی حیثیت سے بے مثل ہوتا ہے۔

☆ علم میں زیادہ فکر کرنا عقل کو وسعت بخشتا ہے۔

☆ علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے، علماء کی صحبت سے اس میں زیادتی ہوتی ہے۔

فقیر کو فقر میں داخل ہونے کیلئے صرف یہی فارمولا اپنانا چاہیے

''سوال کرو ہر شخص سے، سوال کرو ہر چیز کا، سوال کرو ہر وقت، سوال کرو ہر ایک سے، ہر چیز کا، ہر وقت، ہر طرح سے سوال کرو، حتیٰ کہ خود سے بھی سوال کرو''

جب ایک فقیر عارفِ کامل بن کر عرفان کے نقطہءِ منتہٰی پر پہنچتا ہے تو عرفان کی

چٹان کی پیشانی پر دوسرا فارمولا لکھا ہوا ملتا ہے

''کسی سے سوال نہ کرو، کسی وقت سوال نہ کرو، کسی شے کا سوال نہ کرو، کسی طرح سوال نہ کرو، حتیٰ کہ خدا سے بھی سوال نہ کرو'' یہیں سے ترکِ مراد کی منزل کی راہ نکلتی ہے کہ یہی کمالِ ترک ہے۔ اسی مقام اعلیٰ کی وضاحت علامہ اقبال نے فرمائی

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
او بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

زاہد کمالِ ترک سے ملتا ہے مدعا
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

......☆......

''نا معلوم کو معلوم کرنا'' ایک ناواقف شخص کا گھڑی کو پہلی بار دیکھنا یا پانا، ''معلوم کی علت غائی معلوم کرنا'' یعنی گھڑی وقت بتانے کو بنی ہے اتنا معلوم کرنا، '' معلوم کے طریقہءِ ظاہر کو معلوم کرنا یا استفادہ کا طریقہ کار معلوم کرنا'' یعنی نمبروں اور سوئیوں کا معلوم کرنا کہ کس طرح معلوم ہوگا کہ گھڑی پر وقت کیا ہے، ''معلوم کے اجزاء کے اعمال کا علم'' گھڑی کے کل پرزوں کے عمل سے واقفیت

یہ سب عرفان میں شامل ہیں اس سے آگے علم کی ابتداء ہے جو مخصوص خالق کیلیئے ہے

ہر انسان کے تین ارکان ہیں ،جسم، نفس اور روح، روح کے بارے میں حکم ہے کہ وہ عالم امر سے ہے اور تم نہیں جانتے اور وہ زندہ ہے، نفس ہی ہے جو انسان کے مرنے کا سبب ہے مگر اس کو بھی اتنا گہرا بنایا گیا ہے کہ

من عرف نفسه فقد عرف ربه

یہاں لفظ من علم نفسہ نہیں آیا کیونکہ علم اور عرفان میں فرق ہے علم کی دو قسمیں ہیں سطحی اور حقیقی ،اول صرف تعارفی ہے دوم کلی ہے جس کا اطلاق صرف خدا پر یا آئمہ علیہم الصلواۃ والسلام پر ہے،عرفان میں ایک بلیغ گہرائی ہے کہ اس کے معنی میں یہ ہے کہ ''نہ سمجھ آنے والی شے کو انتہائے عقل تک سمجھنا،اس کے حقوق کو پہچاننا،کسی ذات میں گہری نظر رکھنا،کسی کے اشاروں سے اس کی ذات تک پہنچنا ''اسی لیئے ☆من مات ولم يعرف......الخ،آیا ہے

معرفت عطائے قدرت ہے، یہ ایک علم ہے جو نور ہے، جو زندگی ہے۔ فرمان ہے کافر ایک زندہ لاش ہے اور مومن مر جائے تو پھر بھی زندہ ہے یعنی

www.khrooj.com

عرفان ہی اصل حیات ہے جو کسی کی کسبی نہیں عطائی ہے اگر کوئی عارف ہے اور صاحب معرفت ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس ذات کا شکر کرے جس نے معرفت کی روح سے نوازا ہے یہ فضیلت اس کی نہیں عطا کرنے والے کی ہے۔

جناب عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور جو مردہ زندہ ہوتا تھا کیا وہ بھی فخر کر سکتا ہے کہ دیکھو میرا معجزہ کہ میں زندہ ہو گیا ہوں، درحقیقت فضیلت صرف جناب عیسیٰ کی ہے نہ کہ زندہ ہونے والے مردے کی، اسی طرح عارف کی تعریف نہیں، عرفان عطا کرنے والے کی فضیلت ہے۔

موت خلق ہے اور حجت مع الخلق ہے، موت آ نہیں سکتی جب تک حجۃ نہ آئے اسی لیئے حارث ہمدانی کو سرکار نے فرمایا میں ہر مرنے والے کے سرہانے موجود ہوتا ہوں چاہے مومن ہے چاہے کافر، جو وسیلہ ہوتا ہے وہ اللہ اور مخلوق کے مابین ہوتا ہے، اللہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے تو وسیلہ تو اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔

الحجة قبل الخلق کی رو سے اول ما خلق الله نوری کو دیکھیں تو اس نور اول پر بھی لفظ خلق کا اطلاق ہوا ہے یعنی حجت وہ ہے جو نور اول سے بھی

www.khrooj.com

پہلے ہو یعنی نور ابھی ضمیر نور وحدت میں تھا تب بھی حجت تھا ،تخلیق بعد میں ہوا، خالق کے معنی یہ نہیں کہ جو شے سے شے پیدا کرے ،اللہ اگر ان کا خالق ہے تو اس طرح ہے کہ اس نے اپنے نور سے انہیں پیدا کیا ہے یعنی نور نبوت کو پیدا کیا یعنی مادہ حجت تو پہلے موجود تھا ،خالق نے ان کے نور کو اس مادے سے خلق فرما کر نور اول قرار دیا ورنہ یہ لفظِ نور سے بھی اجل وارفع ہیں۔

اصل دین کیا ہے؟ مرشد اگر دشمن کے ہاتھ فروخت کردے تو دشمن کی اطاعت بھی کھلے دل سے کرنا جیسے کائنات کر رہی ہے یہی منزل انتہائے تزکیہ نفس ہے ،مومنین کا بادشاہ بن جانے سے نفس کو خوشی ہوگی ،دشمن جسے دیکھنا تک گوارا نہ ہو امر کی اطاعت میں نفس کو اس کی اطاعت اور غلامی میں مصروف کار رکھ کر اس کی اطاعت کو عین دین حق سمجھ کر گزارنا یہی معراج اطاعت ہے۔

خالق جسے حفاظت کے زیادہ وسائل دیتا ہے اسے زیادہ غیر محفوظ رکھتا ہے ،جو مجذوب دماغی دفاعی صلاحیتوں سے محروم ہوتا ہے اسے خونخوار کتے اور وحشی جانور کچھ نہیں کہتے ،حشرات الارض سے بھی محفوظ رہتا ہے خالق نے اسے دفاعی قوتوں سے محروم رکھا ہے تو خود محافظ ہے۔

ہر ذی عقل دفاعی قوتوں سے مالا مال ہوتا ہے اس لیئے ہر موذی جانور اس پر حملہ

کرتا ہے اسی لیئے ہر ذی عقل اکثر کتوں سے کٹتے ہیں مجذوب کبھی نہیں کٹتا، اللہ نے جس پودے کو حفاظتی خار دیئے ہیں وہی زیادہ اجڑتا ہے کبھی کبھی خود اس کے خار اس کے پھول اور پتوں کو زخمی کرتے رہتے ہیں اور بے خار پودے اپنوں سے تو محفوظ ہوتے ہیں۔

ہر وہ درخت جو زیادہ پانی مانگتا ہے اس کی لکڑی ناقص ہوتی ہے، ہر وہ انسان جو زیادہ دولت سے ایمان پر قائم رہتا ہے اس کا ایمان اتنا ہی ناقص ہوتا ہے اس لیئے کسی نبی کی سب سے پہلے تائید کی ہے تو غریب لوگوں نے اور تردید کی ہے تو امیر لوگوں نے، انسان خالق کی کھیتی ہیں، اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کسے سوکھا ملے گا تو بہتر ہوگا اور کسے زیادہ پانی ملے گا تو بہتر ہے، گویا کوئی جوار ہے تو کوئی دھان کی فصل، کیا خالق ایک کسان جیسا ذہن بھی نہیں رکھتا؟

ہر وہ تکلیف جو جزو پر وارد ہوتی ہے کل کیلئے مفید ہوتی ہے، انگلی پہ کینسر ہو تو انگلی کاٹ دی جاتی ہے، انسان کل ہے انگلی جزو ہے، جب کل کو خطرہ ہوا تو جزو پر تکلیف وارد کر دی گئی، جملہ انواع میں یہی فارمولا ہے۔

ہر درد، ہر دکھ محبوب کا تحفہ ہے اور تحفہ رد کرنا اخلاقی جرم ہے، دوستی کا حق یہ ہے کہ جو سر اور ہاتھ کے مابین ہے، سر پہ تلوار چلے تو ہاتھ سامنے آتا ہے ،قطع ہونے کے یقین کے ساتھ سامنے آنا دوستی ہے۔

جملہ احساسات کے انسان کے اندر پیالے ہوتی ہے جو انسان اپنی مرضی سے پر کرتا ہے، محبت ،نفرت ،خوف ،شوق ،غمی ،خوشی ، درد، راحت جس نے اپنے خوف کے ساغر کو مخلوق کے خوف سے بھر لیا وہ خالق کا خوف نہیں کرتا کیونکہ اس کے غیر میں سما نہیں سکتا ، جملہ کیفیات اور احساسات کا یہی عالم ہے۔

دعا دینا محبت کا رد عمل ہوتا ہے، ماں بیٹے کو ہر آن دعا دیتی ہے گویا محبت ماں کی زبان سے اولاد کو دعائیں دلاتی رہتی ہے اور قبولیت اور استجاب وغیرہ کی طرف ماں کا خیال ہی نہیں جانے دیتی بلکہ ہر لمحے کو عین قبولیت کا لمحہ سمجھ کر دعائیں دلاتی ہے، یہی فریضہ وقت کے مومنین کا ہے۔

جتنی قیمتی فصل ہو اتنی دیر سے تیار ہوتی ہے جب جو فصل دیر سے تیار

ہو جائے یا جو فصل جتنی دیر سے تیار ہوتی ہے اتنے زیادہ عرصے تک پھل اور بہاریں دیتی ہے، تعجیل فرج کی فصل 14 سو سال سے تیار ہو رہی ہے، اس قانون سے اسے ابدی بہاریں دینا چاہیں اور اس کی قیمت اس کی تاخیر سے ثابت ہے۔

☆یوم یکشف عن ساق ......الخ، ساق کے معنی ساق الشجرہ ہیں ،اللہ شجرہ طیبہ کے سجدے پر مخلوق کو آزمائے گا، ملکوت کو آدم کے سجدے سے اور آدم کو عالین کے سجدے سے آزمائے گا، وہاں ابلیس ہوا یہاں فخر ابلیس ہو گا ،سجدہ وہاں بھی تعظیمی تھا اور یہاں بھی تعظیمی ہے، اس لیئے تو فرماتا ہے کہ کبریائی عالین کو زیبا ہے کہ نور کبریا سے ہیں۔

صفاتِ مومن

☆مومن حیا کا پیکر ہوتا ہے جو اپنے لیئے پسند نہیں کرتا وہ دوسروں سے بھی روا نہیں رکھتا۔

☆عقل مند اتنا ہوتا ہے جو سنگت ہر کسی سے خوب نبھاتا ہے یعنی مومن بھائی سے آپ جیسا سلوک کرتا ہے۔

☆عالم اتنا ہوتا ہے کہ اپنے زمانے کی مخلوق کو جانتا ہے کہ دوست ہے یا دشمن

www.khrooj.com

کہیں میرے دین کا نقصان کرنے والا تو نہیں ہے اور خود گمنام رہتا ہے

☆ پرہیزگار اتنا ہوتا ہے کہ آنکھیں حیا کی وجہ سے زمین میں گڑی ہوئی ہوتی ہیں

☆ صاحب عفت ہوتا ہے۔

☆ خوش خلق اتنا ہوتا ہے کہ کسی کو دکھ نہیں دیتا، صاحب امان ہوتا ہے چیونٹی کو بھی دکھ نہیں دیتا۔

☆ کمال سخی ہوتا ہے اپنے مال کو دین کے راہ میں بہت خرچ کرتا ہے۔

☆ دین دار اتنا ہوتا ہے کہ ضرورت سے زائد کوئی بھی کام نہیں کرتا یعنی کھانے پینے میں بھی ضرورت سے زیادہ حاصل نہیں کرتا۔

☆ دینی معاملات میں بحث ومناظرہ نہیں کرتا، مراء وجدال نہیں کرتا۔

☆ کریم اتنا ہوتا ہے کہ اپنی ذات سے مومن بھائی کو ترجیح دیتا ہے، خود بھوکا رہ کر اس کو کھلاتا ہے اور پیاسہ رہ کر اس کو پلاتا ہے۔

☆ صابر اتنا ہوتا ہے کہ اپنے دکھ کی وجہ سے اس کے بلبلانے کی آواز کوئی دوسرا نہیں سنتا

☆ حلیم اتنا ہوتا ہے کہ اگر اس کی مخالفت کی جائے تو بپھرتا نہیں۔

☆ صحیح دوست ہوتا ہے ہر معاملہ میں مومن بھائی سے موافقت کرتا ہے مخالفت نہیں کرتا

☆ اپنے گناہوں سے بہت زیادہ ڈرتا ہے۔

www.khrooj.com

☆ بہترین ہمسایہ ہوتا ہے جو سنگت خوب نبھاتا ہے اور اذیت نہیں دیتا۔

☆ شکرگزار اتنا ہوتا ہے کہ اپنے محسن کو پہچانتا ہے۔

☆ دانا ہوتا ہے، اپنی معرفت رکھتا ہے اور اِس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے کہ میں سراپا نجاست ہوں محتاجِ محض ہوں، سارے جہان کے عیب مجھ میں ہیں، میرے اندر گندگی، نجاست، خون اور پیپ ہے۔

☆ مالک سے غلامی اور وفا کے گر جانتا ہے۔

☆ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرتا اپنے عیبوں پہ نظر رکھتا ہے۔

☆ خواہش نفس کی مخالفت کرتا ہے۔

☆ دین پہ ہر چیز قربان کرنے والا ہوتا ہے۔

❁ دانا وہ شخص ہے جو تین سوالوں کے جوابات سمجھ گیا ہے کہ

میں آیا کہاں سے ہوں؟، کس غرض سے آیا ہوں؟، جانا کہاں ہے؟

❁ دانا وہ ہوتا ہے جو دوسروں کی سن کر، دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کر لیتا ہے اس سے پہلے کہ خود نقصان اٹھائے۔

❁ احمق وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے ان گناہوں کی عیب جوئی کرتا ہے جو خود اس میں موجود ہوتے ہیں۔

❁ احسان کا بدلہ احسان ہے اگر محسن کا احسان اتنا وزنی ہے کہ تم بدلہ نہیں چکا سکتے تو پھر اس صلے کے بدلے میں دو کام ہیں

www.khrooj.com

()اس کے احسان کو لوگوں میں نشر کرنا

()اس کے حق میں دعا کرنا، محسن کو دعا کرنا افضل عبادت ہے۔

۞ تو بھلا کر تجھ سے بھلا کیا جائے گا۔

۞ کسی کے ساتھ بھلا کرنا بارش کی مانند ہوتا ہے جس کا اثر نیک و بد پر پڑتا ہے

۞ تو ہر کسی کے ساتھ بھلا کر وہ تیرے ساتھ بھلا کریں یا نہ کریں کیونکہ شریف تیرے بھلے کو سن کر ضرور قدر کرے گا۔

۞ کسی نے تیرے ساتھ بھلا کیا ہے تو اس کے ساتھ بھلا کرنا واجب ہے اور اگر کسی نے تیرے ساتھ زیادتی کی تو اس سے جھگڑا نہ کرنا کیونکہ وہ اپنا اتنا نقصان کر چکا ہے کہ تو جتنی کوشش کرتا اس کا نقصان نہیں کرسکتا تھا جتنا اس نے اپنا نقصان کیا ہے اور تو اس پہ راضی ہو جا کہ مولا تیرا بدلہ خود لیں گے۔

۞ کوئی عبادت کرتے ہیں بہشت کی خاطر یہ تجارت والی عبادت ہے۔

☆ کوئی جہنم کے ڈر کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں وہ غلاموں والی عبادت ہے۔

☆ آفرین ہے ان کیلئے جنہوں نے شکر کے طور پر عبادت کی۔

۞ شریف انسان کیلئے ایک برگ بھوک ختم کرسکتا ہے اور ایک گھونٹ پانی کا پیاس بجھا سکتا ہے۔

۞ انسان پہ دو وقت آتے ہیں

()ایک وقت تنگ دستی کا یعنی فاقہ کا۔ اس وقت کسی کو شریک نہ کرنا

www.khrooj.com

( ) دوسرا وقت مال کی فراوانی کا۔اس میں دوسروں کوشریک بنانا تم سردار رہو گے

❁ اپنا دین اورمعرفت کسی پر بھی ظاہر نہ کرنا

❁ شریف النفس انسان وہ ہوتا ہے جس کیلئے کوئی فرق نہیں ہوتا کہ مالک سامنے ہو یا غائب وہ ہرصورت میں بندگی کرتا ہے۔

❁ نعمت کوشکر کی رسی سے باندھ لو ورنہ نعمت اس ہرن کی مثال ہے جو ہاتھ سے چھوٹ گیا تو پھر واپس نہیں آئے گا۔

❁ شکر کرنے والے بہت کم ہوں گے قرآن مجید میں شکر سے بڑھ کر کوئی عبادت ہوتی تو نشان دہی فرماتے شکر کس چیز کا کرنا ہے؟

❁ سب سے بڑی نعمت امام زمان علیہ الصلوٰاۃ والسلام ہیں ان کے احسانات کا شکر کرنا۔

❁ فرمان جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰاۃ والسلام ہے کہ ایک انسان ازل سے ابد تک کی زندگی پائے اور اس خلوص سے عبادت کرے کہ جگر کا خون آنکھوں سے بہہ جائے پھر بھی عطائے معرفت و وِلا کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

❁ امام زمانہ علیہ الصلوٰاۃ والسلام سے وفا کرنا دین ہے (درس کربلا)

❁ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی غیبت قوم شیعہ کا امتحان ہے۔

❁ مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک خواہشات ،لذات ،شہوات کو دین پر قربان

www.khrooj.com

نہیں کرے گا۔

❁ دین کا عمود پرہیزگاری ہے۔

❁ جس کا یہ ایمان نہیں کہ پاک ذات دیکھتے، سنتے اور ساتھ ہیں وہ مومن نہیں ہوتا اور جو ایمان رکھتا ہے وہ کوئی غلط قدم نہیں اٹھا سکتا اگر رات کے اندھیرے اور تنہائی میں خطا کر گزرتا ہے تو وہ بے حیا ہے اور بے حیا کا ایمان نہیں ہوتا۔

❁ حیرت کی بات ہے کہ ایک انسان کہتا ہے کہ میں جہنم سے ڈرتا ہوں اور برائی کو ترک نہیں کرتا اور حیرت ہے کہ کہتا ہے میں بہشت چاہتا ہوں اور اطاعت نہیں کرتا۔

❁ جو کسی سے مذاق اور جوک کرتا ہے وہ اپنی قدر کھو دیتا ہے اور دلوں میں کینہ اور بغض آجاتا ہے جو عداوت کا باعث بنتا ہے۔

❁ ہر روز عرض کرنا کہ مالک مجھ سے کوئی نیکی ہوئی ہے وہ تیری توفیق سے ہوئی ہے میرا کوئی کمال نہیں اور اگر کوئی برائی سرزد ہوئی ہے تو وہ میری بدبختی ہے کیونکہ آپ نے تو منع فرمایا تھا اور اب مجھے اس چیز سے امان دے جس سے میں اتراؤں جو میری نہیں یعنی نیکی، اور امان دے اس سے جس کی سزا سے میں بے فکر ہو جاؤں یعنی اس برائی سے جو میں نے کی ہے۔

❁ جس کو اپنے نفس کے عیب معلوم ہو جاتے ہیں پھر وہ اپنے عیبوں کی طرف مشغول ہو جاتا ہے اور دوسروں کے عیبوں کو بھول جاتا ہے اور جو اپنے گناہوں

www.khrooj.com

کو بھول جاتا ہے پھر وہ دوسروں کے گناہوں کو بڑا سمجھتا ہے۔

۞ حق کے سامنے سرنگوں رہنا، چاہے حق کہنے والا ادنیٰ ہے یا اعلیٰ کیونکہ حق کو چھوڑنے والا گمراہ ہو جاتا ہے۔

۞ موجودہ دور کے متعلق فرمان ہے کہ کسی کے بارے سننا کہ نیک ہے اس کو نہ ملنا اگر اس سے ملاقات ہوگئی ہے تو اس کی تفتیش نہ کرنا اگر تفتیش کرو گے تو روپیہ پیسہ اس کا دین ہوگا، عورت اس کا قبلہ ہوگی، پیٹ اس کا خدا ہوگا نہ یہ مسلمان ہوگا نہ نصرانی

۞ اگر تو کسی سے دشمنی کرنا چاہتا ہے تو یہ دیکھ کہ اس کا تھوڑا بہت تعلق کہیں مولاؑ سے تو نہیں ہے کیونکہ وہ ذات اپنے دوست کو کسی کے حوالے نہیں کریں گے اور تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

۞ دوست ہزار ہو کم سمجھنا اور دشمن ایک ہو بہت سمجھنا۔ یہ دانائی ہے کہ اس بنا پر کسی کی دشمنی مول نہ لینا کہ میرا کیا بگاڑ لے گا اور اس بنا پر کسی کی دوستی سے ہاتھ نہ اٹھانا کہ مجھے کیا فائدہ دے گا اور خصوصاً اس شخص پہ ظلم کرنے سے دور رہنا کہ جس کا اس ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔

۞ زبان ایک درندے کی مثال ہے اگر تو نے اسے بے لگام چھوڑ دیا تو یہ تجھے کاٹ کھائے گی۔

۞ عافیت دینی اور دنیوی جس کے دس حصے ہیں نو حصے چپ میں ہیں اور ایک

حصہ بولنے میں۔

❁ دولت جب آ رہی ہوتو اس کو راہ خدا خرچ کرلو کہ کہیں ختم نہ ہو جائے اور جس وقت جا رہی ہوتو بھی اس کو راہ خدا خرچ کر لے کیونکہ اس نے تو ہر حال میں ختم ہو جانا ہے۔اگر دولت آ رہی ہوتو سخاوت اس کو نقصان نہیں دیتی اور جانا چاہےتو بخل اس کو روک نہیں سکتا۔

❁ ایسی لذت کا کیا فائدہ جس سے ہمیشہ کیلئے خون کے آنسو رونا پڑیں یعنی غلط کاری

❁ مخلص وہ ہوتا ہے جس نے ہرقسم کی معصیت اورنا فرمانی کوترک کردیا ہے

❁ اپنے عیب تلاش نہ کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

❁ کسی فریضہ یانیکی کی ادائیگی یا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو دعا دینا دنیاوی نیت سے نہ کرنا بلکہ بہشت کی نیت سے بھی نہ کرنا کیونکہ بہشت کیلئے جو کام کیا جائے وہ محسن کےاحسان بھلانے کےمترادف ہوتا ہے۔

زاہد کمالِ ترک سے ملتا ہے مدعا
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

❁ پروردگار کا فرمان کہ میں مظلوم کے ساتھ ہوں اور میں انتقام لوں گا اس سے جس نے ظلم کیا ،جس نے ظالم کی مدد کی ، جوظلم پہ راضی ہوا ،اوراس سے بھی انتقام لوں گا جو ہاتھ اور زبان سے مظلوم کی مدد کرسکتا تھا نہیں کی اوراس سے بھی

www.khrooj.com

جواس پہ قادر نہیں تھا تو ظالم سے کینہ اور بغض نہیں رکھا اس سے بھی انتقام لوں۔

۞ تیرا خیر خواہ وہ ہے جو تیری آخرت کی بھلائی چاہے اور جو آخرت کی بھلائی چھوڑ کر تیری صرف دنیا کی خیر چاہے وہ تیرا دشمن ہے۔

نوٹ......

ان اقوال میں سے کچھ قول بڑے مرشد آقائی وسیدی دامہ ظلہ تعالیٰ کی احادیث مبارکہ سے لیے ہیں

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوچ

۞ میں نے سوچا ہر انسان کے اندر ایک بچہ ہوتا ہے اور ہر بچے کے اندر ایک بوڑھا ہوتا ہے میں نے ایک بچے کی گود میں سر رکھا تو مجھے تھپکیاں دے کر سلانے لگا۔

۞ میں نے سوچا ہر لڑکی کے اندر ایک ماں ہوتی ہے اور ہر ماں کے اندر ایک بچی ہوتی ہے، بچیاں گڑیوں سے کھیل کر اندر کی ماں کی مامتا کی تشفی کرتی ہیں۔

۞ میں نے سوچا ہر انسان کے اندر ایک بنجارہ بیراگی ہوتا ہے جو جنگلوں جنگلوں پھرتا ہے جو انسان کی سیر سپاٹوں سے اپنی تسکین کرتا ہے۔

۞ میں نے دیکھا ہر انسان کے اندر ایک شیطان ہوتا ہے جو برائیوں سے تسلیاں پاتا ہے

جب یہ ساری باتیں سوچ رہا تو خیال میں ایک کوندا لپکا اور

۞ میں نے سوچا کہ ایک انسان کتنے انسانوں سے مل کر بنا ہوا ہے ہر انسان ایک پیاز ہے جس کے ہر چھلکے کے پیچھے ایک نیا چھلکا ہے۔

کیا انسان بند گوبھی کی طرح ہے جس کے ہر پتے کے اندر ایک اور پتہ ہے جب

www.khrooj.com

میں یہاں پہنچا تو مجھے اپنا وجود معدوم ہوتا ہوا محسوس ہوا اور لگا کہ میں ہی نہیں ہوں یا پھر ساری دنیا باہر والے چھلکے کو سب کچھ سمجھتی ہے یا پھر چھلکوں کے اندر کسی قیمتی جوہر کی موجودگی کی خوش فہمی میں مبتلا ہے مگر یہ دونوں باتیں جاہلانہ ہیں۔

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رُوح

()......روح نہ حدوث میں محتاج غیر ہے نہ استکمال میں۔

()......روح ہر بنِ مو میں موجود ہے۔

()......روح کے لئے لذت والم ہے مگر خلافِ بدن۔

()......روح حظوظِ بشریہ سے ماورٰی ہے جیسے کھانا، پینا، سونا، تھکنا، تزویج و تناسل، حوائجِ ضروریہ وغیرہ

()......روح دیکھتی، سنتی ہے مگر وہ عین بصیرت ہے، عین سماعت ہے، عین علم ہے کہ بدن کا مکمل علم رکھتی ہے کیونکہ ہمہ وقت ہر جگہ موجود ہے۔

()......روح حامل طے ہوتی ہے یعنی طے اللسان، طے الارض وغیرہ

()......لاکھوں میل دور رہ کر بھی مدبر جسم رہتی ہے۔

()......روح امورِ بدن میں محتاجِ دعا نہیں ہے۔

()......علمِ روح عطائی ہے کسبی نہیں ہے۔

()......صفاتِ روح بالذات ذاتی ہیں کسبی نہیں پھر استکمال میں محتاجِ تدریج

www.khrooj.com

نہیں۔

()......روح شہور وسنین سے بلند ہے ضعیفی، جوانی، بچپن یہ جسم کے مرحلے ہیں روح کے نہیں۔

()......روح کی جنس اور فصل ممیّز (کہ جن سے نوع کی تشخیص ہوتی ہے) بھی کوئی نہیں جانتا۔

()......تذکیر و تانیث کا اطلاق ارکانِ ثلاثہ میں سے صرف بدن پر ہوتا ہے، نہ نفس پر اور نہ ہی روح پر، یہ نہیں کہ عورت کی روح مؤنث ہو اور مرد کی روح مذکر ہو۔

()......روح مرتبہء روحی میں ہمیشہ غائب رہتی ہے صرف آثار دلیلِ وجود ہوتے ہیں اور آثار عین روح قرار نہیں پاتے۔

()......غیبتِ روح مانع استفادہ وفیض نہیں ہوسکتی۔

()......روح پر زخم و جراحت کا اثر نہیں ہوتا مظاہر کے درد کو روح محسوس کرتی ہے۔

()......جسم کے لئے فنائے مطلق نہیں ہے بلکہ فنا بمعنی انتشارِ اجزائے متحدہ کا نام ہے جبکہ روح کے اجزا بھی انتشار پذیر نہیں ہوتے۔

()......روح جب جسم میں حلول کرتی ہے تو محتاج شکم نہیں ہوتی پورے جسم پر طاری ہوتی ہے جیسے جنات وغیرہ شکم میں نہیں آتے بلکہ پورے جسم سے محیط

www.khrooj.com

ہوتے ہیں اسی طرح جب نور خاک کو شرف دیتا ہے تو شکم میں نہیں پورے پیکر میں مدبر ہوتا ہے۔

()......روح پیکر خاکی میں اللہ کی ودیعت ہے، جب یہ امانت اٹھ جائے تو جسم فاسد ہو جاتا ہے، اسی لئے وجود حجت کے بغیر حیاتِ امکان غیر ممکن ہے۔

()......روح قبل از بدن اور بدن کے ساتھ اور بدن کے بعد بھی رہتی ہے چاہے وہ کافر ہی کی کیوں نہ ہو، بعینہٖ اسی طرح روحِ کائنات یعنی حجت خدا ہے۔

()......روح اختلاط زوجین و مادات منویہ کی پیداوار نہیں ہے اور نہ ہی لذات ہٰذہ سے لطف اندوز ہوتی ہے کیونکہ یہ عوارضاتِ حیوانیہ ہیں نہ کہ ملکیہ۔

()......روح کا عقد لاینحل ہے۔

()......روح آسمانوں پہ جاسکتی ہے۔

()......روح امور بدن میں حکم نہیں دیتی، ارادہ کام کرتا ہے۔

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمتہ للعالمین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشادِ قدرت ہے کہ

☆وَمَا أَرسَلنَاكَ إِلَّا رَحمَةً لِّلعَالَمِیْن

''اے میرے پاک حبیبؐ! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر عالمین کیلئے رحمت بنا کر''

یہ آیت اتنی عام ہے کہ بچوں کو بھی یاد ہے اس کے بارے میں کسی بھی شخص کو یہ شک نہیں کہ یہ سرتاجِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے شخص کیلئے ہے۔ تقریباً اسلام کے سبھی مسالک اس آیت کے بارے میں متفق ہیں کہ یہ سرورِ کونین، سیدِ الثقلین، جد الحسنؑ والحسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے، اسی طرح معنی بھی اس کے اتنے عام ہیں کہ زبان زدِ خاص وعام ہیں مگر اتنی مصروف آیت پر کبھی کسی نے غور نہیں کیا کہ اس کلیدی آیت سے معارف کے کتنے دروازے کھل سکتے ہیں اور اس میں پوشیدہ معارف کے کتنے

www.khrooj.com

خزانے دفن ہیں، اس ایک آیت میں جتنے راز مخفی ہیں ان سب کو سمجھنے کا دعویٰ تو میں بھی نہیں کرسکتا مگر جو کچھ بارگاہِ قدس کے خزانہ رحمت سے مجھے ملا ہے اس کا کچھ حصہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس آیت میں قابل غور لفظ تین ہیں

نمبر 1 ......ارسلنٰك

نمبر 2 ......رحمته

نمبر 3 ......عالمین

وما اور الا ......اتباعی الفاظ ہیں جیسے شبِ قدر کے بارے میں ہے کہ

☆وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ کہ تجھے نہیں ہے ادراک کہ شبِ قدر کیا ہے؟

اسی طرح ☆و ما ارسنٰك کہ تمہیں نہیں ارسال کیا گیا۔الا بھی ایک لفظ ہے جس کا کلام میں یہ عمل ہوتا ہے کہ نفی میں آئے تو اثبات کردیتا ہے اور جب اثبات میں آئے تو نفی کردیتا ہے۔الا کے معنی ہیں مگر یا سوائے مثلاً ایک جملہ نافیہ ہے کہ

''یہ کام کوئی نہیں کرسکتا، مگر جعفرؑ ''

اگر اس جملے میں سے مگر یعنی الا کو نکال دیا جائے تو ثابت ہوگا کہ کوئی نہیں کرسکتا مگر نے اس کو اثبات میں بدل دیا ہے، کہ جعفرؑ کرسکتا ہے

اب دوسرا جملہ ہے کہ

آگ ہر چیز کو جلادیتی ہے (الا) سوائے پانی کے، یعنی اثبات میں آیا ہے تو نفی

www.khrooj.com

کرر ہا ہے کہ پانی کو آگ نہیں جلاتی ہے

اب اس آیت میں (الا) کا عمل یہ ہے کہ تمہیں نہیں بنا کر بھیجا ہے مگر رحمتِ عالمین بنا کر، یعنی رحمتِ عالمین بنا کر بھیجا ہے، یہ تھا ان الفاظ کا سرسری جائزہ۔

اب زیرِ غور لفظ ہے ارسال یعنی (ارسلنٰك) لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ ''ارسال کیا ہم نے تجھے''

اب ارسال کے معنی کو سمجھنا ضروری ہے، ایک حسی مثال سے اس کے معنی متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ''میں نے ایک خط ارسال کیا ہے دوست کے نام''

اب ارسال کیلئے تین فریق ہوتے ہیں ایک بھیجنے والا ، ایک جسے بھیجا جا رہا ہے، ایک جس کی طرف ارسال کیا گیا ہے

اب اس کیلئے ایک خاص حالت کی بھی ضرورت ہے کہ بھیجنے والے کا رابطہ دوست سے بلا واسطہ ہو نہیں سکتا اس لیئے اس نے وسیلہ بنایا خط کو، یعنی میں دوست کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں مگر دے نہیں سکتا کہ فاصلہ ہے۔تو میں نے خط کو واسطہ بنا کر بھیجا

1 ......اب اللہ ہے ارسال کرنے والا

2 ......اس کا حبیب ؐ ہے کہ جسے ارسال کیا جا رہا ہے

3 ......جن کی طرف بھیجا جا رہا ہے وہ ہیں عالمین

www.khrooj.com

اب یہاں ماننا پڑے گا کہ اللہ بلا واسطہ عالمین سے رابطہ نہیں رکھ سکتا تبھی تو اپنے حبیب کو واسطہ بنا کر بھیج رہا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اس آیہ مبارکہ میں خود اللہ اقرار کر رہا ہے کہ میرا نزولِ رحمت ہو نہیں سکتا جب تک یہ درمیان میں نہ ہوں۔ جب وہ اس کے بغیر رحمت دے نہیں سکتا تو تُو کیوں مانگ رہا ہے؟۔اب ذرا اور آگے بڑھیں۔

جب خط ارسال ہوتا ہے تو وہ پہلے ارسال کرنے والے کے پاس ہوتا ہے یعنی جب تک وہ اس کے پاس ہوتا ہے تو جس کی طرف ارسال کرنا ہے اس کے پاس نہیں ہوتا

مثال دیتا چلوں میں نے ایک خط لاہور کے ایک دوست کے نام لکھا، خط لکھ کر جیب میں ڈال لیا، اب میں جہاں جہاں جاؤں گا خط میرے پاس ہوگا، جب تک ارسال نہ کروں وہ میرے پاس رہے گا، جہاں میں ہوں گا وہاں خط ہوگا۔ اب وہ حالات دیکھیں کہ جب اللہ نے انہیں ارسال نہیں کیا تھا تو یہ اللہ کے پاس تھے اب تُو کائنات کا کوئی حصہ اللہ سے خالی دکھا دے یا پھر انہیں ہر جگہ موجود مان لے۔

ارسال کرنے اور پیدا ہونے میں فرق ہے۔ آج تک کسی نے سنا ہو کہ کسی عورت نے خط کو جنم دیا ہو یعنی نو ماہ شکم میں رکھنے کے بعد کسی کے ہاں کوئی خط پیدا ہوا ہو، خط اپنے ارسال کرنے والے کے مافی الضمیر کی وہ شکل ہے جسے وہ

مادی لباس پہنا دیتا ہے۔
اب یا تو ان کی دنیا میں آمد کو انسانی مراحلِ تولید و ولادت سے ارفع اور اعلیٰ مان لے یا پھر آیت مبارکہ کا انکار کر کے جہنم کے دروازے کھول لے۔
اب ان کی دنیا میں آمد کو اللہ نے ارسال کے لفظ سے مشخص کیا ہے اور انسان کی تخلیق و ولادت کو اس نے واضح فرمایا ہے کہ انسان نطفے سے علقہ، علقہ سے مضغہ وغیرہ بنتے بنتے آخر میں شکمِ مادر کی ذلتوں سے گزر کر دنیا میں پیدا ہوتا ہے ۔مگر انہیں اللہ ارسال کرتا ہے تو یہاں بھی کہنا پڑے گا کہ یا تو تُو بھی اپنے لیئے لفظِ ارسال کلامِ اِلٰہی میں ڈھونڈ یا پھر مان لے کہ یہ اور ہیں تُو اور ہے۔انہیں اللہ بھیج رہا ہے اور تُو نو ماہ شکمِ مادر میں حیض کا خون پی کر جنم لے رہا ہے اور پھر محقق بن کر بتا رہا ہے کہ یہ ہم جیسے ہیں۔
اب ارسال کی کئی حالتیں ہیں
1 ......کسی چیز کو کسی فرد کی طرف ارسال کرنا یعنی ایک کا ایک کی طرف ارسال کرنا
2......ایک کا ایک جماعت کیلئے ارسال کرنا
3......ایک کا ایک قوم یا ملک کیلئے ارسال کرنا
مثال پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جناب مریم صلوات اللہ علیہا کی طرف جنابِ جبرائیل کو بھیجا تو یہاں بھی الفاظ ہیں کہ

www.khrooj.com

☆ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً......(سورہ مریم 17)
کہ ہم نے اس عورت کی طرف ارسال کیا روح کو بشر کی مثل بنا کر یعنی ایک مکمل بشر بنا کر۔روح القدس ایک ملک ہے اور ادھر ایک نبی کی والدہ ماجدہ ہے، جب روح بشر بن کر آتی ہے تو نبی کی ماں بھی نہیں پہچان سکتی اور عوام کے سامنے نورِ الٰہی بشر بن کر آیا ہے تو اسے کوئی اندھا مولوی کیسے پہچان سکتا ہے۔

تو وہاں ارسال کیا گیا تھا روح کو جناب مریم صلوات اللہ علیہا کی طرف۔

اب غور کریں کہ بھیجنے والا اللہ اور ہے، روح اور ہے، مریمؑ اور ہے یعنی تینوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ☆ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ...... میں بھی تین فردیں ہیں، ایک اللہ ہے، دوسرا اس کا پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اور تیسرے عالمین ہیں۔

یہاں بھی تینوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں جب روح مریمؑ نہیں ہوسکتی اور مریمؑ روح نہیں ہوسکتی تو عالمین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے کس طرح ہوسکتے ہیں؟ اور جس کی مثال عالمین نہیں ہوسکتے تو ایک گندے گٹر کا کیڑا اس کی مثال کیسے ہوسکتا ہے؟

ارسال سے یہ بھی ثابت ہے کہ تھے تو یہ پہلے سے مگر انہیں بھیجا تا خیر سے گیا ہے کیونکہ پہلے ہوتا ہے پھر بھیجا جاتا ہے۔

دوسرا قابلِ غور لفظ ہے ''رحمت'' اسے آخر میں بیان کیا جائے گا، کیونکہ ارسال

کے تین فریق ہوتے ہیں اس لیئے عالمین پہ پہلے روشنی ڈالنا ضروری ہے کیونکہ ارسال کنندہ نے کسی کو ارسال کیا ہے کسی کی طرف ۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس لیئے ؟

اللہ نے ارسال کیا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالمین کی طرف جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس کی طرف ارسال کیا جاتا ہے اس کی چند حالتیں ہوتی ہیں

1 ......فردِ واحد کی طرف

2 ......کسی ایک جماعت کی طرف

3 ......کسی قوم کی طرف

4 ...... پوری دنیا کی طرف

5 ......عالمین کی طرف

تو اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارسال کیا ہے عالمین کی طرف یعنی فرد نہیں ، جماعت نہیں ،قوم نہیں ، پوری دنیا نہیں عالمین ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ عالمین کیا ہیں؟

اس کا جواب اتنا آسان نہیں ہے کہ جتنا سمجھا جاتا ہے ۔ پہلے ایک انسان کے کئی کئی عالم ہیں مثلاً عالمِ خواب ، عالمِ بیداری وغیرہ پھر ایک جماعت کے کئی کئی عالم ہیں مثلاً عالمِ عسرت وخوشحالی وغیرہ ، پھر انواع بھی ایک عالم رکھتے ہیں یعنی

عالمِ جمادات، عالمِ نباتات، عالمِ حیوانات، عالمِ جنات، عالمِ ناسوت، عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت اور عالمِ ہاہوت تو اسی طرح لاتعداد عوالم ہیں

پھر اس کائنات کی وسعت میں جھانک کر دیکھیں تو عقل ساتھ چھوڑ دے یعنی اربوں کہکشائیں ہیں، ان میں سے ہر کہکشاں میں اربوں نظامِ شمسی ہیں اور ان نظاموں میں اتنی ہی زمینیں ہیں اور ان زمینوں میں ہزاروں انواع و اجناس ہیں، یہ سبھی عالم ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے کسی خاص عالم کیلئے تمہیں رحمت بنا کر بھیجا ہے بلکہ جملہ معلوم و نا معلوم عوالم کیلئے اس ذات پاک کو رحمت بنا کر ارسال کیا گیا ہے اگر یہ آیت حق ہے تو پھر انہیں جملہ عالمین میں موجود ماننا پڑے گا۔اب یا تو تُو اس آیت پر فتویٰ لگا یا پھر انہیں حاظر و ناظر مان لے۔

اب پھر خط والی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک اور مسئلہ حل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں ایک خط روانہ کیا جس کا مفہوم ایک تھا مگر خط چالیس دوستوں کے نام تھا اب اس کی کئی صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ میں صرف ایک خط بھیجوں جو باری باری ہر دوست پڑھ لے، دوسری صورت یہ ہے کہ میں چالیس خط ارسال کروں کہ ہر دوست کے نام علیحدہ علیحدہ خط ہو، یہی دو ہی صورتیں ہیں، اب ان کے فضائل سے انکار کرنے والے کو ہم کھلا راستہ دیتے ہیں وہ جو بھی پسند کرے ہمیں منظور ہے کہ اگر پہلی صورت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس

طرح ہوگا کہ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارسال فرمایا ایک عالم میں دس سال دیئے، پھر دوسرے عالم کو دس سال دیئے، پھر تیسرے کو اس طرح اگر وہی عام تصور جو ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اربوں کی تعداد میں عوالم ہیں مگر ہم فی الحال وہی اٹھارہ ہزار عوالم ہی مان لیں تو تب بھی ان کی ظاہری عمر ایک لاکھ اسی ہزار سال بنتی ہے حالانکہ صرف اس فانی دنیا کو تریسٹھ سال شرف بخشا گیا ہے، اگر تریسٹھ سال کو اٹھارہ ہزار سے ضرب دیں تو 1134000، گیارہ لاکھ چونتیس ہزار سال عمر شریف بنتی ہے جبکہ جناب آدم کو گزرے ہوئے صرف ساڑھے سات ہزار سال ہوئے ہیں جو شخصیت جناب آدمؑ سے گیارہ لاکھ چھبیس ہزار پانچ سو(1126500) سال پہلے کی ہو وہ آدم کی نوع سے کس طرح ہوسکتی ہے؟ جب اتنی بڑی زندگی ابن آدم تو کجا اس کے باپ کو بھی نصیب نہیں ہوسکی تو اس کی نوع کے کسی فرد کی کیسے ہوسکتی ہے۔

پھر یہ ہماری مثل کیسے ہوگئے؟ اب یا تو اٹھارہ ہزار عوالم میں نوعِ بشر کا کوئی ایک فرد رہائش پذیر دکھا دیں یا پھر مان لیں کہ نوعِ بشر اور ہے اور نوعِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس نورِ اقدس میں سے بعینہٖ یہی ذات پاک تمام عالمین کی تعداد کے برابر بنائے گئے ہوں جو بالکل یہی ہوں ہر پہلو میں یہی ہوں اور پھر ہر عالم کی طرف ایک کاپی ارسال کر دی گئی ہو یعنی اٹھارہ ہزار

کاپیاں بنا کر تمام عوالم میں بانٹ دی گئی ہوں تو اس طرح تمہیں کیا ماننا پڑے گا وہ بھی میں بتا دوں کہ اربوں عالمین میں اربوں مقامات پر ایک ہی ذات، ایک ہی کلیت کے ساتھ موجود ہو، مگر یاد رکھو کہ جس کے نصف نور کو تم چالیس مقامات پر ماننے کیلئے تیار نہیں تھے اس کا دوسرا نصف اربوں مقامات پر ماننا پڑے گا۔ جو اربوں مقامات پر بیک وقت موجود ہو وہ حاظر و ناظر نہیں تو اور کیا ہے؟

اب کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ ممکن ہے اس جیسے اللہ نے اور بنا دیئے ہوں اور عالمین میں بانٹ دیئے ہوں کیونکہ وہ☆ علىٰ كل شيءٍ قدير ہے۔اس کا جواب بھی یہی آیت دیتی ہے کہ☆ و ما ارسلنٰك میں ارسلنٰك کا جو آخری کاف ہے یہ صیغہ واحد حاضر ہے جمع کا صیغہ نہیں ہے، اگر جمع کا صیغہ ہوتا تو عربی گرائمر کے مطابق ☆و ما ارسلنٰكم آنا چاہئے تھا لیکن ایسا نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہی وہ واحد ذات ہے کہ جس کو فرمایا جارہا ہے اور ارسال کیا جارہا ہے تو بھی اسی واحد ذات کو نہ کہ اس جیسوں کو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انہوں نے عالم انسان کو شرف بخشا تو مثلِ بشر بن کر تشریف لائے تو عالمِ ملکوت میں، عالمِ جبروت میں، عالمِ ارواح میں یہ کس کی مثل تھے اگر انسان کی ہدایت کیلئے شرط ہے کہ انسان ہی ہادی ہو تو کیا ملکوت یہ شرط نہیں رکھ سکتے، اہلیانِ عالم جبروت و ارواح بھی یہی شرط رکھ سکتے ہیں، تو پھر انسانوں کی طرح ان کیلئے بھی ماننا پڑے گا کہ وہاں عالمِ ملکوت سے انہوں

نے فرمایا ہوگا کہ☆انما انا ملك مثلكم

عالمِ ارواح سے فرمایا ہوگا☆انما انا روح مثلكم

پھر جو اربوں عوالم ہیں ان کی مثل بن کر جانے کے باوجود ان کی نوع میں داخل نہیں ہیں تو آج کا دو ٹکے کا محقق ملا انہیں اپنی نوع میں کس اصول سے داخل کر سکتا ہے؟

جب اور عوالم میں یہ اُن کی مثل نہیں تو پھر بشر کی مثل کیسے ہو سکتے ہیں؟

لفظ ارسال پہ ابھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر قلتِ وقت کے پیشِ نظر میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں تا کہ اس آیت کی کم از کم تشریحِ جزوی تو ہو جائے کوئی لفظ تشریح طلب نہ رہ جائے۔

اب زیرِ بحث لفظ ہے ''رحمت'' چونکہ بتایا جا چکا ہے کہ ارسال کرنے والے نے انہیں ارسال کیا عالمین کی طرف تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس لیئے؟

تو آیت بتا رہی ہے کہ اللہ نے عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ رحمت کیا چیز ہے؟ اس پر تو شاید کسی نے غور ہی نہیں کیا یعنی عوام لفظ رحمت سے آشنا تو ہیں مگر شاید اس کے معانی نہیں سمجھتے۔

رحمت کے بارے میں آغا خمینیؒ شرحِ دعائے سحر میں فرماتے ہیں

☆ هِیَ تجلی الذات فی ملابس الافعال

رحمت ذاتِ الٰہی کی اس تجلی کا نام ہے جو اس کے افعال کے لباس میں چھپی ہوتی

www.khrooj.com

ہے، یعنی اللہ جو بھی افعال کرتا ہے اس کے در پردہ اس کی رحمت کی تجلی کارفرما ہوتی ہے، ایک اور مقام پر اسی شرحِ دعائے سحر میں فرماتے ہیں

☆وذات الرحمة الرحمانية والرحيميته فعليته

کہ ذاتِ رحمٰن ورحیم کی فعلیت کا نام رحمت ہے یعنی رحمت اللہ کی وہ قوت ہے کہ جس سے وہ افعال اور کام کرتا ہے، اب پھر ذرا زیرِ نظر آیت کو دیکھیں

☆وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

یعنی اللہ نے انہیں مکمل رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سراپا رحمت بن کر یہ عالمین میں آئے ہیں تو ثابت ہوگا کہ اللہ نے انہیں عالمین میں اپنے افعال کے جاری و ساری کرنے کیلئے بھیجا ہے، اب اللہ کے افعال اور کام گنتے جائیں اور یہ بھی سوچتے جائیں کہ کرنے والی قوت کا نام ''رحمت اللعالمینؐ'' ہے

آغا خمینیؒ شرحِ دعائے سحر میں اس کے ثبوت میں ایک آیت پیش کرتے ہیں

☆فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْراً

کہ جملہ امور کی تدبیر کرنے والوں کی قسم، اور بقول آغا خمینی یہی رحمت ہے کہ جو کائنات کی تدبیرِ امور میں مصروف ہے کیونکہ جو تدبیرِ امر کرتا ہے وہی تو صاحب الامر ہوتا ہے۔

اب اللہ نے زمین و آسمان و انسان خلق فرمائے تو ازل سے ابد تک ان کے افعال کا ایک سلسلہ جاری ہے☆ كل يوم هو فی الشان

ہر دن کا ہر لمحہ اس کی تنوع اور جدت کے مظاہر کو جنم دے رہا ہے اور اس کے کام کرنے کی استعداد و صلاحیت کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

جب سے وہ خالق ہے تب سے اس کی استعداد و صلاحیتِ افعال ثابت ہے جب تک رہے گا اس کے کام کرنے کی صلاحیت باقی رہے گی، اب جو حیات و مماتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہ تبصرہ کرتے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ یا تو اللہ جل جلالہ کی قوتِ فعلیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیں یا پھر پاک حسنین علیہما الصلواۃ والسلام کے پاک نانا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ازل سے ابد تک زندہ و کارفرما تسلیم کریں

ہم جب نماز پڑھتے ہیں تو اس کی پہلی سورہ وہ ہے کہ اگر نماز میں نہ پڑھی جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے، یہ میرا فتویٰ نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے اب اس کا پہلا فقرہ ہے

☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہ مکمل حمد ہے اس اللہ کیلئے جو عالمین کی تربیت کرنے والا ہے، پہلے اس نے خلق فرمایا پھر اس کی بقا و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا اور عالمین کی تربیت میں ہمہ وقت مصروف ہے، جملہ عالمین اس کے مربوب ہیں، وہ مربی ہے، اب ضروری ہے کہ اس کی فعلیتِ تربیت پورے عالمین میں موجود ہو اور اس فعلیت کا نام ہے رحمت، اسی لیئے تو اس رب العالمین نے اپنی استعدادِ افعال کو مخاطب ہو کر فرمایا

www.khrooj.com

☆وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ

کہ میں جس طرح رب العالمین ہوں بعینہٖ اسی طرح آپ رحمتہ اللعالمین ہیں اب تُو ان کی میں بن کر تربیت فرما۔ اگر تربیت عالمین کیلئے ہے تو فعلیت بھی عالمین کیلئے ہی ہے، اب یا تو کوئی مقام فعلیتِ الٰہی سے خالی دکھا، یا پھر رحمت اللعالمین کو ہر جگہ موجود مان۔

حقیقت یہ ہے کہ تربیت کی اصل وجہ بھی رحمت ہے، اگر جذبہءِ رحمت نہ ہو تو پھر تربیت ناممکن ہے، اسی لیئے سورہ بنی اسرائیل میں والدین کے حق میں جو دعا تعلیم فرمائی گئی ہے اس میں بھی یہی وجہ بیان ہوئی ہے

☆وَقُل رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىۡ صَغِيۡراً...... (24)

کہ عرض کرواے میرے رب! میرے ان دوربوں پر اس طرح ایسی رحمت فرما جیسی میرے بچپن پر ان کی رحمت تھی، ماں باپ میں جذبہءِ رحمت ہوتا ہے اور اسی کے ماتحت وہ تربیت و پرورش کرتے ہیں، اسی رحمت کے سبب انہیں بھی رب کا نام دیا گیا ہے کیونکہ ان میں بھی جذبہ رحمت موجود ہے جو انہیں خالق نے عطا فرمایا ہے، اگر ماں باپ میں رحمت نہ ہو تو تربیت نہ ہو۔

اب خود سوچیں کہ جو عالمین کیلئے رحمتِ کل ہیں اس کے بغیر اللہ کی ربوبیت جاری رہ سکتی ہے؟...... یا اللہ کو رب ماننا چھوڑ دے یا ان کو عالمین کا مربی مان لے۔

www.khrooj.com

یہی تو وہ ہیں کہ جو عالمین کی تربیت ایسے کرتے ہیں جیسے والدین اپنی اولاد کی بقا چاہتے ہیں، ہر چیز جس طرح تخلیق کیلیئے خالق کی محتاج ہے اسی طرح اپنی بقا کیلیئے بھی خالق کی محتاج ہے، تخلیق کے وقت اللہ کی خلاقیت کی محتاج تھی اور بقا کیلیئے اس کی ربوبیت کی محتاج ہے، اسی لیئے حدیث پاک میں فرمان ہے

☆ لو لا الحجة لساخت الارض باهلها

اگر وجودِ حجت نہ ہوتو زمین اپنے اہلیان کو فنا کردے، کیونکہ حجۃ اللہ ہی اللہ کی ربوبیت کا مظہر ہوتا ہے یا یہ فرمایا گیا کہ

☆لو خلت الارض طرفة عين من حجة لساخت باهلها

عیون اخبار الرضاؑ علل الشرائع

اگر زمین چشم زدن کیلیئے حجت سے خالی ہو جائے تو یہ اہلیان کو فنا کردے، نگل جائے

اسی لیئے ہمارے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذاتِ گرامی کے بارے میں سورۂ زمر کی آیہ 69 میں ارشادِ قدرت ہے کہ

☆وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا

کہ زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی

تو ثابت ہوا کہ یہی رب الارض ہیں اور زمین و اہلِ زمین کی تربیت و بقا کے ضامن ہیں اور ربوبیت کی اصل ہیں۔ رحمت یعنی عمارت ربوبیت ہے تو بنیاد

www.khrooj.com

رحمت ہے، درخت ربوبیت ہے تو جڑ رحمت ہے، اب یا تو ربوبیت اِلٰہی سے انکار کر دے ورنہ مان لے کہ کائنات کی تربیت کرنے والی ذات یہی رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے، اگر انہیں عالمین میں کارفرما نہ مانو گے تو اللہ کی ربوبیت نہ رہے گی

شرحِ دعائے سحر صفحہ نمبر 58 میں آغا خمینیؒ فرماتے ہیں

☆ فَاِنّ الرحمته الرحمانية والرحيمية وسعت كل شئى ءٍ و احاطت بكل عوالم

فرماتے ہیں رحمٰن ورحیم ذات کی رحمت ہر شئے سے وسیع ہے اور اس نے کل عالمین کو گھیرا ہوا ہے، اس کا عالمین پہ احاطہ ہے، عالمین محاط ہیں وہ محیط ہے، اب آیت بتاتی ہے کہ رحمت اللعالمین ہیں سرورِکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔اب یہاں پہنچ کر ماننا پڑے گا کہ نورِ سرورِکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ عالمین پر محیط ہے، اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو انہیں رحمت ماننے سے انکار کرو اور ابلیس بن جاؤ یا پھر انہیں جملہ عالمین میں حاضر و ناظر مانو۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رحمت سے اللہ کا کیا تعلق اور رشتہ ہے؟

اس کا جواب قرآنِ کریم اس طرح دیتا ہے کہ ''رحمت'' اللہ کی صفت ہے جس کی وجہ سے وہ رحمٰن اور رحیم ہے، پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صفت کی تعریف کیا ہے؟

تو اس کی تعریف آیۃ اللہ روح اللہ خمینیؒ اس طرح فرماتے ہیں

☆ ان الـذات يـقـال لـمـا لـه الشـی هو والصفت لما يكون معه الشی بحال

ذات وہ ہے کہ جس چیز سے کسی چیز کو وہ کہا جا سکے اور صفت وہ ہے کہ کسی حالت میں اس چیز کے ساتھ ہو، اگر حالت بدل جائے تو جدا ہو جائے، مثلاً پانی کی ذات پانی ہے مگر اس کا ٹھنڈا یا گرم ہونا اس کی صفت ہے لیکن اللہ میں تبدیلیِ حالات وتغیر کا امکان بھی محال ہے کیونکہ

☆ کل متغیر حادث...... کہ ہر متغیر حادث ہے اور اللہ حادث نہیں قدیم ہے اس لیئے اس کی ہر صفت عین ذات ہے، اسی لیئے آغا خمینی فرماتے ہیں کہ

☆ فهـو مـقـام الالٰهية بهٰذا النظر كما قال الله تعالىٰ قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن

یعنی اللہ کہو یا رحمٰن کہو ایک ہی ہے اس لیئے مقامِ رحمت مقامِ الوہیت ایک ہی ہے

شرحِ دعائے سحر میں فرماتے ہیں

☆وهو مقام المشية الٰهية المطلقه و مقام الولاية المحمديه صلى الله عليه و آلهٖ وسلم

کہ مقامِ رحمت اللہ کی مشیتِ مطلق کا مقام ہے، اور یہ مقام ولایتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام ہی ہے، کیونکہ ولایت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مشیتِ الٰہی کی حامل ہے اور یہ ولایت ہی رحمت اللعالمین ہے، اور اسی کا نام و مقام ہے

☆ما تشاؤن الا ان یشاء الله واذا شئنا شاء الله

کہ وہ کچھ نہیں چاہتے مگر جو اللہ چاہتا ہے اور اللہ کچھ نہیں چاہتا مگر جو کچھ یہ چاہتے ہیں

اب یہاں ثابت ہو گیا کہ مشیتِ الٰہی ان کے دائرۂ اختیار میں ہے، ان کو مشیت پر اختیارِ کلی حاصل ہے، انہیں مشیت پر کامل تصرف حاصل ہے، کیونکہ جو کچھ وہ چاہتا ہے دراصل یہی وہ چاہتے ہیں اور مقامِ فعلیتِ الٰہی پر فائز ہونے کے سبب کرتے بھی یہی ہیں...... اس سے زیادہ بات کو واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیاس

☆لا یقا س بآل محمد علهیم الصلواة والسلا م من هذ ه الامة احد ولا یسویٰ بهم من جرت نعمتهم علیه ابدا......(بحارالانوار......نہج البلاغہ......شرح نہج البلاغہ)

وارث منبر سلونی، صاحب صوت کن فیکونی ،شہنشاہ نجف علیہ الصلوٰ اۃ و السلام نے فرمایا اس امت میں سے کسی پر بھی آل محمد علیہم السلام کو قیاس مت کرو کیونکہ جن پر آل محمد علیہم السلام کے ابدی نعمات جاری ہیں وہ ان کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں یعنی ابدی نصیحت کی بھیک عطا کرنے والے اور بھکاری برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

نہج الاسرار جو خطبات امیر المومنینؑ علیہ الصلوٰ اۃ والسلام پر مبنی کتاب ہے اس میں بھی یہی ارشاد فیض بنیاد فرمایا

☆فلا یقاس بنا احد من الناس فانا نحن الاسرار الٰهیه المودعة فی الهیاکل البشریة

ہمیں کسی ایک فرد پر بھی لوگوں میں سے قیاس نہ کرو کیونکہ ہم اللہ کے وہ راز جانتے ہیں جو سر بستہ ہیں، جو ہیکل بشری میں امانت کے طور پر رکھے گئے ہیں یعنی دو خطبات جو دو معتبر کتب میں موجود ہیں اور جنہیں آج تک رد کرنے کی کسی شخص نے جرأت نہیں کی، کسی نے ان فرامین کو اخبار احاد و ضعیف وغیرہ میں شمار نہیں کیا بلکہ صاحب اصول شریعہ نے بھی اسے درست مانا ہے کہ یہ فرامین واقعی درست ہیں، علیؑ ولی اللہ پڑھنے والے کسی شخص نے اس کی تردید و تکذیب نہیں کی ہے۔

میں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ حکم جو ہے کہ کسی پر آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام کو بشر پر قیاس کرنا جائز نہیں تو وہ قیاس کیا چیز ہے جو نہیں کرنا ہے

1 ......

پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ منطقی قیاس کیا ہے؟ استنتاجِ نظری سے حاصل ہونے والے نتیجہ کو قیاس کو کہتے ہیں، استنتاج کی دو قسمیں ہیں، استنتاج بدیہی یعنی بلا واسطہ اور استنتاجِ نظری یعنی بالواسطہ۔

استنتاجِ نظری کم از کم تین قضیوں اور تین حدود سے مرکب ہوتا ہے مثلاً کبریٰ، صغریٰ، نتیجہ، پھر اس کے مقدمات ہوتے ہیں، حدودِ اکبر، حدودِ اوسط، حدودِ اصغر مثلاً انسان خالی ہے، زید انسان ہے۔ لہٰذا زید خالی ہے، ریاضیاتی منطق میں کلیہ اس طرح بنتا ہے، اگر فرض کرلیا جائے کہ

www.khrooj.com

1=2 اور 2=3 تو نتیجہ یہ ہوگا کہ 1=3

(1) انسان اوسط ہے، (2) خالی اکبر ہے، (3) زید اصغر ہے

اسی لیئے میڈی ایٹ انفرنس (Mediate Inference) کا نام قیاس ہے

پھر منطقی قیاس کی بنیاد ہے کلی کا مکمل علم ہونا اگر کل کے بارے میں علم ناقص ہوگا تو نتیجہ ہی ناقص ہوگا۔

اب دنیا کا کوئی عالم آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کے بارے میں کسی کو کلی علم حاصل ہے، کیونکہ اس طرح کثیر احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے، اس لیئے ماننا پڑے گا کہ آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی معرفت ذات میں قیاس ہے ہی باطل۔

2......

جدید دور کے جتنے علوم ہیں وہ جز سے کل پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ جس کے کل کا مکمل علم حاصل ہے اس کے جز کا علم حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے جو عقلاً بری اور قبیح ہے۔

ایک مثال دیتا ہوں جدید سائنس اگر ایک تالاب میں پانی کے اجزائے ترکیبی معلوم کرنا چاہے گی تو چند قطرے تالاب سے لے کر لیب سے گزار کر معلوم کر لے گی کہ اس میں کون سی جزو کتنے فیصد ہے، مگر منطق وہ واہیات علم ہے جو کہتا ہے کہ پہلے یہ بتاؤ کہ پورے تالاب میں کون سی جزو کتنے فی صد ہے پھر میں

قطرے کا بتاؤں گی

جن چیزوں کے بارے میں علماء تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا کلی علم انہیں نہیں ہے وہاں منطق کی بک بک بند کردینا چاہیے، مثلاً جنات یا ملکوت وغیرہ

حالانکہ آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام پر قیاس کرنے سے روکا گیا ہے تو پھر یہاں منطق کی موشگافیاں کیوں پیدا کی جاتی ہیں، جب کہ کلی علم ناقص ہے تو جزی کیسے درست ہوسکتا ہے، اس لئے ہر صاحب علم کو ایسے قیاس سے احتراز کرنا چاہیے۔

3......

قیاس عمومی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی چیز کے دلائل وشواہد جمع کر کے اس کے بارے میں فیصلہ سنا دینا یا مادی حقائق اور گواہیاں دیکھ کر حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف رائے قائم کرنا۔

اسی لیئے لوگوں کے امام صاحب سے ہمارے امام ششم سرکار صادق آلِ محمدؐ علیہ الصلواۃ والسلام نے دریافت فرمایا تھا کہ تم مسائل کا حل کیسے کرتے ہو؟

اس نے عرض کیا کہ آقا! حدیث وقرآن وسنت سے۔ فرمایا اگر ان میں سے کوئی بات تمہیں معلوم نہ ہو تو پھر کیا کرتے ہو؟ ......عرض کیا پھر قیاس کرتا ہوں

فرمایا سب سے پہلا قیاس ابلیس ملعون نے کیا تھا، اور کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے۔ جب پورے دین میں قیاس حرام

ہے تو پھر معرفت آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام میں قیاس کیسے جائز ہوسکتا ہے

4......

ابلیس نے پہلا قیاس کون سا کیا تھا؟ اسے معلوم تھا کہ خالق کا قانون ہے کہ ہر کثیف سے لطیف افضل ہے، مثلاً انسان میں اربعہ عناصر ہیں مٹی، پانی، ہوا، آتش

مٹی سے پانی زیادہ لطیف ہے......اس لیئے افضل بھی ہے اور غالب بھی ہے

پانی سے ہوا زیادہ لطیف ہے......اس لیئے افضل بھی ہے اور غالب بھی ہے

ہوا سے آتش زیادہ لطیف ہے......اس لیئے افضل بھی ہے اور غالب بھی ہے

کیونکہ آتش قائم بالذات ہی نہیں قائم بالغیر ہے یعنی جب غیر سے ملتی ہے تب اظہار پذیر ہوتی ہے۔ ابلیس نے اسی کلیہ کو سامنے رکھا اور منطقی استنتاج نظری کا سہارا لیا اور عرض کیا خالق آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ لطیف ترین ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ

☆خَلَقْتَنِیْ مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِيْن

تو نے مجھے آگ سے خلق فرمایا ہے اور آدم کو مٹی سے

لہٰذا...... انا خير منه...... میں اس سے بہتر ہوں، تو عادل ہے

تفضیل مفضول علیٰ الفاضل ایک طرح کا ظلم ہے، تو میرا امتحان لے رہا ہے ورنہ تمہارے وضع کردہ کلیات کی رُو سے میں آدم سے تین درجے افضل ہوں۔

www.khrooj.com

اب منطقی استدلال اور اس کا قیاس اتنا قوی تھا کہ خالق نے بھی اس کے استدلال کو رد نہیں فرمایا، یہ جواب نہیں دیا کہ مٹی آگ سے افضل ہے بلکہ نا فرمانی کی سزا سنادی حالانکہ ابلیس اتنا بڑا عالم تھا کہ وہ آدم کا کلی علم رکھتا تھا اسی سے استدلال کیا تھا

خالق نے استدلال کی تردید نہیں کی ...... بلکہ سزا سنادی، سورۃ الحجر آیہ 34

☆قَالَ فَا خرُ ج مِنهَا فَاِنَّکَ رَجِیم...... چل دفعہ ہو جا تو رجیم ہے

اگر آج کا مولوی کوئی استدلال کرلے اور قیاس میں آل محمد علیہم السلام کو لائے تو ابلیس سے بھی بدتر ہے کیونکہ اُسے قیاس سے نہیں روکا گیا تھا بلکہ سجدے کا حکم تھا، مگر جن وانس کو محمدؐ وآل محمد علیہم الصلواۃ والسلام پر قیاس کرنے ہی سے منع کر دیا گیا ہے

5......

چونکہ پاک خاندان کو قیاس سے پرکھا ہی نہیں جا سکتا اس لیئے قیاس کرنے اور منطقی موشگافیوں سے منع کر دیا گیا ہے، پھر یہ آج کے مولوی ارسطو کی منطق اٹھا کر آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی نوع ڈھونڈتے پھرتے ہیں یہ جہالت نہیں تو کیا ہے؟ فرمان معصوم علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد قیاس اور استدلال کرنا ابلیسی طریقہ نہیں تو کیا ہے؟

6......

ابلیس نے آدم کو اپنے آپ سے پست ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی اور ہلاکت ابدی میں گرفتار رہوا۔ادھر مولوی حضرات اعلیٰ ذوات کو قیاس کے اصولوں سے اپنے جیسا پست ثابت کر رہے ہیں،اب خود فیصلہ کریں ان میں سے سب سے بڑا اشقی کون ہے؟

7......

ابلیس کا مادہ تخلیق آدم سے بلند تھا،بہتر تھا پھر بھی لعنتی ہو گیا،اب جن لوگوں کا مادہ تخلیق ہی نجس و انجس ہے وہ اگر انوارِ الٰہی کو اپنے جیسا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے تو کیا بنیں گے؟ حالانکہ ابلیس کے پاس ایک معقول جواز تھا مگر ان غیر معقول لوگوں کے پاس تو ابلیس جتنا ثبوت بھی نہیں ہے، پھر اپنا انجام خود سوچ لیں۔

8......

جب ابلیس کا واقعہ ہوا تو اس وقت چھ فردیں موجود تھیں یعنی چھ نوعیں جمع تھیں۔

1......اللہ	2......ملکوت
3......ابلیس	4......آدم
5......عالین	6......روح

سب کا علیحدہ علیحدہ کردار ہے

www.khrooj.com

اللہ نے احکام صادر فرمائے ،روح آدم میں داخل ہوئی ،ملکوت نے سجدہ کیا، آدم مسجود بنا، ابلیس اکڑ گیا، عالین اس ساری کاروائی کے چشم دید گواہ تھے۔ عالین اتنے بلند ہیں کہ انہیں آدم کے سجدہ کا حکم ہی نہیں دیا گیا تھا کیونکہ عالین اللہ کی سب سے بالا مسند پر جلوہ آرا ہیں، یہ اولادِ آدم ہی نہیں ہیں کہ اِنہیں داخل سجدہ کیا جائے، اس کی واحد وجہ یہی نظر آتی ہے کہ اگر عالین کو آدم کے برابر میں بٹھا دیا جاتا اور ملکوت سجدہ کرتے تو کوئی بھی شخص کہہ سکتا تھا کہ یہ اولاد آدم ہیں

اس لیئے آدم میں روح کے داخل ہونے کی تقریب کے مہمان خصوصی یہ ہیں، ملکوت نے سجدہ کیا، ابلیس نے استدلال کیا اور قیاس کر کے آدم کی عظمت سے انکار کر دیا تو خالق نے فوراً سوال کیا، جسے سورہ ص کی آیہ 75 میں بیان فرمایا گیا ہے

☆ اَستَکبَرتَ اَم کُنتَ مِنَ العَالِینَ () کیا تو نے تکبر وغرور کیا ہے یا پھر تو عالین میں سے ہے کہ اپنے آپ کو آدم سے اشرف واعلیٰ بتا رہا ہے۔

اللہ کا یہی سوال بتا رہا ہے کہ عالین کا مرتبہ آدم سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہے کیونکہ پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تو عالین میں سے ہے جو آدم پر برتری جتلا رہا ہے؟ یعنی عالین تو آدم سے اشرف واعلیٰ ہیں، تجھے یہ سند کس نے دی ہے؟ جو ابلیس ایک علمی استدلال سے آدم پر برتری ثابت کر چکا تھا، وہ بھی یہ جرأت نہ کر سکا

کہ عالین کو اپنے جیسا کہہ سکے۔ جو اس دور میں عالین کو اپنے جیسا ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے وہ ابلیس سے بلند ہے یا پست یہ خود فیصلہ کریں۔

9......

قیاس کے دو طریقے ہیں ایک عالمانہ اور ایک عوامی قیاس جسے غیر عالمانہ قیاس کہہ سکتے ہیں۔ عالمانہ قیاس وہی کلی سے جزی پر استدلال ہے، غیر عالمانہ قیاس یہ ہے کہ کسی چیز کے ظاہری شواہد جمع کر کے اور تبادر کو حقیقت کی علامت سمجھ کر جو ظاہری معلوم ہو رہا ہو اسی کو حقیقت تسلیم کر لینا...... یہ ہے غیر عالمانہ قیاس

ابلیس ایک عالم تھا اس لیئے اس نے خالق کے سامنے منطقی قیاس کیا اور ہلاک ہو گیا

عرب کے کافر جاہل تھے، انہیں علمی استدلال نہیں ملا، انہوں نے صرف تبادر کو حقیقت کی علامت تصور کیا، انہیں ظاہری طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بشر نظر آ رہے تھے۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ نظر آیا اور اتنے ظاہری شواہد موجود پائے تو قیاس کر لیا کہ یہ بشر ہیں اور اس پر بحث کر کے ہلاک ہو گئے۔

اب مولوی کو ہم اختیار دیتے ہیں چاہے ابلیس کی طرح عالمانہ قیاس کرے یا کفار عرب کی طرح جاہلانہ قیاس کر کے بشر ثابت کرنے کی کوشش کرے ہماری

طرف سے اسے اجازت ہے قیاس کرے، مگر اپنا ٹھکانہ خود سوچ لے یا ابلیس کے ساتھ ہوگا یا ابوجہل کے ساتھ...... کر لے استدلال و قیاس ہم نے روکا تھوڑی ہے۔

10......

ایک ہوتا ہے واقعہ اور ایک ہوتی ہے واقعیت۔ واقعہ غلط بھی ہوسکتا ہے مگر اصل چیز ہوتی ہے واقعیت۔ مثلا ایک شخص اندھیری رات میں قبرستان سے گزرا، اچانک اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک بھوت بڑے بڑے بال پھیلائے راستے کے کنارے کھڑا ہے، یہ ڈر کے مارے بے ہوش ہوگیا، آنکھ کھلی تو بھاگا، گھر آیا، بخار ہوگیا، صبح کو جاکر وہاں دیکھا تو رات والے بھوت کی شکل کا وہاں ایک درخت کھڑا تھا جسے اس نے بھوت سمجھا تھا۔ اس میں واقعہ یہ ہے کہ اس نے بھوت دیکھا ڈرا بھاگا وغیرہ مگر واقعیت یہ ہے کہ وہ بھوت نہ تھا بلکہ ایک درخت تھا۔

جو شخص واقعات کو دیکھتا ہے وہ دھوکہ کھا جاتا ہے کیونکہ اصل چیز تو واقعہ کی واقعیت ہے۔ اب محمدؐ و آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام کا بشری لباس میں آنا ایک واقعہ ہے بشر بن کر آئے، بشر کی طرح رہنا پسند فرمایا مگر واقعیت کیا ہے؟ یہ بشر بن کر آئے

بشر تھے نہیں، یہ واقعی کیا ہیں؟ اور کیا تھے؟ اسے اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا ورنہ یہ فرمان نہ ہوتا

☆یا علیؑ علیك الصلواة والسلام ما عرف الله الا انا و انت، و لا عرفنی الا الله و انت، ولا عرفك الا الله و انا، فكيف يكون مثل الناس هم يدعون معرفة

اے میرے برادر بجان برابر! کون اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے سوائے میرے اور آپ کے، یعنی کوئی تیسرا پہچانتا ہی نہیں ہے، اور کوئی نہیں جانتا مجھے سوائے اللہ تعالیٰ اور آپ کے، (اور بعینہٖ اسی طرح) آپ کو اللہ جل جلالہٗ اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا اور پہچانتا، یہ لوگ کیسے معرفت کے دعوے کرتے ہیں

......(بحوالہ تاویل الایات الظاہرۃ)

11......

شب معراج پردۂ وحدت سے آواز آئی، نوے ہزار کلام ہوئی جو بھی ہوئی، لوگوں نے پوچھا اللہ کی آواز کیسی تھی، لب ولہجہ، طرز بیان کیسا تھا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور پھر فرمایا

☆قال خاطبنی بلغة علیؑ ابن ابی طالب علیهما الصلواة والسلام، أن قلت یا رب انت خاطبتنی ام علی علیه السلام

فرمایا شب معراج اللہ نے جو کلام فرمایا وہ بالکل میرے بھائی کے انداز میں فرمایا حتیٰ کہ مجھے پوچھنا پڑا اے میرے رب یہ تو بول رہا ہے یا میرا بھائی بول رہا

www.khrooj.com

ہے

☆قال یا احمدؐ صلی الله علیك وآلك وسلم انا شیءٍ لا كالاشیاء اقاس بالناس

فرمایا اے میرے حبیب صلی اللہ علیک و آ لک وسلم! میں ایک موجود ہوں جو دوسرے موجودات کی طرح نہیں ہے اور مجھ پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے، یہاں اللہ نے اپنی ذات پر قیاس کرنے سے منع فرمایا ہے

(بحوالہ بحارالانوار، اِرشادالقلوب، الطرائف، کشف الغمہ، کشف الیقین)

آواز پہچانی، ہاتھ پہچانا، لب ولہجہ، انداز بیاں، سب کچھ پہچانا مگر پھر بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح اِن کی بشریت پہ قیاس کرنا جاہلیت ہے علم نہیں، کیونکہ جس طرح اللہ پر قیاس کرنا جائز نہیں بعینہٖ ان پاک ذوات پر بھی قیاس کرنا جائز نہیں۔

اب فیصلہ اِنہی قیاس کرنے والوں پر ہے کہ یا تو شب معراج کا اللہ علیؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو مانیں یا رسول وآلِ رسول علیہم الصلواۃ والسلام کو بشر نہ کہیں، کیونکہ جو بشر بن کر آیا ہے اگر اسے بشر کہیں گے تو پھر جو اللہ بن کر آیا ہے اسے اللہ ماننا پڑے گا۔

12......

جس طرح خالق نے فرمایا مجھے لوگوں پر قیاس مت کرو یعنی کسی پر اسے

www.khrooj.com

قیاس کرنا جائز نہیں اسی طرح امام علیہ السلام نے بھی فرمایا ہمیں لوگوں پر قیاس نہ کرو اب یا تو اللہ پر بھی قیاس کی زنجیریں ڈالو، ورنہ پاک خاندان پر قیاس کر نے کی جسارت مت کرو۔

13......

ہمارے مہربان ایک سوال کر سکتے ہیں کہ جب قرآن اور قرآن کے مطابق حدیث میں صراحت موجود ہو تو پھر کوئی رائے قائم کرنا قیاس نہیں ہو سکتا۔

یہ سوال انتہائی اہم ہے......اس کا جواب یہ ہے کہ

کلام پاک میں اللہ کے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، آنکھ، کان، پہلو، ساق یعنی پنڈلی تک کا ذکر موجود ہے اور پھر ان کی تائید میں احادیث بھی موجودہ ہیں مثلاً

امام مالک نے اللہ کے پہلو، شکم اور قدموں وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اور تائید میں وہی آیات پیش کی ہیں جن میں پہلو وغیرہ کا ذکر ہے اور یہاں تک بتایا ہے کہ اللہ پاک اندر سے ڈھول کی طرح خالی ہے وغیرہ وغیرہ، حضرت ابو ہریرہ صاحب کی مشہور حدیث ہے جو انہوں نے ''یوم یکشف عن ساق '' کے ضمن میں بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ پنڈلی سے پاجاما کھینچے گا اور سجدے کیلئے سب کو بلائے گا۔

پھر ایک حدیث میں اللہ کی پنڈلی کو جہنم میں ڈالنا لکھا ہے، اور جہنم کی چیخ و پکار کا

www.khrooj.com

ذکر ہے کہ جب اس میں پنڈلی ڈالی جائے گی تو وہ چیخے گی ''قط قط'' یعنی بس بس اس طرح آیات کا ایک سلسلہ طویل احادیث کی تائید مزید کے ساتھ اللہ جل جلالہ کو مجسم ثابت کرنے میں مصروف ہے مگر اتنی آیات و احادیث کی موجودگی کے باوجود اللہ کو مجسم ماننا کفر ہے تو آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام پر ایسی ہی آیاتِ متشابہات اور احادیث کی موجودگی کو ہم قیاس باطل نہ کہیں گے تو کیا کہیں گے؟

اصل کلیہ یہ ہے کہ جہاں جہاں کلام پاک کی آیات شانِ الٰہی اور مرتبۂِ اُلوہیت سے متصادم ہوں وہاں تاویل کر لی جائے، اور جہاں جہاں آیات یا احادیث کسی نبی یا امام کے مرتبۂِ نبوت و امامت کو گرا رہی ہوں تو وہاں بھی تاویل کر لی جائے مگر یہاں دہرا معیار قائم ہو گیا ہے۔

اللہ کے خلاف آیات ہوں تو معنی بدل دو، رسول کے خلاف کوئی حدیث ہو تو لغوی معنی کرو...... یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اس کے باوجود بھی کوئی تبادر کو حقیقت کی علامت مانتا ہے تو آئے وہ خدا کی پنڈلی کا جہنم میں جانا (نعوذ باللہ) مان لے، ہم بھی آلِ محمد علیہم السلام کو بشر مان لیں گے۔

آج چونکہ کچھ لوگوں نے میرے مزاج کو مکدر کیا ہے اس لئے میں نے وہ کچھ بیان کیا کہ جو کچھ وہ سن اور سمجھ سکتے ہیں، حالانکہ میرے مستقل سامعین جانتے ہیں کہ میں اِس لہجہ میں بات کرنا پسند نہیں کرتا اور یہ مناظرانہ انداز میرے مزاج

کے منافی ہے

لیکن کبھی کبھی مجبوراً مجھے یہ انداز اپنانا پڑتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی پاک ذات انسان کی سوچ یا پہنچ سے ماوریٰ ہے، بعینہٖ اُس کے نورِ ذات سے مشتق شدہ انوار طاہرہ و باہرہ بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، اِس لیئے میرا برادرانہ مشورہ یہ ہے کہ اِن پاک ذوات علیہم السلام کے حریم ذات کے بارے میں عقلی یا قیاسی موشگافیاں کرنا ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے۔

مولائے کائنات ہم سب کو اِس گناہ عظیم سے بچائے اور اپنی اطاعت کی توفیق دے

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِرتقاء

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب سے انسان کو خلق فرما کر زمین پر بھیجا گیا اُس دن سے آج تک یہ انسان ترقی کے اِرتقائی مراحل سے گزرتا ہوا درجہ بدرجہ آگے بڑھتا چلا آرہا ہے، اور انسان کا یہ اِرتقا تا قیامت جاری ہی رہے گا، اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان نے اب تک ترقی کے کتنے مدارج طے کیئے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں ہمیں ماضی میں جانا پڑے گا، انسان موالیدِ اربعہ میں سے چوتھے نمبر پر ہے

1...... جمادات

2...... نباتات

3...... حیوانات

4...... انسان

پھر انسان کے اربعہ عناصر کا مطلب بھی چار عناصر کو ظاہر کرتا ہے یعنی چار کے

عدد کو انسان کے ضمن میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اس لیئے انسانی ترقی کے بھی چار مراحل ہیں

یعنی جمادات......نباتات......حیوانات......انسان

یا مٹی..........پانی..........ہوا..........آتش

اس طرح انسانی ترقی کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

پہلا دور وہ ہے جسے انسان کا حجری دور کہا جاتا ہے، اس دور میں انسان جمادات کے سہارے ترقی کر رہا تھا اور انسان عناصر کے لحاظ سے مٹی کے دور میں تھا، پہاڑوں غاروں گھاٹیوں کو رہائش کیلیئے استعمال کر رہا تھا، خوراک کیلیئے جانور، شکار کرنے کیلیئے پتھر کے ہتھیار استعمال کر رہا تھا، اپنا دفاع پتھروں سے کر رہا تھا، یعنی اس کی حیات کا مکمل انحصار پتھروں پر یعنی جمادات پر تھا، اور قدرتی طور پر پیدا ہونے والے پودوں کو بھی خوراک بناتا تھا، یعنی وہ دور جمادات کا دور تھا جمادات سے نباتات افضل ہیں، نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے انسان اشرف ہے

اسی طرح مٹی پر پانی غالب ہے، پانی پر ہوا، اور ہوا پر آتش غالب ہے

یعنی ہر کثیف سے لطیف افضل و اشرف بھی ہے اور غالب بھی، جیسا کہ عناصر کی بنیاد پر ایک استدلال شیطان نے بھی کیا تھا اور کہا تھا کہ

☆ اَنَا خَیر" مِنہُ...... کہ میں اس سے بہتر ہوں

تو خالق نے بھی اس کے استدلال کو رد نہیں فرمایا بلکہ تسلیم کیا اور سزا صرف اپنے حکم کی سرتابی پر دی، اور فرمایا کہ دفعہ ہو جا، کیونکہ وہ مختارِ کل ہے چاہے تو افضل کو مفضول کے سامنے جھکا دے

یہ علیحدہ بات ہے کہ روح کو اپنی ذات سے نسبت دے کر افضل قرار دے دے، جیسے کعبہ عناصر کے لحاظ سے تو پتھروں کا بنا ہوا ہے مگر اشرف المموالید کو اس کے سامنے جھکا دیا گیا ہے، تو یہ سجدہِ نسبت ہے ورنہ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر لطیف عنصر اپنے کثیف عنصر سے افضل و اشرف ہے، تو پہلا دور تھا جماداتی یعنی پتھر یا مٹی کا دور

پھر دوسرا دور شروع ہوا جو نباتات کا دور تھا، یعنی پانی اور نباتات کا دور، تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان نے صحیح طور پر درست سمت میں ترقی کی ہے، یعنی جمادات سے اشرف و بلند ہیں نباتات، یہ نباتات تک پہنچا، تو ثابت ہوا کہ یہ ترقی معکوس نہیں یعنی ترقی ہے تنزلی نہیں ہے۔

اس دور میں انسان نے نباتات اور پانی کو استعمال کرنا شروع کر دیا، تسخیرِ نباتات سے کھیتی باڑی کا علم حاصل کر لیا، فنِ زراعت سے روشناس ہوا تو پانی کی افادیت پر غور ہوا، جھیلوں اور دریاؤں کے کنارے مکان بننے لگے، جمادات کے ساتھ انسان نباتات کو بھی رہائش کیلئے استعمال کرنے لگا، لکڑی کے تختے بنائے گئے، بالے یا شہتیر بنے، شکار کیلئے تیر کمانیں بنیں، پانی سے خوراک

(مچھلیاں) حاصل کی گئی، کشتیاں بننا شروع ہوگئیں، اسبابِ خوراک میں سمندر کے جانوروں کو کھانا آ گیا، اور اوشیانوگرافی کی بنیاد ڈالی گئی، باٹنی (Botny) زراعت وغیرہ کے قواعد واصول وضع ہوئے، اُدھر پودوں کے خواص پہ تحقیق ہوئی تو طبِ یونانی کی ابتداء ہوئی، اور انسان ترقی کرتا چلا گیا، اب ان شعبوں میں وسعت پیدا ہوئی تو انسان اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا، تا اینکہ انسان حیوانات کے دور میں داخل ہوگیا۔

اس طرح انسان کا تیسرا دور جسے حیوانی یا بادی (ہوائی) دور کہا جاتا ہے شروع ہوا، عنصری طور پر ہوائی منزل پر انسان پہنچا، اور نوعی طور پر حیوانات کی منزل پر۔ اب حیوان کو مسخر کرنا سیکھا، سواریوں میں اسے استعمال کیا، اکل وشرب یعنی خوراک کے مسائل انسان نے حیوان کے ذریعے حل کئے یعنی حیوانوں کا دودھ اور گوشت وغیرہ بطور خوراک استعمال ہونے لگا، پہلے ادوار میں بھی ان کی حقیقت مسلم تھی مگر یہاں پہنچ کر وسیع پیمانے پر منظّم طریقہ سے حیوانات کی افادیت حاصل کرنے کے پلان (Plan) بنائے گئے

حیوانات کی فارمنگ (Farming) ہوئی، نسلوں پر تحقیق ہوئی، حیوانات سے ہمہ پہلو استفادہ ہونے لگا، مثلاً انرجی (Energy) ہی کو دیکھ لیں، جمادی دور میں انسان آگ چقماق (پتھر) سے حاصل کرتا تھا اور کسی توانائی کے استعمال کو بالکل نہیں جانتا تھا

انرجی (Energy) کا حصول نباتاتی دور میں بھی ہوا اور آبی دور میں بھی، اس لیئے توانائی کے ذرائع بھی انہی چیزوں پر مشتمل نظر آتے ہیں، ابتداء میں کوئلہ اور لکڑی جلا کر حرارت حاصل کی جاتی رہی، پھر ترقی ہوئی اور انسان نے معدنی کوئلہ ڈھونڈ نکالا جو کاربن کی ناخالص شکل میں ملا پھر اس کی چار مشہورِ عام اقسام کی تشخیص ہوئی یعنی

پیٹ (peat) براؤن یا بھورا کوئلہ

لگنائٹ (Lignite) کالے رنگ کا کوئلہ

بیٹومینس ...... (Bitominus)

اور پھر سب سے اعلیٰ قسم کا کوئلہ ملا جس میں 95% کاربن موجود تھی یعنی

انتھراسائٹ (Antheracite)

یہ سب نباتاتی انرجی (Energy) کے ذرائع ہیں کیونکہ جب ماضی قدیم میں نباتات کی کئی اقسام کے جنگلات زمین میں دب گئے اور ان پر زمین کی اوپر والی تہوں کا دباؤ پڑا تو ہوا کی عدم موجودگی میں درختوں میں موجود کاربن ٹھوس کاربن کے ذخیروں میں تبدیل ہوگئی، اس کاربن کے ساتھ کئی دوسرے مرکبات بھی ہوتے ہیں جن کی تحلیل تکمیل کے مراحل میں ہوتی ہے تو اس آمیزے کو کوئلے کا نام دیا جاتا ہے، نباتاتی دور میں کوئلہ ہی توانائی کا ذریعہ رہا پھر پانی کی وجہ سے بھاپ یعنی (Steam) کی طاقت کو دریافت کیا گیا اور اس پر

www.khrooj.com

بڑے بڑے انجن اور بحری جہاز وغیرہ بنائے اور چلائے گئے، پن چکیاں اور دوسری مصنوعات وایجادات عالمِ وجود میں آئیں اور پانی کی پوٹینشل انرجی (Potential Energy) کو برقی توانائی میں تبدیل کیا جانے لگا، تو یہ اس دور کی انتہا تھی۔

لیکن ہر دور میں سابقہ وگذشتہ ادوار کی منسوبات میں بھی ترقی ہوتی رہی، موالیدِ اربعہ اپنے سے مابعد کے ادوار میں بھی اپنی ترقی یافتہ شکل میں چلتے رہے اور اس طرح جب انسانی ترقی کا دور آیا تو انسان سعودی حالت میں جمادی و نباتی و حیوانی ترقی کو بھی انگلی تھما کر ساتھ لیئے رہا۔

اب حیوانی دور شروع ہوا تو انسان نے حیوان اور ہوا کو انرجی کا ذریعہ اور بنیاد بنایا یعنی توانائی کا ذریعہ حیوانی اور بادی بن گیا مثلاً پٹرول اور گیس کا دور شروع ہوا، یوں سمجھ لیں کہ انسان نے حیوانی انرجی کو حاصل کر کے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا، ہوا کی حرکی توانائی بروئے کار لائی گئی، ہیلی کاپٹر اور ہوائی جہاز کو ہوا کے (اصولِ برداشت) پر بنایا گیا، پھر ہوا کے ردِ عمل سے انہیں اُڑنے کی صلاحیت بخشی گئی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پٹرولیم کا ہوا سے کیا تعلق ہے؟

جدید سائنس نے بتایا ہے کہ پہلے زمین پانی سے ڈھکی ہوئی تھی، جہاں جہاں زمین خشک ہوتی گئی وہاں کے سمندری حیوانات مرتے گئے اور زیرِ زمین آ گئے،

اسی لیئے مٹی کے دباؤ اور اونچے درجہ حرارت پر ہوا کی عدم موجودگی میں ان کے اجسام میں نامیاتی مرکبات تحلیل ہو کر مائع میں تبدیل ہو گیئے اور اس مائع کا نام ہے (پٹرولیم)

اور یہ پٹرولیم کاربن ہائیڈروجن آکسیجن نائیٹروجن اور دیگر عناصر جو حیوانات میں موجود ہوتے ہیں ان کا مرکب ہے، اس سے چھ سات اقسام کا تیل بنایا جاتا ہے مثلاً پٹرول، ڈیزل، مٹی کا تیل، لبریکیٹنگ آئل وغیرہ

تو ثابت ہوا کہ پٹرول کو انرجی کے طور پر استعمال کرنے کا دور حیوانی ترقی کا دور ہے اور یہ دور عناصر کے لحاظ سے ہوا کا بھی دور ہے، اس لیئے اس دور میں ہوا کی حرکی توانائی جو کہ مختلف چرخیوں کو ہوا کے رخ پر رکھنے سے مکینیکل توانائی میں منتقل کی گئی اسے انرجی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا، پھر گیس بھی تو ہوا ہے اگر چہ حیوانی ہے۔

گیس اس لیئے حیوانی ہے کہ جب مدتوں پٹرولیم زیرِ زمین پڑا رہے تو گیس میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس میں کئی نامیاتی مرکبات ہائیڈروکاربن (Hydrocarbons) اور میتھین (Mathane) ایتھین (Ethane) اور پروپین (Propane) اور بیوٹین (Butane) کے علاوہ نائیٹروجن، کاربن ڈائی اکسائیڈ اور گندھک کے مرکبات بھی پائے جاتے ہیں، مگر توانائی کا اصل مبدا ہائیڈروکاربن ہی ہے۔

www.khrooj.com

یہ تو آج کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ پٹرول اور گیس سے آج کے انسان نے کتنی جلدی سفر طے کیا ہے، فاصلے سمٹ گئے ہیں، انسان نے حیوانی یعنی جاندار ترقی میں کائنات کو روند ڈالا ہے،سوائل کی ایک نئ کائنات نے جنم لیا ہے، یہ انتہائے بشر نہیں کیونکہ اگر کوئی ترقی کے اِس سفر میں یہاں تک پہنچ کر قناعت کرتا ہے تو وہ بہت پیچھے رہ جائے گا، انسان کو تو آگے بڑھنا ہے، اس کے بعد انسان نے خود انسانی دور میں قدم رکھنا ہے جو عنصر کے لحاظ سے آتش (آگ) کا دور ہے اور جو اربعہ عناصر میں سب سے زیادہ لطیف ہے، پھر موالید اربعہ میں خود انسان سب سے اشرف ہے۔

سابقہ ادوار کا اگر ہم بغور جائزہ لیں تو ثابت ہوتا ہے کہ انسان نے پہلے نوعی ترقی نہیں کی بلکہ ابتداء ہمیشہ عناصر سے ہوئی ہے، مثالیں دے کر اوراق بڑھانا نہیں چاہتا۔

نوعِ اول کے جو متعلقات تھے نوعِ ثانی کے دور میں وہ مسلسل ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ ہمسفرِ راہِ ترقی بھی ہوئے، اسی طرح نوعِ ثالث کے دور میں اول دو ادوار کے جملہ متعلقات مسلسل ترقی میں شریکِ سفر رہے، عنصر انسان کے اندر کی ترکیب کا ایک حصہ ہوتا ہے، اس لیئے انسان ہر دور میں نوع کی بجائے عنصر سے ترقی کرتا ہے۔

انسان نے چار ادوار میں ترقی کی ہے، نباتاتی، جماداتی، حیوانی اور انسانی۔ اس

ترتیب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آخری یا چوتھے دور کی ترقی کی ابتدا آتش سے ہوگی اور پھر انسان کے اپنے اندر کی ترقی کی باری آئے گی۔

تو اب اس آتشی دور کی ابتدا ہو چکی ہے، انسان ایٹم کو توڑ کر چھ ہزار ڈگری سنٹی گریڈ تک کی حرارت حاصل کر رہا ہے، جوہری توانائی ہے یا شمسی توانائی یہ سب آتشی دور کی علامت ہیں، اس دور میں انسان کی ترقی کا انحصار آگ اور حرارت پر ہے، اب گیس پیٹرول اور کوئلہ کو وہ مقام حاصل نہیں رہا جو ایٹم کو ہے، اب پوری دنیا پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ زیرِ زمین کوئلے پیٹرولیم اور گیس کے ذخائر زیادہ دیر تک انسان کا ساتھ نہیں دے سکتے، ہاں اگر انسان مستقبل کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے تو وہ ان چھوٹے چھوٹے ایلی منٹس (Elements) کے ایٹموں میں بند ہے، یہی مستقبل میں انسان کی توانائی کی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں، اس دور میں تو ریڈرفورڈ اور نیلز بوہر کے ایٹمی ماڈل مسترد (Reject) ہونے والے ہیں۔

اس سے پہلے یہ نظریہ تھا کہ جب یورینیم پر تیز رفتار ذرات مثلاً نیوٹران پروٹان سے نشانہ بازی کی جاتی ہے تو یورینیم کا ایٹم دو مساوی حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اگر نیوٹران کو یورنیم کے نیوکلیس سے ٹکرائیں تو کرپٹان (Kryptan) اور بیریم (Barium) بنتے ہیں، لیکن اس سے زیادہ اہم یہ بات ہے کہ اس تبدیلی کے دوران میں کئی نیوٹران پیدا ہو جاتے ہیں اور بھاری مقدار میں توانائی

خارج ہوتی ہے، اسے نیوکلیائی فشن (Nuclear Fission) یا مرکزہ کا انشقاق کہتے ہیں، اور یورینیم کے ایٹم کے انشقاق کے عمل سے تین نیوٹران پیدا ہوتے ہیں، اگر ہر نیوٹران پھر ایٹم توڑتا چلا جائے تو آنِ واحد میں درجہ حرارت ہزاروں درجے سنٹی گریڈ تک پہنچ جائے، اور یہ زنجیری عمل پوری دنیا کو بھی تباہ کر سکتا ہے، اسی لیئے ایٹمی ری ایکٹروں کو ہزاروں دفاعی تدابیر سے چلایا جاتا ہے گریفائیٹ کی دیوار، کیڈمیم کا استعمال، بھاری پانی، اور جانے کیا کیا تدابیر کی جاتی ہیں لیکن پھر بھی یہ نظریات بہت آگے جا چکے ہیں، اب نیوکلیائی فشن یا عمل انشقاق کے دوران کئی دیگر ذرات دریافت ہو چکے ہیں، اب تو ایٹم صرف توڑا ہی نہیں جا رہا بلکہ ایٹم کا آپریشن یا ڈائی سیکشن (Dissection) شروع کر دی گئی ہے، اس کے ایک ایک جزو پر غور وفکر ہو رہی ہے مگر پھر بھی سائنس اس راز کو نہیں پا سکی کہ اس میں اصل فعال چیز کیا ہے، اصل فعال قوت کون سی ہے؟

یہ ہے وہ آگ کا سمندر کہ جس کے سہارے انسان زندہ ہے، اب پوری دنیا کہہ رہی ہے کہ زندہ رہنا ہے تو ایٹمی توانائی (Atomic Energy) کا استعمال سیکھو، ملکی ترقی بجلی کی ضروریات انسان پیٹرول اور گیس سے پوری نہیں کر سکتا، کیونکہ ان چیزوں سے چند ہزار میگا واٹ بجلی ہی بمشکل پیدا کی جا سکتی ہے اور ہر ملک کو آج اربوں میگا واٹ بجلی کی ضرورت ہے جو ان قدیم ذرائع سے حاصل کرنا امرِ محال ہے لیکن ایٹمی توانائی کے استعمال سے کھربوں میگا واٹ بجلی بھی حاصل

کی جاسکتی ہے، اس طرح ہر شعبہءِ حیات میں ترقی کا انحصار اسی بات پر مانا جاتا ہے۔

پھر شمسی توانائی ہے تو یہ بھی ایٹم کے عملِ انشقاق کا ردِعمل ہے کیونکہ سورج میں تقریباً چالیس لاکھ ٹن مادہ فی سیکنڈ کے حساب سے توانائی میں تبدیل ہو رہا ہے اور زمین پر یہ توانائی پہنچ رہی ہے، ایک اندازے کے مطابق فی مربع کلومیٹر بیس لاکھ ہارس پاور کے قریب توانائی موجود ہوتی ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ انسان ابھی اتنی بڑی مقدار کو سنبھال نہ سکے اور مسخر کر کے استعمال نہ کر سکے، تو یہ بھی انسان کی اگلی منزل میں ہو جائے گا اور یہ کائنات کے کسی بڑے ری ایکٹر سے کم توانائی تو نہیں ہے۔

اس بحث سے یہ تو ثابت ہو رہا ہے کہ یہ ترقی تنزلی نہیں ہے، یہ سفر کثیف سے لطیف کی طرف ہو رہا ہے، جماد سے انسان کی طرف قدم اُٹھ رہے ہیں، اور اب انسان اپنے ہی چوتھے عنصر یعنی آگ سے کھیل رہا ہے۔

تو اس سے اگلا قدم ہے انسانی سطح پہ ترقی، جب انسان اپنی منزل پر پہنچتا ہے تو نارمل انسان کہلانے کا حقدار ہوتا ہے اب تک تو انسان نارمل پوائنٹ (Normal point) پر بھی نہیں آ سکا تھا۔

اب جب انسان اپنی ترقی کی طرف توجہ دے گا تو ایک نارمل انسان ہو سکے گا، کیونکہ انسان کے اندر ایک عظیم کائنات موجود ہے، انسان اس کے عقدوں کو

حل کرنے کی طرف توجہ دے گا تو انسان بنے گا، بعض ترقی یافتہ مما لک میں اب یہ رجحان پیدا ہو رہا ہے کہ مادیات ہی میں سب کچھ نہیں ہے، بلکہ انسان کو خالق نے دماغ کے اندر ایک عظیم قوت کے خزانے سے سرفراز فرمایا ہے جو بارہ ارب اجزا پر مبنی ہے، اگر انسان انہیں استعمال کرنا جان لے تو کائنات سمٹ کر اس کے قدموں میں آ جائے، ترقی یافتہ دنیا اب اپنے دماغ کی گہرائیوں کو کھوج رہی ہے کہ دیکھئے اس میں کیا چھپا ہوا ہے، جس کی پہلی کوشش ٹیلی پیتھی کی شکل میں منظر عام پر آئی ہے اور ثابت ہوا ہے کہ ارتکازِ خیال ہی وہ ذریعہ ہے کہ جس سے انسان اپنے اندر کی گہرائیوں میں اتر سکتا ہے اور اسی سیڑھی سے اتر کر من کے اندر سے خالق کے چھپائے ہوئے جواہر تلاش کر سکتا ہے، اسے میڈیٹیشن (Meditation) یا ارتکازِ خیال کہا جاتا ہے، اسی سے ہپناٹزم (Hypnotism) یا نومِ ترجیعی کے عمل سے انسان کے لاشعور میں پوشیدہ ذخائر کو نکالا جا سکتا ہے۔

روس ایک کمیونسٹ ملک ہے جو خدا پر بھی یقین نہیں رکھتا مگر وہاں بھی اب یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ انسان ذہنی قوتوں سے صاحبِ تصرف ہو سکتا ہے، صرف مادی توانائی ہی سے عمل کا تعلق نہیں ہے بلکہ ذہنی قوتوں کو بھی مسخر کر کے عمل کروایا جا سکتا ہے جو بہت بڑی قوت ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ذہنی قوتوں کو متعارف کرانے والی چیز یعنی تازہ ترین دریافت کا نام پیراسائیکالوجی (Parapsycology) رکھا گیا ہے

یہ بھی ایک علم ہے کہ جس سے انسان مادے کو بغیر کسی خارجی عمل کے اپنی مرضی پر چلا سکتا ہے، جیسا کہ روسی افواج میں اس علم کے ماہرین کو شامل کیا جا رہا ہے، اس کے تربیتی سکول کھولے جا رہے ہیں، اور اس علم کے مظاہرے ہوتے ہیں، دماغی قوتوں سے میزائیل کو کنٹرول کرتے ہیں، جس طرف چاہیں موڑ دیتے ہیں، جس نشانہ پر پھینکنا چاہیں پھینک سکتے ہیں، سینکڑوں میلوں تک میزائیل کو ذہنی قوتوں سے کنٹرول کرتے ہوئے صحیح نشانے پر لگایا جا سکتا ہے۔

پیراسائیکالوجی (Parapsycology) کے چند ماہرین کے کارنامے بھی منظر عام پہ آئے ہیں مثلاً ایک روسی ماہر نے ایک سو بیس 120 کلو میٹر تک مسلسل میزائیلوں کو ذہنی قوت کے کنٹرول میں رکھ کر ٹھیک نشانے پر لگایا ہے، یہ سلسلہ بتا رہا ہے کہ ترقی کا سفر اپنی حقیقی منزل کی طرف جاری ہے، بھٹکنے والے لاکھ بھٹکیں مگر اپنا رخ غلط سمت نہیں رکھ سکتے کیونکہ ارشاد قدرت ہے کہ

☆ فَأَيْنَمَا تُوَلُّواْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه

یعنی جس سمت بھی رخ کیا جائے گا وجہ اللہ کا سامنا ہوگا...... یہ تو ویسے بھی مادے سے روح کی طرف کا سفر ہے، اب تو فوسلز (Fossils) کے تجزیات کے ذریعے حیات بعد الموت کو بھی تسلیم کر لیا گیا ہے، اب ایک مرتبہ پھر مابعد الطبعیات کو اہمیت حاصل ہو رہی ہے، تو یہ سب باتیں خوش آئند ہیں، کیونکہ انسان اوہام سے نکل کر اپنے قدرت کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے،

www.khrooj.com

یعنی تاریکی سے روشنی کی طرف محوِ جولان ہے۔

یہ سفر فی الحال یونی فائیڈ فیلڈ(Unified Field) پہ پہنچ کر رکا ہوا ہے، لیکن جب اگلی منزل کی طرف یہ کاروانِ ترقی جائے گا تو بے ساختہ پکارے گا

☆ مُتَّقِینَ الَّذِینَ یُومِنُونَ بِالغَیب

کہ متقین کی پہچان یہی ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں

نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن یہی انسان ترقی کرتے ہوئے اس کائنات کی اس فعال قوت کو دریافت کر لے گا کو جو پوری کائنات میں جاری و ساری ہونے کے باوجود واحد الاصل ہے، جو مرکز ہونے کے باوجود محیط ارض و سما میں گم ہے، جس کا ادراک محال ہے، جس کا عین عرفان یہی ہے کہ اس کے عرفان و اِدراک سے عجز کا اقرار کر لیا جائے اور یہ کہ وہی اصل فعال قوت ہے جو(Self Energy) سیلف انرجی یا قدرت بالذات سے مصروفِ عمل ہے اور مثبت اور منفی چارج کی وجہ سے فعال نہیں بلکہ☆کُلِ یَومٍ ھُوَ فِی شَانٍ کی مصداق ہے۔

وہی کائنات کا جنریٹر آف پاور(Jenarator of Power) ہے

جو اصلِ اصولِ کائنات ہے، جو ازلی اکائی ہے، جو عامل حقیقی ہے، فعالِ آفاقی ہے، کارفرمائے واحد ہے، متصرفِ کلی ہے، یہ سب اسی کے رنگ ہیں کہ جس ذات پاک کا اپنا کوئی رنگ ہی نہیں ہے۔

اور جس وقت انسان نے اُس فعال قوت کو دریافت کر لیا تو سمجھ لینا کہ انسان نے اپنی حقیقی منزل کو پا لیا ہے، یہی انسان کی آخری منزل ہے اور اسی منزل پر پہنچ کر ہی اِس مادّی انسان کو اپنی روحانی تسکین نصیب ہونا ہے۔

انشاءاللہ تعالیٰ

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمودِ اسلام

ایک ویرانے میں دو عارف رہتے تھے جن کا کام صرف عبادت تھا ایک دن ایک عارف نے کہا بھائی ہم پہ مالک نے احسان کیا ہے ہمیں معارف کے خزائن عطا ہوئے ہیں مکاشفات کے دروازے ہم پر وا کیئے ہیں اور ہم ان خزانوں پہ سانپ بن کر بیٹھ گئے ہیں ہمیں چاہیئے کہ جو لوگ ان خزائن کے متلاشی ہوں انہیں یہ خزانے دینا چاہئیں خصوصاً جو لوگ دنیا کے خزانوں سے محروم ہیں انہیں یہ خزانے دینا ہمارا فرض ہے یہ سن کر دوسرے عارف نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

آخر ایک دن وہ وہاں سے چلے گئے اور ایک گاؤں میں گئے اور وہاں انتہائی غریب لوگوں میں جا کر مہمان ہوئے تاکہ وہ دیکھیں کہ ان میں سے کوئی ان خزائن کا جوئیندہ بھی ہے یا نہیں۔

انہوں نے دیکھا وہاں کئی بوڑھے لوگ تھے جن کی کوئی خاص عزت بھی نہیں تھی وہ لوگ ان خزائن کے متلاشی تھے انہوں نے انہیں ساتھ ملایا اور اپنے ویرانے

www.khrooj.com

میں لے آئے پہلے وہ دو عارف تھے اب دس بارہ ہو گئے بہت خلوص سے عبادات وریاضات کرتے تھے اس ویرانے میں دو تین درخت تھے ان کے نیچے وہ رہتے تھے اور وہیں عبادت کرتے تھے۔

ایک دن ایک فقیر نے ایک عارف سے کہا بابا جی !اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں جو وقت فارغ رہتے ہیں اسی وقت میں عبادت خانہ بنا دیں تاکہ عبادت کی ایک جگہ مخصوص ہو جائے عارف نے انہیں اجازت دے دی انہوں نے وہاں مٹی گوندھ کر کچی دیواریں بنائیں اور درختوں کی بے ربط ٹہنیوں اور جھاڑ جھنکار سے اس کی چھت بنا دی ایک دن کچھ رؤسا وہاں سے شکار کیلئے گزرے اور وہاں پانی کا تالاب دیکھا انہوں نے آکر ان فقرا سے تھوڑی دور اپنے خیمے لگائے اور قیام کرلیا ان کے ساتھ کافی دیگر لوگ بھی تھے ان رؤسا نے ان فقرا کو عبادت کرتے اور ان کا ترک دنیا حسن خلق دیکھا تو بہت متاثر ہوئے اور انکی بہت عزت کرنا شروع کر دی جب بھی کوئی فقیر آتا تو وہ تعظیم کو کھڑے ہو جاتے اور بہت ادب سے پیش آتے۔

اس طرح ان رؤسا کا ان سے رابطہ ہو گیا اور آنے جانے لگے ان کی دیکھا دیکھی ان فقرا کی جماعت میں اضافہ ہوتا گیا اور پھر غریبوں کے ساتھ امیر بھی شامل ہو گئے۔

ان امرا اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہ عبادت خانہ ایک تو تنگ ہے پھر مٹی کا

ہے جو ہر بارش پہ چھل جاتا ہے چھت ہے تو پانی سیدھا اندر آتا ہے اور عبادت کرنے والوں کی عبادت میں مخل ہوتا ہے اجازت دیں تو اس کو وسیع اور پکا بنا دیں یہ کسی شخص کا گھر تو نہیں مالک کا گھر ہے اور اس کا گھر اس کے شان کے مطابق ہونا چاہیئے یہ بات سارے فقرا کو پسند آئی کسی امیر نے اینٹیں بھجوا دیں کسی نے سیمنٹ کسی نے سریا کسی نے گارڈر کسی نے ٹی آئرن اور کسی نے بہترین معمار بھیج دیئے پھر چند ماہ میں وہ عبادت خانہ تیار ہو گیا۔

اسی طرح وہ ویرانہ آبادی میں بدلنا شروع ہو گیا آنے جانے والوں کی وجہ سے وہاں کھانے کا انتظام نذر نیاز کا سامان واہتمام بھی ضروری سمجھا گیا اسی طرح اس کا ایک انچارج بھی کسی کو بنانا تھا سو ایک سمجھدار شخص کو منتخب کیا گیا جو خرید و فروخت سے آشنا ہو اور یہ کام سنبھال سکے پڑھا لکھا بھی ہو جو حساب لکھ سکے۔

یہ دستور ہے آبادی جتنی بڑھتی ہے مسائل بھی اتنے ہی بڑھتے ہیں پھر جہاں چند آدمی اکٹھے رہتے ہوں وہاں اختلاف رائے چھوٹے چھوٹے جھگڑے بھی جنم لیتے ہیں وہاں بھی یہی کچھ ہوا اور چند دانا لوگ منتخب کر کے ان کا جرگہ بنایا گیا تا کہ رفع اختلاف کا عمل بھی ہو اس طرح وہ ویرانہ ایک گاؤں میں بدل گیا اور پھر کیا ہوا۔

اس میں کوئی عبادت گاہ کا متولی بن گیا کوئی عبادت کروانے کا انچارج اور کوئی مہمانوں کا سپروائزر اور ایک بہترین نظام پر مبنی وہاں ایک چھوٹی سی سٹیٹ بن

www.khrooj.com

گئی اور پھر عہدوں کی بندر بانٹ ہونے لگی۔

جب کئی سال بعد وہ بادشاہ جو پہلے ایک مرتبہ آیا تھا وہ آیا تو اس نے دیکھا عبادت خانہ عالی شان تھا لوگوں کا ہجوم تھا اور عبادت کے اصول بن چکے تھے اوقات کی پابندی تھی عبادت گزاروں کی تنظیم یونیفارم تھی بڑے پر تکلف طریقے سے اور بڑی شان وشوکت سے مراسم عبادت ادا کئے جارہے تھے وہ بہت خوش ہوا اور اس نے وہاں ایک بڑے آدمی کو بلا کر کہا کہ آپ لوگ اس نیک کام کیلئے مبارک باد کے مستحق ہیں اگلے دن وہ وہاں سے شکار کیلئے گیا تو وہی فقیر ایک اور جنگل میں ایک درخت کے نیچے عبادت میں مصروف تھے۔

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدہ

محترم قارئین!

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ سجدہ عبادت کی روح ہے، سجدہ عین مقام قرب الٰہی ہے، سجدہ اللہ جل جلالہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، سجدہ وہ رکن ہے جو نماز کے بغیر بھی محبوب ہے، سجدہ عبادت کا وہ رکن ہے جو کسی بھی نبی یا کسی بھی روحانی مذہب نے ترک نہیں کیا، بلکہ یہ جملہ مذاہب عالم کی عبادات کا حصہ ہے، سجدہ کمال احترام اور انکسار کا نام ہے، سجدہ انتہائی ذلت و عاجزی ہے، سجدہ منتہائے عبدیت ہے۔ آیئے ہم بھی اس سجدہ کی تھوڑی سے وضاحت کرنے کیلئے اس کا تجزیہ کرتے چلیں۔

دوستو! دنیا کا کوئی بھی عمل یا فعل ہے تو اُس کی بنیاد تین چیزوں پر قائم ہوتی ہے یعنی

1 ......فعل ....2 ......فاعل ....3 ......مفعول

بعینہٖ سجدہ ایک فعل ہے جس کا فاعل ساجد کہلاتا ہے اور مفعول مسجود ہوتا ہے کہ جسے سجدہ کیا جاتا ہے، سجدہ کے معنی ہیں اظہارِ ذلت ......اور...... عجز و انکساری، یعنی

کسی کی عظمت وجلالت دیکھتے ہوئے اس کے سامنے اپنی پیشانی اور ناک زمین سے لگادینے کو سجدہ کہتے ہیں۔

آپ نے سجدے کی تعریف ملاحظہ فرمائی اب میں آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ''سجدہ'' کا کمال کن چیزوں میں مضمر ہے۔

()

سجدے میں پہلی چیز ہے ''عقیدہ''......یعنی کسی کی عظمت وجلالت اس حد تک اعتقاد میں داخل ہوجائے کہ جو انسان کو اپنی ہی نظروں میں اس کے سامنے ذلیل اور اپنے مقابل کو جلیل ثابت کردے۔

()

سجدے میں دوسری چیز ہے ''ہیئت''......یعنی سجدے کی ایک مخصوص شکل بھی ہے سجدہ کے متعلق جو حکم ہے اُس میں فرمایا گیا ہے کہ سجدہ کی حالت میں انسانی جسم کے سات اعضاء زمین سے متصل ہونا ضروری ہیں یعنی دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں کے انگوٹھے اور پیشانی اس میں ناک بھی شامل ہوجائے تو بہتر مانا جاتا ہے ورنہ شرط نہیں

آپ ان دونوں چیزوں کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں انسان کے باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔

جیسا کہ اس میں ایک عقیدہ ہے یہ داخلی کیفیت ہے، یہ ایمانِ قلبی ہے، یہ یقین

www.khrooj.com

سری ہے، یعنی انسان جب خود کو ذلیل و عاجز و کمزور ومحتاج سمجھ لیتا ہے تو اس وقت اس کیفیت میں ایمان قلبی کے اظہار کو ضروری سمجھتے ہوئے انسان اپنے جسم کو اس اعتقاد کے اظہار کا وسیلہ بناتا ہے۔

دوستو! یہ بھی حقیقت ہے کہ جذبہءِ تعظیم و عقیدت بھی کئی درجات کا حامل ہوتا ہے، اس لئے اس کے اظہار کے بھی کئی درجات ہوتے ہیں، جن کا اظہار انسان جسمانی اشاروں سے کرتا ہے، یعنی کبھی ہاتھ جوڑ لیتا ہے، کبھی کھڑے کھڑے سر جھکا لیتا ہے، کبھی کھڑے ہوئے خود جھک جاتا ہے، یعنی اس اظہار کے طریقوں میں عام زمینداروں سرداروں اور علماء وفقراء کی تعظیم سے لے کر مذہبی عبادت گاہوں، پگوڈوں، گرجوں، مندروں اور ٹیمپلز کی عبادتوں میں ادا ہونے والے سارے طریقے آجاتے ہیں۔

یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ سجدہ قلبی کیفیت اور اظہار بالجوارح سے مل کر بننے والی چیز ہے جو عقیدت واحترام و بندگی کی علامت ہوتا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جیسے جیسے انسان کے اندر اپنے محترم ومکرم کے احترام و اکرام کی مقدار بڑھتی ہے اور اس کی عظمت وجلالت کا یقین کامل ہوتا جاتا ہے تو اس کے اظہار میں بھی کمال پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے، یعنی سر کے معمولی سے جھکاؤ سے یہ عمل شروع ہوتا ہے اور جیسے جیسے اپنے مقابل کی عظمت وجلالت کا یقین کامل ہوتا جاتا ہے اور اپنی ذلت و عجز کا یقین کامل ہوتا جاتا ہے اسی حساب

سے جھکاؤ یا جھکنے کا عمل بڑھتا جاتا ہے، اور کمال عظمت وجلالت کے ادراک کے ساتھ ہی انسان کا بلند ترین مقام یعنی پیشانی جھکتے جھکتے زمین سے لگ جاتی ہے، کیونکہ انسان کی ذاتی عظمت و وقار کی علامت اس کا سر ہوتا ہے اس لئے سر کسی دوسرے کی عزت و احترام میں اتنا جھکتا ہے کہ وہ اپنی پستی کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ اس کی نظر میں اس کا مقابل انتہائی بلند ترین مقام کا حامل ہے کیونکہ پیشانی کا اس مقام سے متصل ہوجانا کہ جہاں [زمین پر] دوسرے افراد کے قدم چلتے ہیں، جوتیاں مس ہوتی ہیں، وہاں سر اور پیشانی کا لگا دینا کمال عقیدت اور اپنی عاجزی و ذلت کے اظہار کی انتہا قرار پاتی ہے اور یہ بات اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ اَے میرے مقابل! میں تیرے سامنے انتہائی ذلیل وحقیر ہوں اور تو میرے مقابلے میں جلیل ترین و بلند ترین ہے۔

دوستو! ......اگر اس اظہار کے عمل میں دو اور چیزیں بھی شامل ہوجائیں تو پھر ایمان کی ساری شرطیں پوری ہوجاتی ہیں یعنی ''اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب''

زبان سے اقرار اور دل کی تصدیق بھی اس ہیئت میں شامل ہوجائے تو پھر ایمان کے سارے اجزاء کی خود بخود تکمیل ہوجاتی ہے

چونکہ ایمان کی شرائط میں سے اقرار باللسان، تصدیق بالقلب، اور اظہار بالجوارح سجدہ میں ایمان کو داخل کردیتے ہیں، اور یہ تینوں چیزیں جب ملتی ہیں

www.khrooj.com

تو ایک کامل سجدہ قرار پاتی ہیں۔

یہاں مجھے جناب جوشؔ کا ایک شعر یاد آ رہا ہے کہ

کیا نمازِ شاہؑ تھی ارکانِ ایمانی کے ساتھ
دل بھی جھک جاتا تھا ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ

☆☆☆

دوستو! یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک جز بھی کم ہو گی تو سجدہ کامل نہیں ہوگا، یعنی اگر تصدیق قلبی نہ ہو اور اعضا و جوارح سے اظہار ہو اور زبان سے اقرار بھی ہو تو پھر یہ یا تو نفاق ہو گا یا پھر تقیہ ہو گا، یعنی اگر اللہ جل جلالہ کے سجدے میں تصدیق قلبی نہ ہو گی تو یہ سجدہ منافقت قرار پائے گا۔

اسی طرح اگر کسی غیر اللہ کے سجدے کیلئے کسی مومن کو مجبور کیا جائے اور وہ بلا تصدیق قلبی سجدہ کر دے تو یہ بوجہ مجبوری اس کا تقیہ ہوگا، اس بات کی ایک معتبر سند یا حوالہ یہ ہے کہ جس وقت جناب عمار یاسر کو کفار نے اپنے بتوں کے سامنے جھکا دیا تھا تو اللہ جل جلالہ نے انہیں مومن ہی قرار دیا تھا، اور فرمایا کہ دل میں اللہ جل جلالہ کی بغاوت کا خیال نہ ہو تو غیر اللہ کو جھکنا کوئی جرم نہیں ہے۔

سجدہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نہ تو دل میں تصدیق ہو اور نہ ہی زبان سے اقرار ہو اور سجدہ کر لیا جائے تو یہ فعل عبث ہے یعنی ایک بے فائدہ عمل ہے۔

یعنی انسان کسی درخت کو سجدہ کرتا ہے یا کسی راہ جاتے راہی کو سجدہ کر دیتا ہے مگر

نہ ہی وہ زبان سے اسے معبود یا مسجود کہتا ہے اور نہ ہی دل میں اس کا کوئی احترام رکھتا ہے تو یہ سجدہ دیکھنے کو تو سجدہ ہے مگر یہ ایک بے سود عمل ہے یا بے فائدہ کام ہے۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ سجدہ کفر یا شرک بھی نہیں ہے، کیونکہ ایسا سجدہ کرنے والے کو آپ جاہل یا احمق تو کہہ سکتے ہیں مگر اسے مشرک نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اس نے اس راہی کو اللہ سمجھ کر سجدہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے اللہ کہا ہے بلکہ اسے ایک عام گنہگار بندہ سمجھ کر اور قلبی احترام کے بغیر سجدہ کیا ہے، اس لئے وہ نہ کافر ہے، نہ مشرک ہے۔

دوستو! یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کے مشرک ہونے کیلئے سجدہ شرط نہیں بلکہ غیر اللہ کو اللہ سمجھ لینا ہی مشرک و کافر ہونے کیلئے کافی ہے، چاہے کوئی اسے سجدہ کرے یا نہ کرے یعنی شرک کا انحصار سجدہ پر نہیں ہے بلکہ کسی غیر کو اللہ سمجھنا ہی شرک ہے۔

اِس لئے اگر کوئی آدمی کسی گدھے کو بھی سجدہ کر دے تو اس وقت تک مشرک نہیں ہوتا جب تک وہ اسے نعوذ باللہ اپنا خدا نہیں مانتا ......اگر وہ سجدہ کرنے والا کہے کہ میں نے تو بس یونہی سجدہ کر دیا ہے اور میں گدھے کو گدھا ہی سمجھتا ہوں اور اس کے کمال گدھے پن کو سجدہ کرتا ہوں تو پھر اس انسان کو آپ ''گدھا'' تو سمجھ سکتے ہیں مگر مشرک نہیں سمجھ سکتے۔

www.khrooj.com

میں اپنے دوستوں سے اکثر یہ گذارش کرتا ہوں کہ ''اگر اللہ سمجھ کر کعبہ کا سجدہ کیا جائے تو بھی شرک ہے، اور اگر اللہ نہ سمجھتے ہوئے کسی دیوار کا سجدہ بھی کر لیا جائے تو شرک نہیں بلکہ فعل عبث ہے'' اسی بات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر اللہ کو غیر اللہ سمجھ کر سجدہ کیا جائے تو بھی کفر ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ساری بات ''سمجھنے'' کی ہے کہ سجدہ کرنے والا کیا سمجھ کر سجدہ کرر ہا ہے، جیسی اس کی نیت ہوگی ویسا اس پر حکم لگایا جائیگا ☆انما الاعمال بالنیات

کچھ لوگوں کی زبان سے یہ بات سنی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کر دیا جائے تو اللہ جل جلالہ کیلئے باقی کیا بچ جائے گا؟

کہنے والوں کا کہنا ہے کہ تعظیم میں درجہ بندی ہونا چاہیے یعنی جو اللہ کیلئے مخصوص تعظیم کا انداز ہو وہ کسی دوسرے کو نہیں دینا چاہیے، بہت اچھی بات ہے مگر ادھوری ہے کیونکہ وہ یہ نہیں بتاتے کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کی پاک آل کیلئے تعظیم کا کیا طریقہ ہونا چاہیے، پھران کے منسوبات کیلئے تعظیم کا کیا انداز ہونا چاہیے؟

لازم تو یہ تھا کہ کہنے والے تعظیم کے درجات کا تعین کرتے اور پھر تعظیم کی حدیں مقرر کرتے مگر ایسا انہوں نے کیا نہیں ہے، نہ انہوں نے تعظیم کے درجات اور انداز مقرر کئے ہیں، نہ ان کی حدیں اور ہیئت مقرر کی ہے۔

www.khrooj.com

ان پر لازم تھا کہ وہ بتاتے کہ اللہ کو سجدہ کرنا ہے، سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلیئے سر جھکا کر صلوات پڑھنا کافی ہے، اہل بیت پاک علیہم الصلواۃ والسلام موجود ہوں تو ان کے ہاتھ اور پیشانی چوم کر صلوات پڑھنا چاہیے، عام سادات کے ہاتھ چومنا چاہیں، پیشانی چومنا اور صلوات پڑھنا آل کیلیئے مخصوص ہے۔

اسی طرح ادب کے جتنے طریقے ہیں انہیں ٹھیک ٹھیک تقسیم کر دیا جاتا تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ،مگر آج تک کسی صاحب جبہ و دستار نے ایسا نہیں کیا، آخر کیوں؟

اِس معاملہ میں ایک مشکل یہ بھی درپیش ہے کہ تعظیم کے انداز بہت ہی محدود ہیں اور صاحبانِ تعظیم بہت زیادہ ہیں یعنی

() اللہ جل جلالہ
() سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
() چہاردہ معصومین علیہم الصلواۃ والسلام
() پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کے باقی مقدس افراد
() انبیاء ورسل علیہم السلام
() سادات عظام
() اولیائے کرام
() اصحاب کرام
() متعلقات ومنسوباتِ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
() مشاہد مقدسہ
() علمائے ربانی
() والدین
() متقین
() صالحین
() اسی طرح بہت ہیں اور ان سب کے

آ خر میں نام نہاد علماء صاحبان
مشاہدہ پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہوا کرتی اور یہ عام مشاہداتی حقیقت ہے کہ ہمارے ہاں علماء کا بہت زیادہ ادب ہوتا ہے اور لوگ ان کی پیشانی کا بوسہ بھی لیتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں، ان کے ہاتھ چومتے ہوئے بھی دیکھے جاسکتے ہیں، ان کے سامنے لوگ جھکتے بھی ہیں، ان کے قدموں پر ہاتھ لگاتے ہیں، ان کی نعلین برداری تک کرتے ہیں، یعنی صرف اور صرف سجدہ کے علاوہ باقی جتنی تعظیم ہے یا خاندانِ توحید و رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کے جتنے خطاب والقابات ہیں وہ تو ہمارے علماء کرام خود لے رہے ہیں، اور کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ اس بات پر کسی نامور اور جید عالم نے کوئی اعتراض وارد کیا ہو۔

اب آپ یہ فیصلہ بھی کردیں کہ پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کیلئے کون سی تعظیم باقی بچی ہوئی ہے؟ کیا تعظیم فقط اللہ جل جلالہ اور علمائے کرام کیلئے ہے باقی سب کی تعظیم کرنا شرک ہے؟

کیا کبھی کسی عالم نے اپنے ہاتھ چومنے والے، جھکنے والے کو یہ بھی کہا ہے کہ یہ تعظیم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مخصوص ہے، یا یہ کہا ہو کہ اس طرح ہمارے ہاتھ اور پیشانیاں چومنا شرک بالنبوت ہے یا شرک بالامامت ہے؟

دوستو! شاید کہنے والے یہ کہہ دیں کہ یہ ترتیب بنانا لازم ہے ورنہ اللہ جل جلالہ کیلئے کچھ بھی باقی نہیں بچ جاتا تو ان سے یہ گذارش کروں گا کہ آپ یہ بھی تو

بتائیں کہ کیا اللہ جل جلالہ نے بھی کہیں یہ تعظیمی درجات مقرر فرمائے ہیں؟ کیا اس نے بھی تعظیمی تخصیص رکھی ہوئی ہے؟

اللہ جل جلالہ نے سب سے پہلے جناب آدم علیہ السلام کو خود سجدہ کروایا ہے جس کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں موجود ہے، جناب یعقوب علیہ السلام کے سجدے کا ذکر بھی تو قرانِ کریم کی سورۂ یوسف میں موجود ہے

☆وَرَفَعَ أَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ وَخَرُّواۡ لَهُ سُجَّداً وَقَالَ يَا أَبَتِ هَـٰذَا تَأۡوِيلُ رُؤۡيَایَ

اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب کے سب سجدہ میں گر پڑے۔

اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس سجدہ کی مذمت کہیں بھی نہیں کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے اپنی تائید عطا فرمائی ہے، اسی طرح کتب ساوی سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام آنے والے ملکوت کو سجدہ کرتے تھے، مختلف اُمتیں اپنے وقت کے پاک انبیاء و رسل علیہم السلام کو سجدہ کیا کرتی تھیں جس پر خلاقِ ازل کی طرف سے کوئی اعتراض وارد نہیں کیا گیا تھا، اسی طرح انبیاء ما سلف کے منسوبات کو اُن کی امت سجدہ کرتی تھی جیسا کہ تابوتِ سکینہ اور بابِ حطہ کے سامنے پوری قوم بنی اسرائیل کا سجدہ کرنا کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کی پاک والدہ گرامی القدر جنابِ مریم سلام اللہ علیہا جس وقت اپنی خالہ زاد بہن یعنی جناب یحییٰ علیہ السلام کی والدہ کے سامنے تشریف

لاتی تھیں کہ جن دنوں جناب یحییٰ علیہ السلام ان کے بطن میں تھے تو جناب یحییٰ علیہ السلام بطن مادر سے آواز دے کر فرماتے تھے کہ اے والدہ گرامی ! کیا آپ بہترین زنان عالم کی تعظیم نہیں کریں گی ،فوراً کھڑی ہو جائیں ...... یہ آپس میں خالہ زاد تھیں

حیات القلوب میں ہے کہ

پس یحییٰ علیہ السلام درشکم اُو سجدہ کرد برائے تعظیم عیسیٰ علیه السلام و ایں اول تصدیقی بود که او کرد

بحوالہ تفسیر عسکری علیہ الصلواۃ والسلام

اس کے بعد صلوات کا نمبر آتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ جل جلالہ کا رویہ کوئی تخصیصی نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات کا حکم فرماتا ہے، ساتھ ہی مومنین پر بھی صلوات کا حکم فرماتا ہے، تو کیا نعوذ باللہ اللہ جل جلالہ کی نظر میں اس کے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام مومن میں کوئی فرق نہیں ہے؟ آلام ومصائب وتکالیف پر صابر وشاکر مومنین کے متعلق ہے کہ

☆أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ()

(سورہ البقرہ 157)

یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور یہی

وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں

اسی طرح اللہ جل جلالہ مومنین پر بھی صلوات پڑھتا ہے اور اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی صلوات پڑھتا ہے اور ان کی آل پر بھی صلوات پڑھتا ہے اور مومنین کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل علیہم الصلواۃ والسلام پر صلوات پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور پھر اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین پر صلوات پڑھنے کا حکم فرماتا ہے

فرامین آئمہ اطہار علیہم الصلواۃ میں یہ بھی ہے کہ جو شخص خلوصِ نیت کے ساتھ ایک مرتبہ محمدؐ و آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام پر صلواۃ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت واسعہ کے سبب ہزار صف ملائکہ میں اُس شخص پر ہزار مرتبہ صلواۃ پڑھتا ہے۔

اب آپ بتائیں کہ اللہ جل جلالہ تو جو پروٹوکول اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے رہا ہے وہی مومنین کو بھی دے رہا ہے، تو پھر ہمیں خالق سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ تو نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کیا بچایا ہے؟

کئی لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صلوات علیٰ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایں معنی نہیں کہ جن معانی میں صلوات علیٰ المومنین ہے۔ اگر اِس بات کو سچ مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی فعل نیت اور مرتبہ کے ساتھ اپنا مفہوم بدل دیتا ہے، تو پھر سجدہ کے بارے میں یہ فارمولا کیوں قبول نہیں کیا جاتا؟

www.khrooj.com

یہ کیوں نہیں مانا جاتا کہ اللہ کا سجدہ بحیثیت خالق ہے، اور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سجدہ ان کے پاک حبیب ہونے کی حیثیت سے ہے، اور آئمہ ہدیٰ علیہم الصلواۃ والسلام کا سجدہ ان کے ولی مطلق ہونے کی حیثیت سے ہے، اور ان کے متعلقات کا سجدہ ان کی نسبت سے ہے۔ حالانکہ درج بالا اصول کے مطابق نیت اور مرتبہ کی تبدیلی فعل کی حیثیت کو بدل دیتی ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہونے دیا گیا۔

چونکہ ہمارا آج کی اِس تقریر کا عنوان ''سجدہ'' ہے اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے خود پروردگارِ کائنات نے جناب آدم علیہ السلام کا سجدہ کرایا تھا تو ثابت ہوا کہ سجدہ وہ عظیم چیز ہے کہ جس نے ملکوت کو ابلیس بننے سے بچالیا، سجدہ وہ عظیم چیز ہے کہ جس نے ابلیس کوملکوت سے جدا کر کے ہمیشہ کی لعنت میں مبتلا کر دیا

آج میں آپ کو اِسی بزم قدسی میں لے جانا چاہتا ہوں اور وہاں کے چند مناظر دِکھانا چاہتا ہوں کہ جہاں ایک ایسا سجدہ ہو رہا ہے جس نے ایک بہت بڑے عبادت گزار کے لاکھوں برس کے سجدوں کو نابود کر کے اسے قعر مذلت میں دھکیل دیا۔

قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب ہے اس میں جا بجا موقع ومحل کی مناسبت سے اس واقعہ کومختلف الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

بات بہت طویل ہے، اس واقعہ میں لاتعداد نکات واسرار ہیں، اس ساری کہانی کا ایک ایک لفظ قابل تشریح ہے، اگر میں اس پورے واقعہ کی توضیح وتشریح کرنا شروع کر دوں تو شاید مجھے ایک مکمل عشرہ تو لگ ہی جائے گا جبکہ میرے پاس صرف آج کی ایک ہی مجلس ہے اور اسی میں میں نے اپنے موضوع کو سمیٹنا ہے، اس لئے یہاں صرف ایک نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ ہے ''سجدہ''

☆وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلاَئِكَةِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ الأَرْضِ خَلِیْفَةً

(سورہ البقرہ30)

فرمانِ ربِّ ذوالجلال والاکرام ہوتا ہے کہ اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیک وآلک وسلم! وہ وقت یاد کریں کہ جب آپ کے پروردگارِ عالمین نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

ملکوت نے نہ تو جناب آدم علیہ السلام کی ذات پر اعتراض کیا اور نہ ہی سجدے پر، بلکہ ان کے منصب خلافت کیلئے اپنی ذات کو پیش کیا ہے جس کا جواب خالق نے یہ دیا

☆قَالَ إِنِّیْ أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُوْن

کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، لہٰذا یہ بات یہیں ختم ہوگئی

جناب آدم علیہ السلام کو بنانے والوں نے بنا دیا، چالیس دن مٹی گوندھی گئی، پھر وہ دن بھی آیا کہ وہ تقریب سعید منعقد ہوئی کہ جس میں سجدہ کا حکم دیا جانا تھا،

ملکوت کی صفیں استوار ہوگئیں، معلم ملکوت ابلیس جس کی کنیت ابومرہ ہے، یہ وہاں موجود تھا

اس وقت اللہ جل جلالہ کی طرف سے صدا دینے والے نے صدا دی یہ مٹی کا پتلہ تیار ہو چکا ہے

☆وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ......(سورہ ص 72)

جب ہم اس میں اپنی روح میں سے نفخ کردیں تو تم سب اس کے سجدہ میں جھک جانا

کاش ملا، ملکوت کی ساری صفیں ایک دم الرٹ ہوگئیں، ادھر روح روانہ ہوئی، ادھر اُنہوں نے جھکنا شروع کیا، روحِ الٰہی جسم آدم میں قیام پذیر ہوئی، ادھر ملکوت کی جبینیں زمین سے پیوند ہوگئیں۔

اس وقت اللہ جل جلالہ نے دیکھا کہ ایک چودھری اپنے مقام پر کھڑا ہے اور ٹکٹکی باندھے جناب آدم علیہ السلام کو دیکھ رہا ہے، رب آدم وابلیس نے سوال کیا کہ

☆قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ......(سورہ ص 75)

اے ابلیس کس چیز نے تمہیں اِس کو سجدہ کرنے سے روکا کہ جسے میرے دونوں ہاتھوں نے بنایا، کیا تو نے تکبر کیا، یا تو عالین میں سے تھا؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ جب ہم نے ''حکم'' فرمایا تھا تو

پھر تو نے نافرمانی کیوں کی؟ اور ہمارے حکم کے باوجود سجدہ کیوں نہیں کیا؟ بلکہ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ جسے ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا تھا اس کے سجدے میں تجھے کیا مانع ہوا، یعنی اسے مطعون کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ بات قرار پائی۔

اس سے ثابت ہوا کہ ابلیس پر اولین جو فرد جرم عائد ہوئی ہے اس میں روح اِلٰہی کو سجدہ نہ کرنا نہیں ہے، اور نہ ہی حکم الٰہی کی نافرمانی کا اسے مجرم قرار دیا گیا ہے، بلکہ اس کے دونوں ہاتھوں کے بنائے ہوئے کا سجدہ نہ کرنے کا جرم عائد ہوا ہے۔

اب اس نے منطقی دلیل دی کہ

☆قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ

(سورہ ص 76)

میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اور آگ مٹی سے افضل ہوتی ہے کیونکہ ہر لطیف اپنے سے کثیف سے افضل ہوتی ہے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سزا تو اس کی مل رہی ہے کہ تو نے میرے دونوں ہاتھوں کے بنائے کا سجدہ نہیں کیا۔ ابلیس کا حق بنتا تھا کہ وہ بارگاہ الٰہی

www.khrooj.com

میں عرض کرتا کہ خالق اگر اسے تو نے بنایا ہے تو مجھے کس نے بنایا ہے؟ مجھے بھی تو تو نے ہی بنایا ہے پھر اس میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں ہم دونوں کا بنانے والا تو ہی ہے جب اس کی کوئی انفرادی فضیلت بیان فرماؤ تب فرد جرم عائد کرو

مگر ابلیس جانتا تھا کہ مجھے بھی خلق تو اللہ جل جلالہ نے کیا ہے اور کہہ بھی رہا تھا کہ مجھے تو نے آگ سے خلق کیا ہے، مگر وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ چاہے میں کسی افضل چیز سے ہی کیوں نہیں بنا مگر مجھے اللہ کے ''دونوں ہاتھوں'' نے نہیں بنایا کیونکہ جسے اللہ کے دونوں ہاتھ مل کر بنائیں وہ مسجود ملائکہ ہوتا ہے اور جسے صرف مراحل تخلیق سے گزارا جائے وہ اگرچہ معلم ملکوت ہی کیوں نہ ہو جائے وہ مقام ہرگز حاصل نہیں کرسکتا۔ آپ جیسے صاحبانِ علم و معرفت کے سامنے میں طوالت سے بچنے کیلئے اس بات کی وضاحت فی الحال نہیں کرنا چاہتا کہ تخلیق حضرت آدم علیہ السلام جن دو ہاتھوں سے ہوئی تھی وہ کون تھے، امید ہے آپ جانتے ہی ہوں گے

اب جب اس نے منطقی اور عقلی دلائل پیش کیئے تو اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کے دلائل کی تردید نہیں کی بلکہ بلاتوقف جھڑک کر فرمایا کہ

☆قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ...... (77)

پس تو فوراً اس میں سے نکل جا یقیناً تو مردود ہے

اس میں ''منھا'' واحد مؤنث کیلیئے استعمال ہوتا ہے جس کے لفظی معنی ہیں ''اس [مؤنث] سے نکل جا کیونکہ تو رجیم ہے......اب اس میں لفظ رجیم بھی قابل تشریح ہے کیونکہ رجم کے پچاس سے زیادہ معنی ہیں جس میں پتھر مارنا، قبر پر پتھر کھڑا کرنا، تنور، قبر، کنویں کا دہانہ، ہمنشین ہونا، بے سمجھے بات کرنا، کنکریاں پھینکنا، یونہی بات گھڑ لینا یہاں تک کہ ترجمہ اور ترجمان بھی اسی رجم ہی سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں، اب آپ خود سوچیں کہ یہ لفظ کتنی زیادہ تشریح کا طالب ہے مگر ہمارا موضوع ہے ''سجدہ'' اور میں اِسی تک ہی محدود رہنا چاہتا ہوں

دوستو!......آپ نے جناب آدم کا واقعہ سنا، اس میں دیکھا ہے کہ ملکوت سے اللہ نے جناب آدم کا سجدہ کروایا، ملائکہ نے اس کے سجدے کو عین اللہ کا سجدہ سمجھا

وہاں ابلیس نے اسے غیر اللہ سمجھا، اور وہ غیر اللہ کے سجدہ کے جواز و ناجواز کو ہی سوچتا رہا اور ''امر اللہ'' کو نہ دیکھا، اس لیئے دلائل عقلی سے اجتہاد کیا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ ایک تو یہ غیر اللہ ہے، پھر یہ مٹی کا بنا ہوا ہے جبکہ مجھے تم نے آگ سے خلق فرمایا ہے، اور اسی اجتہادی خطا نے اسے کافر بنا دیا

اسی لیئے خالق کائنات نے سورہ الکھف کی آیہ 50 میں فرمایا ہے کہ

☆فَفَسَقَ عَن اَمرِ رَبِّهٖ......پس اس نے اپنے رب کے امر سے فسق کیا

☆وَكَانَ مِنَ الكَافِرِينَ......اور کافروں میں سے ہو گیا (سورہ ص آیہ 74)

www.khrooj.com

اس سے ثابت ہے کہ امر رب کے بالمقابل اجتہادی رائے کافر بنا دیتی ہے در اصل اس اجتہاد کے مسئلہ نے ہی بڑی خرابی پیدا کی ہے،جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت ابلیس ملعون کی طرف سے ہوئی تھی

اب اِسی موقعہ پر ملکوت کا رویہ دیکھیں کہ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ تحریم کی آیہ 6 میں فرمایا ہے کہ

''لَا یَعصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُم وَ یَفعَلُونَ مَا یُؤمَرُونَ''

وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں نافرمانی نہیں کرتے جس کا اُنہیں حکم دیا گیا ہو اور جس کا انہیں امر دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں ...... گویا یہ ایک سند ہے مطیع ہونے کی

انہوں نے نفخ روح کی تکمیل پر فوراً سجدہ کر دیا، جو فرشتے ایک چشم زدن کیلئے نافرمانی نہیں کرتے اور ہر امر کی فوراً اطاعت کرتے ہیں جب وہ سجدہ کر رہے ہیں اور اُن پر آج تک کسی نے کوئی فتویٰ لگانے کی جرأت بھی نہیں کی ،تو پھر میں یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ انوارِ الٰہیہ مقدسہ کے سجدہ کو غیر اللہ میں کیوں داخل کیا جا رہا ہے؟ اور اس کیلئے سجدۂ عبادتی اور سجدۂ تعظیمی کی اصطلاحیں یا تاویلیں کیوں کی جاتی ہیں؟ اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ سجدۂ عبادتی اور سجدۂ تعظیمی سے ان کی مراد کیا ہے،اس لیئے اس پر کچھ کہنا مناسب نہیں ہے

یہ سب امور ثابت کرتے ہیں کہ واقعاً سجدۂ آدم غیر اللہ کا سجدہ نہیں تھا، چونکہ امر

www.khrooj.com

کی اطاعت میں یہ سجدہ کیا گیا تھا اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ سجدہ ''للہ'' تھا۔ خدا رحم کرے ہمارے احباب پر جو آج تک غیر اللہ کی حد کو اور ''للہ'' کو نہیں معلوم کر سکے۔

دوستو !...... یہاں ایک اور بات کرنے لگا ہوں وہ یہ ہے کہ ان ذوات متعالیات علیہم الصلواۃ والسلام نے پوری زندگی سوائے اللہ جل جلالہ کے کسی کا سجدہ نہیں کیا یعنی انہوں نے جب بھی سجدہ کیا ہے تو اپنے امیجیٹ کا سجدہ کیا چونکہ اُن پاک ذوات کا ہر فعل ہمارے لیئے اُسوۂ حسنہ ہے اس لئے ثابت ہو گیا کہ سجدہ امیجیٹ کا ہوتا ہے، یا اسی کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ بیت اللہ کا سجدہ اللہ کا سجدہ نہیں بلکہ اس کی وجہ سے سجدہ ہے، کیونکہ بیت اللہ کو عین اللہ مان کر سجدہ کرنے والا مشرک ہے، اور اسے غیر اللہ سمجھ کر سجدہ نہ کرنے والا کافر ہے ''اب ہمیں یہ درس مل گیا کہ ہمارے لئے یہی لازم ہے کہ ہم بھی اپنے امیجیٹ کا سجدہ کریں یا اس کی نسبت کو سجدہ کریں''

اب اللہ کو بھی ہم سجدہ کریں گے تو اس لئے نہیں کریں گے وہ ہمارا اللہ جل جلالہ ہے بلکہ اللہ جل جلالہ کا سجدہ بھی کریں گے تو اپنے امیجیٹ کی نسبت سے کریں گے کہ ہم اس کا سجدہ کر رہے ہیں جو ہمارے امیجیٹ کا بھی اللہ اور مسجود ہے اور ان سے محبت فرمانے والا ہے یعنی ان کی وجہ سے ہم اللہ کا سجدہ کریں گے نہ کہ کسی ذاتی وجہ سے۔

یہاں جوشِ عقیدت میں ایک قلندرانہ بات کہنے لگا ہوں، للہ مجھ پر کوئی فتویٰ نہ لگانا کہ جب بھی آپ نے اللہ جل جلالہ کا سجدہ کرنا ہو تو یہ سمجھ کر کریں کہ میں اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عاشق کا سجدہ کر رہا ہوں۔

اِس دور میں کہا جا رہا ہے کہ سجدہ صرف اللہ کا ہوتا ہے

☆ السجدة لله ...... ☆هل من مسجود غير الله ......☆ ولا سجدة الا لله

یعنی سجدہ اللہ ہی کیلئے وقف ہے اور اللہ کے سوا کون مسجود ہے اور سجدہ اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی کا جائز نہیں۔

دوستو! یہ جو لفظ ''للہ'' ہے، اگر اسے سمجھ لیا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جو چیزیں ''للہ'' ہوتی ہیں وہ اللہ جل جلالہ کے حوالے سے ہوتی ہیں اس کی ذات پر موقوف نہیں ہوتیں ...... کعبہ کا سجدہ ''للہ'' ہے، اگر سجدہ اس کی ذات پر موقوف ہوتا تو سوائے اس کی ذات کے کسی کو سجدہ کرنا جائز ہی نہ ہوتا اور اس کی ذات کا سجدہ بلا وسیلہ ممکن ہی نہیں ہے

اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ ☆البيعة لله ......یعنی بیعت اللہ کیلئے ہے

اب آپ سوچیں کہ اللہ کی بیعت بلا وسیلہ ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو کسی شخص نے آج تک اللہ جل جلالہ کی ذات کے ہاتھ پر کبھی بیعت کی بھی ہے؟

اب اس کلیہ کو پھر آزما کر دیکھیں کہ پاک ذواتِ متعالیات علیہم الصلواۃ

www.khrooj.com

والسلام نے اپنی ذات کو اللہ جل جلالہ کے پاس بیچ دیا ہے، اورہمیں ان کے پاس اپنی ذات کو بیچ دینا ہے،ہمیں ان کی بیعت کرنا ہے، یہی اللہ جل جلالہ کی بیعت قرار پائے گی

دوستو! یہ بات بھی یاد رہے کہ جو سجدہ ''من اللہ'' اور ''للہ'' اور ''بامراللہ'' ہوتا ہے وہ عین اللہ کا سجدہ ہوتا ہے یعنی نسبت کا سجدہ ہی عین اللہ کا سجدہ ہوتا ہے

اسی طرح عظمت بھی محض اسی کیلئے ہے......اَلعَظمَۃُ لِلّٰہِ وَالشَفقَۃُ علیٰ خلقَ اللّٰہ

فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ودرخشاں ہے کہ ہرعظمت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اوراُس کی شفقت مخلوق کیلئے ہے، پس عبادت ہو یا کہ عظمت ہو سب ہی خداوند عالم کیلئے ہیں۔

اب ذرا عبادت وعظمت کے مفہوم کو دیکھتے ہیں کہ ان کا صحیح مطلب ہے کیا؟

عظمت اِلٰہیہ پرتو حدیث بالا اورقرآن مجید میں(وَھُوَالعَلِیُّ العَظِیم) ناطق ہے

کہ عظمت صرف اللہ کیلئے ہے۔تعظیم دل کی تصدیق اوراقرارِ زبان سے بھی ہو جاتی ہے اورکسی کیلئے کھڑے ہونے سے بھی ہو جاتی ہے اورکسی کے آگے جھک جانے سے بھی ہو جاتی ہے اورکسی کیلئے سجدہ کرنے سے بھی ہو جاتی ہے اور ہوتی ہے۔

اب نماز جس کو افضل عبادت تسلیم کیا جاتا ہے اس میں یہ سب امور داخل ہیں، تصدیق دل بھی ہے، اقرار زبان بھی ہے، اور قیام ورکوع وسجدہ بھی ہے، اور انہی افعال کا نام عبادت ہے، ذرا دوبارہ غور کریں کہ نمازی نماز میں یہ سب امور خدا کیلئے بجالاتا ہے، اوراس کی تعظیم کیلئے ہی بجالاتا ہے، اور اِنہی افعال کو عبادت بھی مانا جاتا ہے...... اگر غیر اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا جائز مانا جائے گا تو ہر شخص جو غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہو اس کے عمل کا جواز ثابت ہو جائے گا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ

هل من معبود غيرالله......هل من مسجود غير الله...... لا عبادة الا لِلهِ ولا سجدة الا لِلهِ...... اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون معبود ومسجود ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ تو کسی کیلئے عبادت ہے اور نہ ہی سجدہ ہے۔

پس خداوند عالم کے سوا کوئی مبعود نہیں ہے، غیر اللہ کی عبادت حرام اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے، ایسا عمل کرنے والا ضرور کافر ومشرک ہوگا اور ہو جاتا ہے۔

یہاں بقدر ضرورت اپنی پہلی بات کا اعادہ کرتے ہوئے یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خداوند عالم سورہ ص میں فرماتا ہے

☆إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّى خَالِقٌ بَشَراً مِن طِيْن ()فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِيْن ()فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ (73)

جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے فرمایا یقیناً میں مٹی سے ایک بشر خلق کرنے والا ہوں پس جب میں اس کو درست اور ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم فوراً اس کیلئے سجدہ کرنا، پس سب کے سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔

پس اس آیت سے ثابت ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ سے آدم کو سجدہ کرایا، یہ نہیں معلوم کہ خداوند عالم نے ملائکہ کو خلقت آدم سے کتنی مدت پہلے یہ حکم دیا تھا، اِس کی مصلحت یہ تھی کہ نفخ روح کے ساتھ ہی فوراً سجدہ کیا جائے، یعنی نفخ روح اور سجدہ میں کوئی توقف یا دیر نہ ہو، روح کے بدن میں داخل ہوتے ہی فوراً سجدہ کریں۔

قرآنِ کریم شاہد ہے کہ ملائکہ نے خلافت آدم پر اعتراض کیا تھا مگر سجدہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا...... صاحبان علم وفضل کیلئے یہ بات قابل غور وفکر ہے یا لمحہ فکریہ ہے

اس سے ثابت ہے کہ ملائکہ نے مسجود کو نہیں دیکھا بلکہ امر الٰہیہ کو دیکھا، امر خدا ملتے ہی فوراً مستعد وتیار ہو گئے، حدیث میں آیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے جسد خاکی میں روح پھونکی جارہی تھی تو ملائکہ دیکھ رہے تھے، غرض یہ تھی کہ نفخ روح کی تکمیل پر ہمارے سجدہ میں دیر نہ ہونے پائے یعنی فاصلہ اور وقفہ نہ ہو، وہ تیار اور منتظر تھے کہ تکمیل نفخ روح کے ساتھ بلا وقفہ سجدہ کریں تاکہ امر خدا کی

www.khrooj.com

اطاعت میں فرق نہ آنے پائے۔
لیکن عزازیل صاحب سوچ رہا تھا کہ یہ تو غیر اللہ کے سجدہ کی تیاری کر رہے ہیں، میں تو غیر اللہ کو سجدہ نہیں کروں گا کہ خدا نے غیر اللہ کے سجدہ کو حرام قرار دیا ہوا ہے، یہ کرتے ہیں تو کرتے رہیں میں تو غیر اللہ کے آگے سجدہ کرنے والا نہیں ہوں، میں کبھی اس کا سجدہ نہیں کروں گا، غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی خطا ملائکہ کر لیں تو کر لیں میں تو اس خطا کا ہرگز شکار نہیں بنوں گا۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں مصروف رہا، وہ غیر اللہ کے سجدہ کرنے کے جواز اور ناجواز کو ہی سوچتا رہا اور ملائکہ کے ساتھ سجدۂ آدم میں شامل نہ ہو سکا۔
اس بات کو سورہ الحجر کی آیات 28 تا 40 میں مکمل وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ ابلیس نے کہا ☆ قَالَ رَبِّ بِمَا اَغوَیتَنِی
اس نے کہا اے رب جس طرح تو نے مجھے ناامید اور گمراہ کیا ہے کہ غیر اللہ کے سجدہ کو پہلے خود حرام قرار دے کر پھر اُسی بات پر عمل کرا رہا ہے، اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اُس کو سجدہ کروں جس کو تو نے سڑی ہوئی مٹی سے خلق کیا ہے۔
پس شیطان اپنی رائے اجتہادی کی خطا میں پھنس گیا، کیونکہ ایک طرف تو وہ آدم کو غیر اللہ سمجھ رہا تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ آدم غیر اللہ ہی تھا، اللہ تو نہیں تھا، اور دوسری طرف سے وہ اس رائے میں پھنس گیا کہ مٹی سے بنے ہوئے جسم کو میں کس طرح سجدہ کروں جبکہ میں خود آگ سے بنا ہوا ہوں جو کم از کم مٹی سے تو

www.khrooj.com

افضل اور بہتر ہے

اس کا یہ قیاس بھی ظاہریت پر مبنی تھا کہ آدم کا ظاہری وجود درحقیقت مٹی کا ہی تھا۔

لیکن سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس کی اس اجتہادی وقیاسی رائے کو کفر میں کس نے داخل کیا، اور وہ کافر کیوں کہلایا؟ حالانکہ اس نے اپنے عمل نہ کرنے کی دو معقول وجہیں پیش کردی تھیں، ایک غیر اللہ کے سجدہ کا حرام ہونا...... دوسرا مٹی کے پتلے یعنی بشر کو اپنے سے اعلیٰ نہ ماننا

لیکن ان دونوں امروں میں اس نے حکم خدا کی طرف خیال نہ کیا کہ خدا کا امر کیا ہے وہ کیا فرما رہا ہے؟ جبکہ میں تو صرف اور صرف اطاعت ہی کا مکلّف ہوں

اسی لیئے خداوند متعال نے فرمایا کہ اس نے اپنے رب کے امر میں فسق کیا اور کافروں میں سے ہوگیا اس سے ثابت ہوا کہ امر رب کے بالمقابل اجتہادی رائے کافر بنادیتی ہے چاہے وہ کتنی قوی، معقول یا مبنی بر حقیقت ہی کیوں نہ ہو۔

پس اس غیر اللہ کے ہوّے نے سجدہ آدم کی اہمیت کو بالکل فنا کردیا ہے اور اس سجدہ کی تاویلیں بھی اسی ہوّے نے پیدا کی ہیں جن کا مقصد سجدہ آدم کی اہمیت کو نابود و برباد کرنا تھا، اور ان تاویلوں نے ہمارے بزرگوں کو بھی مؤثر کیئے بغیر نہیں چھوڑا یہ بھی کافی طویل بحث ہے۔

الغرض آدم کے سجدہ کو غیر اللہ میں داخل کرنے کا ہوا اسی ابلیس نے پیدا کیا تھا

اسی وجہ سے اس کو ابلیس بھی کہا گیا ہے اور اس کے اسی وسوسہ کو رفع کرنے کیلئے یہ چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں تاکہ غیر اللہ کی شناخت ہوجائے حالانکہ ظاہر ہے کہ ملائکہ جو ابلیس سے کہیں زیادہ عالم اور خدا کے فرمانبردار اور وحدت کے پرستار اور غیر اللہ سے بیزار و پرہیز گار تھے انہوں نے نفخ روح کی تکمیل پر فوراً سجدہ کر دیا تھا۔

اب بات کو ذرا آگے بڑھاتے ہیں کہ جس وقت عزازیل سجدہ سے انکار کرنے کے باعث ابلیس کافر اور مردود بن کر ملائکہ سے علیحدہ ہو چکا تو اُس نے ایک بات کہی

☆قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (39) إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ......(سورہ الحجر40)

کہا کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے گمراہ ہونے دیا ہے اب میں بھی ان کیلئے زمین میں (خدا کی نافرمانی کو) اچھا کر کے دکھاؤں گا اور ضرور میں ان سب کو راہِ راست سے بہکا دوں گا، سوائے اُن بندوں کے جو اُن میں سے تیرے مخلصین ہیں۔

وہ دن اور آج کا دن ابلیس ہمہ وقت پوری قوت اور شدت کے ساتھ اولادِ آدم کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں مصروف ہے اور اُس نے کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ شیطان جہاں جاہل کو گمراہ کرنے سے نہیں چھوڑتا وہاں

عالم وفاضل مفتی ومجتہد کو بھی گمراہ کرنے سے باز نہیں رہتا، بلکہ ثابت ہے کہ وہ علماء وفضلاء وغیرہم کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر زیادہ گمراہ کرتا ہے، جس سے اس کو عوام کے گمراہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اس کا کام مزید آسان ہو جاتا ہے کہ وہی بزرگوار اس کا کام کرتے رہتے ہیں، جس کا ظاہری ثبوت فرقہ ہائے اسلامی کے جملہ علماء وفقہاء کا آپس کا شدید اختلاف ہے کہ جو کسی ایک بات پر متفق ہونے کیلئے تیار ہی نہیں ہیں، اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا

☆اذا ضل العالِم ضل العالَم واذا فسد العالِم فسد العالَم

جب عالِم گمراہ ہو جائے تو عالَم گمراہ ہو جاتا ہے، اور جب عالِم فاسد ہو جائے تو پورا عالَم فاسد ہو جاتا ہے...... اِسی فرمان سے اندازہ لگائیں اور غور سے مشاہدہ کرلیں کہ علمائے سُو عوام کو کس طرح راہِ راست سے بھٹکا رہے ہیں۔

اس کے بعد سجدۂ عبادتی کے تحت غور کریں کہ عبادت سے کیا مراد ہے؟

ویسے تمام مذاہب خاص قسم کے عمل کو عبادت خدا مانتے اور جانتے ہیں، جس کا نام نماز وصلواۃ وبندگی اور پوجا وپرستش وغیرہم رکھا ہوا ہے، لیکن مقصود یہ ہونا چاہیے کہ خداوند عالم جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ خود لفظ عبادت سے کیا مراد لیتا ہے، وہ لفظ عبادت کو کن کن امور پر استعمال کرتا ہے تا کہ اصل مقصد تک رسائی ہو سکے۔

اہل مذاہب کی اطاعت سے دین حاصل نہیں ہوسکتا کہ ہر مذہب نے عبادت کی علیحدہ صورت اختیار کررکھی ہے، اس لیئے اس امر میں خدا کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے اور وہ اپنے کلام مقدس کی سورۂ یٰسین آیہ 60 میں فرماتا ہے کہ

☆أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمام اولاد آدم سے اقرار وعہد لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، مگر اولاد آدم نے اس اقرار وعہد کو بھلا دیا اور شیطان کی عبادت کرنے لگ گئے لیکن پھر بھی اگر دنیا میں کسی آدمی سے پوچھا جائے کہ کیا آپ شیطان کی عبادت کرتے ہیں؟ تو وہ شیطان کا نام سن کر اس کو کئی بے نقط کی سنا دے گا، اور ساتھ ہی سائل کو بھی بہت کچھ کہہ دے گا مگر کیا یہ درست ہے کہ وہ اس کی عبادت نہیں کرتا؟

غیر مسلموں کو تو علیحدہ رکھیں، خود مسلمانوں کو ہی دیکھ لیں کہ صحیح حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ جنتی اور ہدایت یافتہ ہے باقی سب فرقے گمراہی پر ہیں، پس مسلمانوں کے جو فرقے گمراہی پر ہیں ان کی گمراہی کا سبب کیا ہے؟ ...... وہی شیطان کی عبادت، حالانکہ ہر مسلمان

www.khrooj.com

شیطان پر لعنت کرتا ہے مگر پھر بھی گمراہی پر چل رہا ہے، جس سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کے بہتر فرقے باوجود شیطان پر لعنت کرنے کے بھی اس کی عبادت کرتے ہیں۔

پس اس سے معلوم وثابت ہوتا ہے کہ آیت میں عبادت سے مراد شیطان کی اطاعت ہے، لہٰذا خداوند عالم کی عبادت سے مراد اطاعت وتابعداری ہے اور اسی امر کو خدا واحد ویکتا نے سورۂ فرقان کی آیہ 43 میں دوسری طرح بیان فرمایا ہے

☆أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے

اس فرمان سے ثابت ہے کہ اپنی خواہش پر چلنے والا اپنی خواہش کو ہی خدا مانتا ہے جس سے واضح ہوا کہ خواہش کی اطاعت کرنا اس کو خدا بنالینے کے مترادف ہے، لہٰذا یہی اطاعت اس کی عبادت شمار ہوگی یعنی ہر عبد اپنے معبود سے ہی منسوب ہوتا ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ خداوند عالم کے ہر حکم کی اطاعت کرنا اس کی عبادت میں داخل ہے پس ملائکہ کا ''بامر اللہ'' آدم کا سجدہ کرنا اُن کی عبادت اور آدم کی عظمت میں داخل تھا، اور اللہ تعالیٰ کے امر کی اطاعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے جو سجدہ کیا تھا وہ غیر اللہ کا سجدہ نہیں تھا، جس نے حکم خدا سے انکار کیا

www.khrooj.com

اُسی نے آدم کو غیر اللہ سمجھا اور اُسی نے غیر اللہ کا اعتقاد جاری کیا......آج بھی جو شخص جیسا عمل کرے گا اُسی کے مطابق جزا و سزا پائے گا، یہ قانونِ قدرت ہے اور اٹل ہے۔

اب اِسی بات کو ایک اور طرح سے دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں

مثلاً ایک مسلمان کو جب پاک وحلال آب وغذا نہ مل سکے اور وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے ہلاکت کے قریب ہوجائے تو حکم پروردگار عالمین یہ ہے کہ اس اضطرار کی حالت میں نجس اور حرام آب و غذا کھا کر اپنی جان بچا لے، فقط یہی نہیں بلکہ حالت اضطرار میں حرام کھا کر اپنی جان بچانا بڑی اعلیٰ عبادت ہے۔اور اگر وہی شخص یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ نے نجس وحرام آب وغذا کھانے کی ممانعت فرمائی ہے، کچھ بھی نہ کھائے پیئے اور ہلاک ہوجائے یعنی مر جائے تو ایک مسلم اور مومن کے قتل عمد کا مجرم ہوکر جہنم کی دائمی سزا کا مستحق ہو جائے گا۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ دراصل حکم خدا کی اطاعت ہی اصل عبادت ہے خواہ کسی امر اور فعل میں ہو،لہٰذا ہر وہ سجدہ جس کے کرنے کا حکم خدا دے عبادت میں داخل ہے، اس بنا پر ملائکہ کا آدم کو سجدہ کرنا عبادتی سجدہ تھا، یعنی اب یہاں تاویلات یا توجہیات کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی اور نہ ہی فلسفی موشگافیاں قابل اعتماد رہیں۔

www.khrooj.com

پس ملائکہ کے عمل نے ثابت کر دیا کہ آدم علیہ السلام کا سجدہ غیر اللہ کا سجدہ ہرگز نہ تھا بلکہ بامر اللہ تھا، خدا نے ملائکہ کو آدم کے سجدہ کا حکم دے کر یا امر فرما کر اس سجدہ کو غیر اللہ کی حد سے باہر کر دیا تھا، اگر ملائکہ بغیر امر خدا اپنی طرف سے اپنی مرضی وخواہش سے آدم کا سجدہ کرتے تو ان کا یہ سجدہ ضرور غیر اللہ کا سجدہ شمار ہوتا جس کی سزا بھی وہی ہوتی جو ابلیس کو دی گئی کہ اُس نے اِس سجدہ کو غیر اللہ کا سجدہ جان کر ہی انکار کیا تھا۔

سمجھانا میں یہ بات چاہتا ہوں کہ جو فعل بامر اللہ کیا جائے وہ غیر اللہ میں داخل نہیں ہوتا، اور جو فعل بلا امر اللہ کیا جائے وہی غیر اللہ میں داخل ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص صبح کی نماز تین یا چار رکعت پڑھے تو اس کی نماز غیر اللہ کی ہوگی کہ خدا تعالیٰ نے اسی طرح پڑھنے کا حکم نہیں دیا، یہ ظاہر سی بات ہے کہ اس نے کوئی برا عمل بھی نہیں کیا نماز پڑھی ہے، مگر چونکہ خدا نے اس طرح پڑھنے کا حکم نہیں دیا ہے لہٰذا اس کی یہ نماز غیر اللہ کی نماز شمار ہوگی۔

سجدہ جو محض اُسی کی ذات سے ہی مخصوص تھا اور اب بھی ہے کہ غیر اللہ کا سجدہ قطعاً حرام ہے، مگر جب خدا ہی کسی کو سجدہ کرائے تو پھر یہ حرام نہیں بلکہ واجب ہو جاتا ہے اور یہاں امر کی اطاعت نہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، جس کے متعلق فرمان ہے کہ

☆ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ......(سورہ البقرہ 34)

اُس نے انکار کر دیا، اور تکبر میں مبتلا ہوا، اور کافروں میں سے ہو گیا

پس خداوند عالم کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرانا محض اپنی قائم کردہ خلافت کی عظمت ثابت کرنے کے واسطے ہی تھا، اور یہ بتانا اور احساس دلانا مقصود تھا کہ میں اِس زمین میں اپنی خلافت کا جو سلسلہ آج سے شروع فرما رہا ہوں اُس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار خلفاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے تشریف لائیں گے جن میں سے یہ اول ہے یعنی پہلا ہے جو علم اور عظمت میں اپنے بعد میں ہونے والے خلفاءِ اِلٰہیہ سے کم درجہ ہے، اسی بات کی وضاحت سورۂ یوسف میں اس طرح فرمائی ہے کہ

☆ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ...... (76)

ہم جس کے درجات کو چاہیں بلند کر دیتے ہیں اور ہر صاحب علم سے بڑھ کر زیادہ علم والا (موجود) ہے

جیسا کہ تمام خلفاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات اور درجات سے واضح ہے

پس جب میری مقرب مخلوق ملائکہ اس پہلے خلیفہ (جو آئندہ بھیجے جانے والے تمام خلفاء میں سے سب سے کم درجہ اور کم علم بھی ہے) کا علم اور عظمت میں مقابلہ وموازنہ نہیں کر سکتے تو اس کے بعد آنے والے خلفاء سے ملائکہ کا کیا تقابل، کہ جو علم وعظمت وشان میں اس سے بہت ہی اعلیٰ وارفع ہوں گے۔

www.khrooj.com

یہ یاد رہے کہ ملائکہ کیلئے کسی امر میں ترقی یا بلندیءِ درجات نہیں ہوتی کیونکہ ان کی تخلیق ہمیشہ اپنے نقطہءِ کمال پر ہی کی جاتی ہے جس میں بعد میں کمی بیشی ناممکن ہے۔

پس سجدۂ آدم کی وجہ خلیفہءِ خدا کی شناخت بھی تھی، اور ابد تک آنے والوں کیلئے ایک انتباہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کی کم از کم شان اور عظمت یہ ہے کہ وہ مسجودِ ملائک ہوتا ہے۔

پروردگار عالمین کے متعین کردہ خلیفہ کا سجدہ غیر اللہ کا نہیں بلکہ بامر اللہ خود اللہ تعالیٰ کا سجدہ ہے کیونکہ یہ خلافت اور اِس خلافت کی عظمت عطیہءِ خداوندی ہے جو کسی بھی دنیاوی اجماع یا شوریٰ یا جہلا کے چناؤ یا تقرر کی محتاج نہیں ہے۔

اب اِس تمام گفتگو سے جو نتائج مستنبط ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں وہ میں خود بیان کرنے کی بجائے آپ کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں، آپ کی ذہنی استعداد کہاں تک آپ کا ساتھ دیتی ہے اور آپ اپنے مالک حقیقی کی عطا کردہ توفیقات سے کہاں تک پہنچ سکتے ہیں اس کا انحصار خود آپ کی ذات پر ہی ہے کیونکہ

ع .... فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

میں تو صرف دعا ہی کر سکتا ہوں کہ جس پاک ذات عجل اللہ فرجہٗ الشریف نے مجھ ناچیز کو شعور عطا فرمایا ہے وہ آپ سب کو بھی اتنی توفیق عطا فرمائیں کہ آپ اس بات کی حقیقت کو سمجھ سکیں کہ لفظ ''للہ'' کا صحیح مفہوم کیا ہے تا کہ آپ علمائے

سُو کے پھیلائے ہوئے جال اور پھندوں سے بچ کر اپنے مالک و وارث پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے در اطہر پر بلا جھجک یہ سمجھ کر سجدہ ریز ہوسکیں کہ یہی باب اللہ ہے اور اسی کا سجدہ ہی پروردگارِ عالم کا سجدہ ہے۔

آج کی آخری بات کر کے میں آپ سے اجازت چاہنے لگا ہوں کہ، ضروری نہیں ہے کہ ہماری بات سے ہر شخص متفق ہو کر اس پر عمل پیرا ہو، مالک ازل نے مجھے جو شعور عطا فرمایا ہے اُس کے مطابق جو حقیقت مجھ پر آشکار ہوئی وہ میں نے آپ تک پہنچا دی ہے، اس سے زیادہ میں کر ہی کیا سکتا ہوں؟

لیکن یہ بات کبھی بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ حقیقت کو تسلیم کر لینے میں ہی انسان کی دنیاوی اور اُخروی عافیت ہوتی ہے اگر آج کوئی ہماری باتوں کو تسلیم نہیں کرے گا تو ہمارا کسی پر زور نہیں چلتا مگر یاد رکھو کہ وہ دن انشاءاللہ زیادہ دُور نہیں ہے کہ جس دن ہمارے منعم ازل شہنشاہِ معظم سرکار ولی العصر حجۃ اللہ فی العالمین امام زمانہ مولا صاحب الزمان عجل اللہ فرجہٗ الشریف شانِ خداوندی کے ساتھ ظہورِ اجلال فرمائیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے اِس طرح بھر دیں گے کہ جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

منکرین ومنافقین کیلئے اُس روز کوئی رعایت نہیں ہوگی اور نہ ہی کسی کی عذر خواہی قابل قبول ہوگی جس وقت حکومت اِلٰہیہ کے قیام کا عمل مکمل ہو جائے گا اور شہنشاہِ یزداں اجلال عرش اِلٰہی کے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوں گے تو تقیہ کے تمام

www.khrooj.com

پردے چاک کر دیئے جائیں گے، اور اُس وقت اعلانیہ عبادتِ پروردگارِ عالم اس طرح کی جائے گی کہ تمام اولین و آخرین اِسی پاک ذات کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنا حق عبدیت ادا کرتے ہوئے عبادتِ خداوندی کریں گے۔

آئیں ہم سب مل کر دعا کریں کہ وہ سعید ترین وقت چشم زدن سے پہلے آ جائے کہ پوری کائنات جس کی منتظر ہے۔

آمین یارب العالمین

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمید کی آخری کرن

اپنی بیماری کا روحانی علاج خود کریں

دوستو !......اللہ جل جلالہ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا ہے تو اس میں اس نے اپنی حکومت کے نظام دو طرح کے قائم فرمائے ہیں ایک نظام وہ ہے جسے آپ مادی نظام کہہ سکتے ہیں اور دوسرا وہ نظام ہے جو روحانی نظام ہے یہ ہمارا مادی نظام اسباب و وسائل و وجوہات کے ماتحت ہے اور روحانی نظام اللہ جل جلالہ کے نمائندگانِ غیبی کے ماتحت ہے۔

انسان جب بیمار ہوتا ہے تو انسان مادی نظام کے تحت اپنا اعلاج کرتا ہے اس میں ادویات گولیاں کیپسول وغیرہ لیتا ہے حکیموں کے پاس جا کر ان کے نسخے دوائیں لیتا ہے مگر پھر بھی کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ لازماً صحت حاصل ہو جائے گی کیونکہ عالم اسباب محدود ہے اور اس کے ذریعے کوئی آدمی سو فیصد

کامیابی نہیں پا سکتا اور یہ بھی اللہ جل جلالہ نے اپنے وجود کو ثابت کرنے کیلئے رکھا ہے کیونکہ اگر انسان مادی نظام ہی سے سب کچھ پالے گا تو پھر یہ اس کے وجود سے ہی منکر ہو جائے گا اور اللہ کے اس نظام کا منکر ہو جائے گا جو اس نے اپنے نمائندوں کے ماتحت رکھا ہے اور وہ اس کا حقیقی نظام ہے۔

اس لیئے امریکہ میں بچوں کے ایک ہسپتال میں ایک تجربہ کیا گیا ہے کہ جس میں دوسو بچے ایک ہی مرض کے اور ایک ہی پوزیشن کے لیئے گئے اور ان میں سے ایک سو بچے کا جدید طریقوں سے علاج کیا گیا اور ایک سو بچوں کیلئے باہر سے لوگوں کو بلا بلا کر دعا کروائی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن بچوں کا علاج کیا گیا تھا ان میں سے 50 بچے زندہ رہے اور 50 مر گئے، اور جن بچوں کیلئے دعائیں کروائی گئی تھیں ان میں سے 85 بچے صحت یاب ہو گئے۔ ڈاکٹرز یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ دعا تو دوا سے بھی زیادہ طاقتور اور مؤثر ہے۔

دوستو!...... بات یہ ہے کہ انسان اپنے لیئے سب کچھ مادی اسباب و وسائل ہی کو سمجھتا ہے مگر اللہ جل جلالہ کا اپنا پوشیدہ نظام ہی وہ حقیقی نظام ہے جو اس کی موجودگی کو ثابت کرتا ہے اگر انسان مادی علاج ہی سے صحت یاب ہوتا رہے تو انسان اس قادر مطلق کے وجود ہی کا منکر ہو جائے، اور اس کے مخفی نظام کے وجود ہی سے انکار کر کے فرعون بن جائے، اس لیئے اس نے اپنے وجود کو ثابت کرنے کیلئے مادی نظام کو ناقص بنایا ہے اور اپنے پوشیدہ نظام ہی کو حقیقی اور

www.khrooj.com

مضبوط نظام بنایا ہے تاکہ انسان جب کسی مادی نظام سے نا اُمید ہو جائے تو پھر اس کے اپنے پوشیدہ نظام کی طرف رجوع کرے اور اس کے نمائندوں کی بارگاہ میں حاضر ہو تو وہ اسے شفا عطا فرمائیں اور اس طرح یہ متکبر انسان اپنے مالک حقیقی کے قادر ہونے پر یقین لے آئے۔

دوستو!......آپ بیمار ہیں یا آپ کا اپنا کوئی بیمار ہے تو پھر مناسب یہ ہے کہ آپ جس طرح اپنا علاج کروا رہے ہیں اسی طرح کروائیں، مگر ساتھ ساتھ اللہ جل جلالہ کے مخفی اور حقیقی نظام کائنات کے حاکم نمائندوں کی طرف ضرور رجوع کریں اور ان سے اپنے لیئے طلب شفا کریں گے تو آپ کو بہت جلدی شفا مل جائے گی

اب یہاں آپ سوچ رہے ہوں گے اللہ جل جلالہ کا پوشیدہ نظام کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اس کائنات کو اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیلئے خلق فرمایا ہے، اور اس کائنات کی وجہ تخلیق ان کی ذات اقدس ہے

یوں سمجھیں کہ اللہ جل جلالہ نے اس کائنات کو اپنے پاک حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بنایا ہے اور اس پوشیدہ نظام کو قائم کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ عالم انسان کو ان کا تعارف ہوتا رہے، کیونکہ حقیقی تعارف وہ نہیں ہوتا جو کتابوں کے ذریعے ملتا ہے بلکہ حقیقی تعارف تجرباتی ہوتا ہے، یعنی انسان ان سے رابطہ

www.khrooj.com

پیدا کر کے روحانی طور پر ان سے استفادہ کرتا ہے تو اس سے جو تعارف ملتا ہے وہ حقیقی تعارف ہوتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور ہی کی وجہ سے کائنات کی اشیاء میں تاثیرات ہیں، اگر انسان کوئی دوائی بناتا ہے تو وہ کسی حیوانی یا نباتی یا معدنی چیز سے بناتا ہے اور ان چیزوں میں جو تاثیر ہوتی ہے یعنی جو شفا دینے کی یا صحت کو بحال کرنے اور بیماری کو دور کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ اللہ کے نور ازلی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور کی وجہ سے ہوتی ہے، جو کائنات میں ہر وقت جاری و ساری ہے اور ہم اس سے دو طرح سے فیض حاصل کر سکتے ہیں () کسی واسطے سے جیسا کہ ہم جڑی بوٹیوں اور ادویات سے کرتے ہیں () بغیر کسی واسطے کے

دوستو!......حقیقت یہ ہے کہ یہ نور جس طرح جڑی بوٹیوں میں اور ادویات میں شفا کا اثر بھرتا ہے اسی طرح بلا واسطہ بھی انسان کو شفا عطا فرما سکتا ہے، اور بلا واسطہ شفا دینا واسطے سے شفا دینے سے زیادہ طاقتور اور مؤثر ہوتا ہے کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ جہاں ادویات اور ڈاکٹر دونوں ناکام ہو جاتے ہیں تو ان کا نور انسان کو شفا عطا فرما کر اپنی برتری کا ثبوت دیتا ہے۔

دوستو!......اللہ جل جلالہ کے اس پوشیدہ نظام میں بنیادی نور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہے مگر اللہ جل جلالہ نے ان تک پہنچنے کیلئے ہر زمانے کیلئے کئی انوار کو ان کی رحمت کی کرنیں قرار دیا ہے، جیسا کہ سورج اپنے مقام پر رہتا ہے

اور زمین پر اجالا اس کی کرنیں کرتی ہیں، اسی طرح اس شمس رحمت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بارہ کرنیں ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کی نیابت میں ان کے امور انجام دیتی رہی ہیں اور دے رہی ہیں۔

جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اللہ جل جلالہ کے نائب کلی ہیں، اور ان کی بعد ان کے بارہ نائب ہیں، جو ولی مطلق ہیں، باقی جتنے اولیائے کرامؒ آئے ہیں وہ سب ان کی نیابت میں آئے ہیں اور وہ اصالتاً ولی نہ تھے بلکہ ان بارہ کی نیابت کی وجہ سے نیابۃً ولی اللہ تھے۔

دوستو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی و روحانی جو بارہ نائب ہیں وہ یہ ہیں

( ) جناب حضرت مولا امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

( ) جناب حضرت مولا امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

( ) جناب حضرت مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

( ) جناب حضرت مولا امام علیؑ زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام

( ) جناب حضرت مولا امام محمدؑ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام

( ) جناب حضرت مولا امام جعفرؑ الصادق علیہ الصلوٰۃ والسلام

( ) جناب حضرت مولا امام موسیٰ کاظمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

( ) جناب حضرت مولا امام علیؑ رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام

www.khrooj.com

() جناب حضرت مولا امام محمدؑ تقی علیہ الصلواۃ والسلام

() جناب حضرت مولا امام علیؑ نقی علیہ الصلواۃ والسلام

() جناب حضرت مولا امام ابومحمد حسنؑ العسکری علیہ الصلواۃ والسلام

() ہمارے زمانے کے ہادی، دستارِ رسالت کے واحد وارث، ولیٔ زمانہ، حجت خدا جناب حضرت مولا امام مہدیؑ عجل اللہ فرجہٗ الشریف

جناب حضرت امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد والے سارے پاک انوار ان ہی کی اولاد میں سے ہیں اور یہ سارے اپنے اپنے زمانہ میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دستار کے پاک وارث تھے، اور ہمارے زمانہ میں وہ دستار رسالت امام مہدیؑ آخرالزمان عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے سر اطہر پر ہے، اور اس دور میں یہی وہ ذات ہیں جو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچاتے ہیں اور انہی کے بارے میں فرمایا گیا تھا

☆بیمنہٖ رزق الوریٰ ......کہ انہی کے وجودِ نورانی کی برکت سے کائنات کے ہر مرزوق کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز پر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت ان کی وجہ سے ہوتی ہے، اور یہ اس دنیا میں آج بھی موجود ہیں اور ہمارا ان سے رابطہ ہوسکتا ہے، اس لیئے جب ہم مریض ہوتے ہیں تو ان کی نگاہ کرم کے بہت زیادہ ضرورت مند ہوتے ہیں، جب ہم کسی

مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو ہمیں ان کی ذات سے توسل کرنا چاہیے، یہ ہمارے زمانہ کے مالک ہیں، اورانہوں نے آنے والے وقت میں دین اسلام کو پوری دنیا پر غلبہ عطا فرمانا ہے، اوریہی وہ جناب ہیں جن کے دم قدم سے یہ دنیا باقی ہے، کیونکہ یہ نور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہونے کا واحد ذریعہ ہیں۔

آپ لوگ چاہے جس قسم کی بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہیں تو دواؤں سے زیادہ آپ کو روحانی علاج کی ضرورت ہے، اور وہ کسی اور نے باہر سے آ کے نہیں کرنا بلکہ وہ خود آپ نے کرنا ہے۔

آپ اگرشہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کواپنے زمانہ کے ولی وناصرومالک سے رابطہ کرنا ہوگا اوروہ بھی کوئی جسمانی رابطہ نہیں بلکہ روحانی رابطہ کرنا ہوگا جس سے آپ کی یہ بیماری بھی دور ہوسکتی ہے اگر آپ کا کوئی رشتہ دار یا دوست بیمار ہےتو اس کیلئے بھی آپ رابطہ کر سکتے ہیں۔

دوستو! آپ بیمار ہیں یا زخمی ہیں یا آپریشن کروا رہے ہیں یا آپریشن کروانے جا رہے ہیں تو پہلے اپنے زمانہ کے مہربان آقا سے دعا کریں اور دعا کے ذریعے ان سے رابطہ کر کے جائیں گےتو آپ کا آپریشن ضرور کامیاب ہوگا، آپ کی بیماری ضرور دور ہوگی، کیونکہ ہمارے زمانہ کے جو مالک عجل اللہ فرجہٗ الشریف

ہیں وہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارث ہیں، اس لیئے یہ بھی انہی کی طرح سب پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں، اوران کی رحمت اور محبت آفاقی ہے یہ کسی مذہب وملت تک محدود نہیں ہے، بلکہ جس طرح اللہ جل جلالہ کسی قوم کی ملکیت نہیں یا جس طرح اللہ کا نور اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خاص مذہب یا ملت کی ملکیت نہیں بلکہ سب کیلیئے رحمت ہیں، دوست دشمن سب پر ان کا عمومی کرم جاری رہتا ہے، اگر کوئی زندہ ہے تو انہی کے کرم کی وجہ سے، چاہے وہ کافر ہے یا مسلمان ہے

اگر کسی کو رزق ملتا ہے تو انہی کی وجہ سے ملتا ہے، چاہے وہ کوئی مسلمان ہے یا عیسائی ہے یا یہودی ہے، خدا کا منکر ہی کیوں نہیں رزق تو وہ بھی پا رہا ہے، اسی طرح ان کی دستار کے پاک وارث یعنی امام مہدیؑ علیہ الصلواۃ والسلام ان کے فیض کو پہنچانے کا ذریعہ ہیں، اس لیئے وہ بھی کسی مذہب یا ملت کی ملکیت نہیں بلکہ ان کی ذات سے ہر کوئی فیض حاصل کرسکتا ہے، اگر آپ عیسائی ہیں تو فکر نہ کریں بلکہ تجربہ کرکے دیکھیں اور رابطہ کرکے دیکھیں یقیناً آپ ان کے درِاطہر سے مایوس نہیں لوٹیں گے

اگر آپ مسلمان ہیں تو ان کی ذات اقدس سے رابطہ کرکے دیکھیں آپ کی بیماری دور ہوجائے گی، آپ صحت مند ہوجائیں گے، اوراگر آپ پریشان ہیں تو آپ کی پریشانی دور ہوجائے گی، اگر آپ ان سے پوری زندگی کیلیئے رابطہ

www.khrooj.com

رکھیں گے تو پھر پوری زندگی آپ کو روحانی سکون ملتا رہے گا، اور پریشانیاں آپ کے قریب بھی نہ بھٹکیں گی ...... آیئے ہم آپ کو رابطے کا طریقہ بتاتے ہیں

رابطے کا روحانی طریقہ

آپ اگر وضو کر سکتے ہیں تو وضو کرلیں اگر بیماری اس کی اجازت نہیں دیتی تو پھر کوئی بات نہیں وضو نہ کریں اگر آپ بیٹھ سکتے ہیں تو بیٹھ کر یہ وظیفہ کریں، اگر بیٹھ نہیں سکتے تو سو کر بھی یہ وظیفہ کر سکتے ہیں۔

آپ بڑے سکون کے ساتھ آنکھیں بند کرلیں اور ایسا محسوس کریں کہ آپ اپنے زمانے کے مہربان آقا کے سامنے موجود ہیں اور وہ آپ کی طرف متوجہ ہیں، آپ ان کی طرف پوری پوری توجہ کریں اور تصور میں انہیں اپنے سامنے موجود سمجھیں اور آہستہ آہستہ یہ وظیفہ پڑھیں

☆یَاْ مَوْلا یَاْھَاْدِیْ یَاْ مَھْدِیْ عَلَیْکَ السَّلا م

ان الفاظ کو آپ 313 مرتبہ روزانہ پڑھیں، اس وظیفے کو ویسے تو جس وقت پڑھیں پڑھ سکتے ہیں مگر عام حالات میں اسے نماز صبح کے بعد پڑھنے سے اس میں بہت جلدی تاثیر آجاتی ہے اور مولا کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کی نظر کرم جلدی ہو جاتی ہے، شرط یہ ہے کہ پورے یقین کے ساتھ اور ان کے نور کا پوری طرح تصور کر کے پڑھیں اور یہ خیال کریں کہ اس وظیفے کے دوران کسی دوسری طرف خیال نہ جائے

www.khrooj.com

اور ان کا تصور قائم رہے، یعنی آپ ان کے سامنے اپنے آپ کو موجود سمجھیں اور جب یہ وظیفہ پڑھ لیں تو ان کی خدمت میں عرض کریں کہ آپ اپنی جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں مجھ پر نظر رحمت فرمائیں اور مجھے اس مصیبت یا بیماری یا تکلیف سے نجات دیں......

اگر کوئی مریض ایسی حالت میں ہے کہ وہ خود نہیں پڑھ سکتا تو ان کا کوئی عزیز باہر جا کر تنہائی میں باوضو ہو کر یہ وظیفہ پڑھ سکتا ہے، آپ سب اس وظیفہ کو پڑھ کر دیکھیں آپ کا رابطہ اپنے زمانے کے مالک ومولا سے بہت جلد ہو جائے گا اور آپ کی پریشانی دور ہو جائے گی، اور بہت جلدی یہ محسوس کریں گے کہ آپ کو سکون مل رہا ہے، اور آپ پر اللہ جل جلالہ کی رحمت کی نظر ہو رہی ہے، آپ یقین کریں یہ وظیفہ اگر نماز صبح کے بعد روزانہ پڑھا جائے تو ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار کے پاک وارث امام مہدیؑ آخرالزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت سے بھی مشرف ہو جائیں گے۔

یہ ضروری نہیں کہ آپ اسے صرف بیماری یا پریشانی کے وقت پڑھیں بلکہ اپنی دینی پریشانی یا ہدایت کیلئے اگر اسے نماز صبح کے بعد 590 مرتبہ پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کریں کہ ہمیں بتائیں کہ دین کا کون سا راستہ درست ہے تو ان کی زیارت بھی ہوگی اور آپ کی رہنمائی بھی ہوگی ......انشااللہ تعالیٰ

یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایت ایک چیونٹی کی

امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی معرفت کے بغیر مرنا جاہلیت کی موت مرنے کے برابر ہے............ جہالت اور جاہلیت میں فرق ہے

جہالت فقدانِ علم کا نام ہے اور جاہلیت انکار کر کے منکرین میں شامل ہونے کے برابر ہے۔

میں سوچ رہا تھا کہ سب سے پہلے اپنے شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کراؤں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ کس ذات اعلیٰ صفات کا ذکر پاک ہے میں ابھی یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ ان کا تعارف کروانا ہے تو کس طرح کروائیں، بہت دن متفکر رہا، ایک دن یہی سوچتے سوچتے میں ایک پہاڑی ندی کے کنارے جا بیٹھا، جس کا پانی بہت ٹھنڈا اور بڑا سرکش تھا جو بڑی تیزی سے آ کر ندی میں پڑے ہوئے ہر پتھر سے جوشِ جنوں میں ٹکراتا اور اپنا ہی سر پھوڑتا آگے جا رہا تھا، میں وہاں ایک بڑے پتھر پہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اپنے مالکِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا تعارف کیسے کراؤں، اس کے بیان کا طریقہ

کیا ہونا چاہیے؟

اچانک میں نے دیکھا کہ ندی کے تیز رو پانی میں ایک چھوٹا سا لکڑی کا ٹکڑا تیرتا ہوا، غوطے کھاتا ہوا، پتھروں سے ٹکراتا ہوا آ رہا ہے، جب وہ قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اس سے چمٹی ہوئی نیم بے ہوشی کے عالم میں جھولتی ہوئی آ رہی ہے مجھے اس پر ترس آیا، میں نے بڑھ کر ایک پتھر پہ پاؤں رکھا اور بہتے ہوئے لکڑی کے ٹکڑے کے سامنے اپنا ہاتھ رکھ دیا، وہ رک گیا، میں نے وہ ٹکڑا اٹھایا اور اس پر سے نیم بے ہوش چیونٹی کو ہتھیلی پر اٹھا کر کنارے پر آ گیا، کچھ دیر اس کو ہتھیلی پہ لیئے دھوپ کے سامنے رکھا، جب حرارت پہنچی تو اس نے آنکھیں کھول دیں، مگر سردی سے اب بھی اس کی حالت خاصی دِگرگوں تھی، تھوڑی دیر مزید اسے دھوپ پر رکھا تو اس کی سردی اتر گئی، جب اس کے ہوش بحال ہوئے تو میں نے پوچھا بی چیونٹی تم بھوکی بھی تو ہوگی؟

اس نے بتایا کہ میں نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا اب تو یہ عالم ہے کہ اگر پانی کی موت نہ بھی آتی تو بھوک سے ضرور مر جاتی، میں نے فوراً اپنے تھیلے سے ایک چھوٹا سا کیک کا ٹکڑا نکالا اور اپنی ہتھیلی پہ اس چیونٹی کے سامنے رکھ دیا تھوڑی سی شکر اس کے ساتھ رکھ دی تو اس نے کہا ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو یہ آپ نے نہیں میں نے کھانا ہے، میرے معدے میں تو صرف ایک چھوٹے سے ذرے کے سوا آ ہی کچھ نہیں سکتا، لیکن وہ میری دعوت سے بہت خوش ہوئی، جب اس

www.khrooj.com

نے جی بھر کے کھا لیا تو میں نے اس چیونٹی سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی گھر بھی ہے؟

اگر کہو تو میں تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ آ ؤں

اس نے سرد آہ بھر کر کہا کہ میں بہت دکھیاری چیونٹی ہوں، میرا پورا قبیلہ ہے، بہن بھائی ہیں، ماں باپ سارے رشتہ دار بھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں، ایک ایک کو یاد کر کے کلیجہ منہ کو آتا ہے، میں نے کہا تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟ میں جو ہوں اب رونا دھونا بند کرو اور مجھے بتاؤ کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ وہ یہاں سے کتنی دور ہے مگر لگتا ہے کہ بہت دور کہیں شمال میں اسی پہاڑی ندی کے کنارے ایک چیل کا بڑا سا درخت ہے اس کے تنے میں ہمارا پورا قبیلہ رہتا ہے اور میں اس قبیلے کی ملکہ چیونٹی ہوں، ساری چیونٹیاں میری رعایا ہیں۔

میں نے اس چیونٹی کو ہتھیلی پہ اٹھائے ہوئے شمال کی طرف چلنا شروع کر دیا، ایک دو گھنٹے کے بعد وہ چیل کا درخت مل گیا، اس نے پہچان لیا تو بہت خوش ہوئی، میں نے اسے وہاں جا کر چھوڑا جہاں اس نے بتایا کہ ملکہ کا محل اس بل کے اندر ہے، میں نے اسے اُتارا اور اجازت چاہی کہ اب میں چلتا ہوں، تو اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے

تم چند منٹ ٹھہر جاؤ میں اندر جا کر سب کو اپنا حال سناتی ہوں اور پھر پورے قبیلے

www.khrooj.com

کو یہاں باہر لاؤں گی تاکہ وہ مجھ پر مہربانی کرنے والے کو دیکھ لیں۔
بس ایک منٹ میں ملکہ کی واپسی کی خبر ہر بل میں پہنچ گئی، لاکھوں کروڑوں چیونٹیاں اپنے بلوں سے نکل کر ملکہ کے پاس مبارک دینے کو پہنچ گئیں، پتہ نہیں کہ ملکہ نے کیا تقریر کی کہ تھوڑی دیر کے بعد ساری چیونٹیاں میرے سامنے جمع ہونے لگیں، اونچی سی جڑ پہ ملکہ کا تخت لگایا گیا، ساری چیونٹیاں مجھ کو دیکھ رہی تھیں، ملکہ تخت پر آ کر بیٹھ گئی تو ملکہ کے باپ نے بیٹی کو پیار کیا پھر میرا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد اس نے ملکہ چیونٹی سے کہا بیٹی ساری رعایا کو اپنے دوست کا تعارف تو کروادو تاکہ ساری رعایا کو پتہ چل جائے کہ تمہارا یہ محسن کون ہے؟ اس چیونٹی نے فوراً تخت پر کھڑے ہوکر میرا تعارف کرانے کا آغاز کیا اور یوں تقریر شروع کردی

اے معزز و محترم چیونٹیو!
میں اپنے محسن کا تعارف کروانا چاہتی ہوں کیونکہ محسن کا تعارف بھی ایک طرح کا شکریہ ادا کرنے کے برابر ہوتا ہے
1 ...... میں یہ تو نہیں جانتی کہ ان کا حسب ونسب کیا ہے؟ ان کے آباء واجداد کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ ان کے نام کیا ہیں؟ ان کی ذات کیا ہے؟ مجھے یہ باتیں معلوم نہیں ہیں۔
2 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ ان کی طاقت کتنی ہے کیونکہ میں یہ اندازہ لگا ہی

نہیں سکتی کہ کتنی (Ant Power) (ایک چیونٹی کی طاقت) ان کے جسم میں ہے کیونکہ ہمارے پاس ایسا کوئی آلہ نہیں ہے جو یہ بتا سکے کہ ان کے جسم میں کتنی کھرب چیونٹیوں کی طاقت ہے۔

3 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ ان کا جسم کس مادے کا بنا ہوا ہے اور ان کی طینت کی حقیقت کو بھی میں نہیں سمجھ سکتی۔

4 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ ان کا نام کیا ہے اور نام اور ذات میں کیا مماثلت ہے، اس کا نام اس کی ذات کا عین ہے، یا نام ذات کا غیر ہے۔

5 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کی طاقت جو بھی ہے وہ ذاتی ہے یا کسی اور ذات نے اس کو بخشی ہے، میں نے تو اتنا دیکھا ہے کہ ندی کی سرکش لہروں کو اس نے ایک ہاتھ سے روک لیا تھا۔

6 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ اس نے جو میری مدد کی ذاتی اختیار سے کی ہے یا کسی اور ذات کا یہ وسیلہ استمداد ہے، میں نے تو اتنا دیکھا کہ جب مجھے کوئی بچانے والا نہ تھا میں نے فریاد کی کہ کوئی ہے جو مجھ مصیبت زدہ کی مدد کرے تو اس کا ہاتھ میری مدد کو پہنچا، کیسے پہنچا؟ کیوں پہنچا؟ کس نے پہنچایا؟ کس طرح پہنچایا؟ یہ میں نہیں جانتی

7 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کا علم کتنا وسیع ہے، کتنی کتابیں اس نے پڑھی ہوئی ہیں، کتنے فن اس نے سیکھے ہیں، کتنے ہنر یہ جانتا ہے، اس کا علم ذاتی ہے یا

عطائی ہے یا کسبی ہے یا وہبی ہے، مجھے کچھ معلوم نہیں۔

8 ...... مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ خود رزق دیتا ہے یا کسی اور سے لے کر بانٹتا ہے یہ رزق کا مالک خود ہے یا کسی اور کے رزق کا مختارِ عام ہے کہ مجھ بھوکی کو تو اسی نے میری ضرورت سے زیادہ رزق دیا تھا، آگے میں نہیں جانتی۔

9 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ یہ خود موت کے منہ سے چھین کر زندگی عطا کرتا ہے یا کسی اور کی طرف سے اسے اختیار حاصل ہے کہ زندگی عطا کرے، میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ جب موت کی تلوار آدھی گردن کاٹ چکی تھی تو اس وقت اس نے مجھے زندگی دی، آگے میں کچھ نہیں جانتی۔

10 ...... مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ایک بے یار و مددگار کو تختِ شاہی پہ بٹھانا اس نے کس حوالے سے کیا ہے، یہ اس کے اپنے اختیار میں ہے یا کسی اور کا مختار بن کر اس نے یہ کام کیا ہے۔

11 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کے سفر کرنے کی رفتار کتنی ہے، یہ چیونٹیوں کی صدیوں کی مسافت کو منٹوں میں کیسے طے کر لیتا ہے، ورنہ میں وہاں سے چلتی جہاں پہنچ چکی تھی تو یہاں آنے سے پہلے میری زندگی کے دن ختم ہو جاتے۔

12 ...... مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کی عمر کتنی ہے، اور یہ کتنی Ant Century (چیونٹی کی ایک صدی ہمارے ایک دن کے برابر ہوتی ہے) کی عمر رکھتا ہے، یہ کب سے ہے اور کب تک رہے گا، مجھے قطعی معلوم نہیں۔

www.khrooj.com

13 ...... مجھے تو اس کے قد کا علم بھی نہیں ہے کہ اس کا قد کتنے Ant Foot چیونٹیوں کے پاؤں کی پیمائش کے برابر ہے۔

14 ...... مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ مجھے سرکش اور ہلاک کرنے والے دریا کے پانی سے نکالنے کہاں سے آیا تھا اور واپس کہاں جائے گا۔

15 ...... میں یہ بھی قطعاً نہیں جانتی کہ اس کی نظر کتنی تیز ہے، ہزاروں Antmeter کے فاصلے سے اس نے مجھے دیکھا اور مجھے موت کے منہ سے نکال لیا۔

16 ...... میں یہ بھی نہیں جانتی کہ یہ کتنا مہربان ہے، محبت اور پیار کا جو سمندر اس کے دل میں ہے، اس کا تو میں اندازہ بھی نہیں لگا سکتی۔

الغرض میں تو اتنا جانتی ہوں کہ یہ ایک ایسا مخفی راز ہے جسے میں کبھی بھی نہیں سمجھ سکتی اس کا علم، اس کی قدرت، اس کا اختیار، اس کی سکونت، اس کی ذات، اس کی صفات، اس کا آنا، اس کا جانا، اس کا بیٹھنا، اس کا اٹھنا، اس کا جاگنا، اس کا سونا، اس کا کھانا، اس کا پینا، اس کا جسم، اس کی روح، اس کی طینت، اس کی شکل، اس کی صورت، اس کی طاقت، ہر چیز میرے لیئے ایک نہ سمجھ آنے والا راز ہے، بلکہ یہ ایک مجسم اسرار و راز ہے، اور میں نے جو اپنی جہالت اور لاعلمی کا اظہار کیا ہے تو حق تو یہ ہے کہ میں نے اپنی جہالت اور لاعلمی کو بیان کرنے کا بھی پورا حق ادا نہیں کیا، بس میں تو اسے جانتی تک نہیں۔

www.khrooj.com

میں نے کہا بی چیونٹی تو نے تو میرا تعارف کرانا تھا مگر شروع کر دیا عدم تعارف کا سلسلہ، جیسے تو مجھے جانتی ہی نہیں، ایک دم سارے احسانات بھلا کر مجھ سے انجان اور اجنبی بن گئی ہے اور میری کسی حیثیت کا تو نے تعارف کروایا ہی نہیں ہے، آخرانہیں کچھ تو بتاتی کہ میں کتنا بڑا عالم ہوں، کتنا طاقتور ہوں، کتنا بااختیار ہوں وغیرہ وغیرہ

اس نے ہنس کر کہا حضور! آپ مجھے پاگل کر کے کیوں کسی مینٹل ہاسپٹل میں داخل کروانا چاہتے ہیں، میری چھوٹی سی کھوپڑی دیکھو اور اپنے اختیارات وصفات و علم دیکھو اور خود فیصلہ کرو کہ یہ ساری چیزیں میری کھوپڑی اور میری رعایا کی چھوٹی چھوٹی کھوپڑیوں میں سما سکتی ہیں؟ تمہاری غذا کا ہزارواں حصہ بھی میں نہیں کھاسکتی

پھر اس نے کہا ابھی میں نے تقریر ختم نہیں کی اور آپ نے مجھے پھنسا دیا سوالوں میں آپ بتائیں میرا تعلق آپ کے علم سے کیا ہے؟ اگر ہم یہ نہ بھی سمجھیں کہ آپ کے علم کی کیا حد ہے تو کیا فرق پڑتا ہے، اگر ہم آپ کے سارے اختیارات کو معلوم نہ بھی کریں تو کیا فرق پڑتا ہے، ان چیزوں کا ہم سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں

یہ چیزیں آپ خود معلوم کرتے پھریں میں تو ان چیونٹیوں کو یہی بتانا چاہتی تھی کہ یہ کون ہے، اس کی ذات کیا ہے، صفات کیا ہیں، مجھے اس سے غرض ہی نہیں

www.khrooj.com

ہمارے لیئے آپ کا اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ آپ ہمارے محسن ہیں، آپ نے مجھے زندگی عطا کی ہے، آپ نے مجھے رزق دیا ہے، آپ نے مجھے میرا خاندان دیا ہے، آپ نے مجھے تختِ شاہی دیا ہے، آپ نے مجھے میرے بچے بہن بھائی عطا کیئے ہیں، آپ نے مجھے موت کے منہ سے نکالا ہے، ہلاکت سے بچایا ہے، آپ نے مجھ بے وطن غریب کو گھر پہنچایا ہے، آج سے جتنی نعمات میں استعمال کروں گی یہ سب کچھ آپ نے زندگی دے کر مجھے بھیک میں دی ہیں، میری ہر چیز آپ کی عطا ہے اور اس کے بعد میرا فریضہ یہی بنتا ہے کہ میں اٹھتے بیٹھتے آپ کو یہی دعا کروں کہ

(اللہ بھانویں) آپ کے وارثؐ پاک کا مقصد جلدی پورا ہو اور مجھے آپ کی ذاتی خصوصیات سے کیا لینا دینا ہے، باقی باتیں اپنے بارے میں تم خود سوچتے رہو اور ہماری دعا کے وقت کو غیر ضروری چیزوں میں ضائع نہ کرو

میں نے کہا کہ چلو یہ تو رعایا کو بتا دو کہ مجھے جو کچھ عطا ہوا ہے وہ میرے وارث پاک نے عطا فرمایا ہے، میں محتاجِ محض ہوں، تو اس نے ہنس کر کہا میں تمہاری معرفت سے عجز کا اقرار کر چکی ہوں، تم مجھے اور اوپر لے جانا چاہتے ہو یہ تمہارا اور تمہارے مالک کا معاملہ ہے مجھے اس میں مت الجھاؤ۔

میں ندی کے کنارے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ میں نے بھی تو اپنے محسن کا تعارف کروانا تھا اور اُس پاک ذات کے سامنے میرا علم وفہم و ادراک و عقل اور

www.khrooj.com

صلاحیت وفکر بھی اس چیونٹی سے زیادہ نہیں ہے، بلکہ وہ چیونٹی جتنا میرے بارے میں جانتی ہے اس کا ہزارواں حصہ بھی میں اپنے مالک کے بارے میں علم نہیں رکھتا تو میں کس طرح مالکِ کل کا تعارف کرواسکتا ہوں؟ میں نے چیونٹی کی ایک ایک بات پہ جب علیحدہ علیحدہ غور کیا تو مجھے اپنی لاعلمی کا ادراک ہونے لگا۔

چیونٹی نے کہا تھا میں یہ بھی نہیں جانتی کہ ان کا حسب ونسب کیا ہے، ان کے آباءو اجداد کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟

میں نے سوچا کہ میں اگر اپنے مالکِ حقیقی کا تعارف کرواؤں تو ان کا حسب و نسب کیا بیان کروں؟ کیا اس عالمِ موجود میں آنے کے بعد والا نسب بیان کیا جائے جس میں یہ امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے گیارہویں فرزند ہیں، یا علم ازل ماقبل الوجود کا نسب بیان کیا جائے کہ جہاں سب چودہ مرتبہءِ واحد پر فائز ہیں، وہاں محتاج امہات صلواۃ اللہ علیہا بھی نہیں ہیں، من حیث الکون و التکوین من حیث المرتبہ نورِ واحد ہیں، ان کی امتیازاتِ باہمی نام کی کوئی چیز موجود ہی نہیں ہے، نہ کوئی باپ، نہ بیٹا ہے، سمندر میں امتیازاتِ اعتباری ہوتے ہیں، ورنہ سمندر سمندر ہی ہوتا ہے، موج اور قطرے کوئی نام نہیں رکھتے تو پھر کیا علم ازل میں بلکہ ماقبل الازل وہاں یہ چودہ پاک علیہم الصلواۃ والسلام اسی طرح نسب رکھتے ہیں؟ وہاں ان میں سے کس نور کو اپنی والدہ ماجدہ ہونے کا اعزاز بخشا تھا؟ یہاں سے جب اپنی اصل کی طرف رجعت فرمائی تو وہ

www.khrooj.com

واحد الاصل نور پھر واحد ہو گیا، پھر آخری دور میں سارے امتیازات کے ساتھ ظاہر ہو گا تو اُس وقت یہ کیسا ہو گا؟ مجھے کیا معلوم کہ ان میں سے باپ کون ہے، بیٹا کون ہے؟

جناب جابر بن یزید جعفی رحمتہ اللہ علیہ کے واقعہ میں مولا امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے لختِ جگر کو سامنے کھڑا کر کے جو مظاہرہ فرمایا تو لوگوں نے دیکھا کہ باپ بیٹا بن گیا اور بیٹا باپ، پھر دونوں باپ بن گئے، بیٹا کوئی نہیں تھا، پھر دونوں بیٹے بن گئے باپ کوئی نہ تھا، پھر دونوں ایک ذاتِ واحد میں سما گئے تو دیکھنے والوں نے سجدے میں سر رکھ دیئے۔ (خلاصہ)

جب صورت حال یہ ہو تو میں کیا جانتا ہوں کہ ان کا نسب کیا ہے، میں تو ان کے نسب سے لاعلم و جاہل ہی ٹھہرا، یہ کہاں کے رہنے والے ہیں مجھے کیا معلوم، اللہ ذوالجلال والاکرام کہاں کا رہنے والا ہے، جو ہمہ وقت اس کی قربت میں ہیں تو جہاں کا خود اللہ رہنے والا ہو گا یہ بھی وہیں کے رہنے والے ہوں گے، مجھے جب نہ اللہ کا وطن معلوم ہے نہ ان کی (Residency)، تو ان کا وطن کون سا ہے میں کیا جانتا ہوں کچھ بھی نہیں۔

چیونٹی نے میرے بارے میں کہا کہ نہ ہی میں ان کی ذات وصفات کو جانتی ہوں میں نے سوچا کہ کیا مجھے اپنے مولا و محسن کریم عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذات معلوم ہے؟ دنیا میں جتنی ذاتیں بنتی ہیں ان کا کلیہ تو مجھے معلوم ہے، وہ یا آباء و

اجداد کے نام سے بنتی ہیں، یا پیشوں سے بنتی ہیں، گیورام کی اولاد گھیبا کہلائی، تیورام کی اولاد ڈٹوانہ کہلائی، سیورام کی اولاد سیال بنی، یا عیسیٰ خیل، موسیٰ خیل، بہرام خیل وغیرہ اجداد کے نام سے مشہور ہوئے، کیونکہ ان کے آباء واجداد عیسیٰ موسیٰ وغیرہ تھے

یا پیشوں سے ذات بنتی ہے، حجام، قصاب، موچی، پاولی، مراسی وغیرہ بنے، بعض ذاتیں اپنے معبودوں کے نام سے مشہور ہوئی مثلاً بالوس کے پجاری بالوچ یا بلوچ بنے، میرے مولا کریم کے خاندان پاک کوسید العرب والعجم جناب ہاشم علیہ الصلواۃ والسلام کی وجہ سے سید کہا گیا، مگر یہ تو عالم ناسوت میں ظہورِ اجلال کے بعد کی بات ہے، عالم ماقبل الازل میں ان کی کیا ذات تھی؟ یہ میں کیا جانوں بشریت کے بانی ابولا بشر آدم تو چند دن ہوئے ہیں کہ خلق فرمائے گئے ہیں پھر اس کی اولاد کی ہدایت کیلئے آنے کی وجہ سے جامہ بشری پہن کر آنے سے انہیں نوعِ بشر کا فرد سمجھ لیا گیا، جیسے والدۂ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے روح القدس کو بشر سمجھ لیا تھا اس نے مہربانی کی کہ بتا دیا، مگر انہوں نے تو بتانے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ فرما دیا ہے

☆نحن الاسرار الالٰھیته فی هیاکل البشریه ہم تو اللہ کے پوشیدہ راز ہیں

جو جامہ بشری میں خود کو چھپائے ہوئے ہیں۔

جب یہ اللہ کے راز ہیں تو مجھے کیا معلوم کہ ان کی نوع کیا ہے؟ ذات کیا ہے؟
چیونٹی نے میرے بارے میں کہا تھا کہ ان میں کتنی طاقت ہے مجھے بالکل معلوم نہیں
میں نے سوچا وہ بیچاری حق بجانب تھی کیونکہ کسی انسان جانور یا مشین کی طاقت کو ناپنے کیلئے ہم نے ہارس پاور (Horse Power) یعنی گھوڑے کی طاقت کو پیمانہ قرار دیا ہوا ہے، اب اگر کوئی انسان یہ اندازہ کرنا چاہے کہ زحل میں یا مشتری میں حرکت کا عمل کتنے ہارس پاور پر مبنی ہے یا سورج کی حرکت کا عمل کتنے ہارس پاور کا ہے تو یہ ہارس پاور کا پیمانہ اتنا چھوٹا پڑ جائے گا کہ حساب میں ہی نہیں آئے گا۔
جیسے ایک چیونٹی کو یہ بتانا پڑے کہ ایک ریلوے کے انجن میں کتنی چیونٹیوں کی طاقت ہوتی ہے تو انسان کے اعداد اور ہندسے ختم ہو جائیں گے اور حساب کرنے والا پاگل ہو جائے گا تو سوچنے کی بات تو ہے کہ جس کی ایک انگشت سبابہ کی ایک معمولی سی حرکت پورے نظام شمسی کی قوت کو صرف روکتی نہیں بلکہ کروڑوں میل پیچھے دھکیل کر کھڑا کر دیتی ہے، اس کی طاقت کی پیمائش کیلئے میں کون سا پیمانہ استعمال کر سکتا ہوں
اور کن اعداد سے اسے ناپ سکتا ہوں، جب مجھے پیمانے ہی معلوم نہیں تو میں قوتِ کردگارِ ازل کے بارے میں کیسے کچھ معلوم کر سکتا ہوں؟

تو یہاں بھی مجھے چیونٹی کی طرح کہنا پڑا کہ میرے مالک کریم کی طاقت کتنی ہے مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔

چیونٹی نے میرے تعارف کے ضمن میں کہا تھا کہ مجھے معلوم نہیں اس کا بدن جسم کس مادے سے بنا ہوا ہے، اس کی طینت کیا ہے،...... میں نے غور کیا کہ کیا مجھے اپنے محسن و مالکِ مطلق عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں معلوم ہے کہ ان کی طینت طیبہ کی حقیقت کیا ہے؟

☆یا طارق الامام بشر ملکی و جسد سماوی و امر الهی و روح القدسی و مقام علی و نور جلی و سر خفی فهو ملکی الذات الهی الصفات

بہ حوالہ نہج الاسرار ص114، بحر المعارف ص260، مشارق الانوار ص138

تعارف امام علیہ السلام کے ضمن میں طارق بن شہاب صحابی امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام سے خود اُنہوں نے یہ تعارفی الفاظ فرمائے تو تھے کہ

اے طارق! امام ملکی بشر ہوتا ہے، اس کا جسم اطہر آسمانی ہوتا ہے زمینی نہیں ہوتا، ان کی ذات مکمل امرِ الٰہی ہے کہ جس کا علم ہو ہی نہیں سکتا، عالم امر سے متعلق ہر چیز وہ ہے جسے خالق کائنات کے سوا کوئی نہیں جانتا، چاہے وہ صاحب الامر ہو، یا ساعت ہو، یا روح ہو، سب کا محدود علم عطا ہوا ہے، کسی نے کسب نہیں کیا، ان کی روح عالمِ قدس سے ہوتی ہے، اور ہر امام مقامِ علیؑ علیہ الصلواۃ والسلام پر

www.khrooj.com

فائز ہوتا ہے۔

گویا......کلنا محمدؐ یا کلنا علیؑ علیهما الصلواۃ والسلام کا مصداق ہوتا ہے

اس کا نور نورِ جلی اور نورِ ظاہر ہوتا ہے، حالانکہ وہ ایک ایسا راز ہوتا ہے جو ہمیشہ مخفی رہتا ہے، اس کی ذات ملکی وملکوتی ہوتی ہے، اور جامعہ صفاتِ اِلٰہی ہوتا ہے۔

مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ملکی الذات سے مراد کیا ہے، کیا ملکوت بہ معنی فرشتے، ملائکہ، قدسی، کروبیاں مراد ہیں یا وہ ملکوت مراد ہیں جس کے بارے میں ارشاد قدرت ہے

☆ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ......(سورہ یٰسین 83)

☆وَكَذَلِكَ نُرِىٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ......(سورہ انعام 75)

ملکوت سے مراد آسمان وزمین میں جاری وساری قدرت اِلٰہی ہے، یا پھر سرچشمہءِ طاقت فعالیہ کو ملکوت کے نام سے پکارا گیا ہے۔

مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرے محسن مطلق عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذات اور طاقت قدرتِ اِلٰہی کی ہم ذات ہے، کیونکہ اللہ کی قدرت عین ذات ہے، تو پھر یہ بھی سوچنا ہوگا کہ کیا یہ نوراللہ کا ہم ذات ہے یا داخلِ ذات اِلٰہی ہے؟

مجھے کچھ معلوم نہیں میں بالکل نہیں جانتا کہ ان کا جسم اطہر کس چیز سے تشکیل پایا

www.khrooj.com

ہے

چیونٹی نے یہ بھی کہا تھا کہ میں یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کے نام کا اس کی ذات سے کیا تعلق ہے یا کیا رشتہ ہے؟

میں نے بھی یہی پایا کہ میں بھی تو اپنے محسن مطلق کے بارے میں اتنا بھی نہیں جانتا کہ ان کے نام سے ذات جدا ہے یا ذات میں داخل ہے، ناموں کی کثرت ذات کی وحدت میں مخل ہوتی ہے یا تکمیل ذات کرتی ہے یا صرف کثرت اعتباری ہے؟

چیونٹی نے میرے تعارف کے ضمن میں کہا تھا کہ میں یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کی طاقت ذاتی ہے یا عطائی ہے؟ کہ سرکش موجوں کے سامنے ہاتھ ڈال کر انہیں روک کر اس نے مجھے اٹھایا اور موت کے منہ سے بچا لیا۔

میں نے جب غور کیا تو مجھے لگا کہ یہ بھی میرے مالک کے بارے میں درست ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے مالک مجھ جیسے حقیروں کو ہمیشہ حالات کی سرکش لہروں سے نجات عطا کرتے ہیں، ابدی موت سے نکال کر ابدی زندگی عطا فرماتا ہے، اپنے ید قدرت سے ہمارے سامنے عظیم مظاہرے فرماتا ہے، مگر مجھے بھی یہ معلوم نہیں کہ میرے محسنِ اعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کی ہر صلاحیت طاقت وقدرت ذاتی ہے یا عطائی ہے۔

میں نے محقق طوسی اور علامہ حلی اور دیگر متکلمین کی کتابیں پڑھی ہیں میں نے ان

بحثوں کوغور سے دیکھا ہے کہ جہاں مستفاد و بالذات پہ گفتگو ہوتی ہے، میں نے براہینِ انیہ ولمیہ کی یہ بحثیں بھی پڑھی ہیں مگر یہ کتابیں جب میرے مالک ومحسن عجل اللہ فرجہ الشریف کی صلاحیتوں پہ گفتگو کرتی ہیں تو تصویر کا ایک رُخ دکھاتی ہیں مثلاً وہ کہتی ہیں ہمارے ہادیاںِ عصر علیہم السلام کو ہدایت کی طاقت عطا ہوئی ہے جو ان کی ذاتی نہیں، بالذات ہادی صرف اللہ ہے، مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ ابلیس کی ضلالت اور مضلیت ذاتی ہے یا عطائی ہے، اگر اس کی مضلیت (گمراہ کرنے کی طاقت) ذاتی ہے اور داخلِ ذات ہے اور ادھر ہدایت اللہ جل جلالہ کی داخلِ ذات ہے تو اس طرح دنیا میں قدیم دو خدا ماننا پڑیں گے، ایک ہدایت کا خدا جو حق ہے اور ایک باطل کا خدا جو باطل ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح اللہ نے ہادی کو ہدایت کی طاقت عطا فرمائی ہے اِسی طرح ابلیس کو گمراہ کرنے کی طاقت بھی اُسی نے عطا کر دی ہے اور دونوں سے فرمایا ہے کہ چلو دونوں اپنا اپنا کام شروع کر دو، تو یہاں خداوند قدوس کی پوزیشن اس آدمی جیسی بن جاتی ہے جو چور سے کہتا ہے نقب ڈال لے شاباش، اور مالک مکان سے کہتا ہے کہ چور نقب ڈال رہا ہے ذرا ہوشیار باش۔

اس ذہنیت اور کردار کا مالک تو انسان دوست بھی پسند نہیں کرتا خداوند کیسے پسند کرے گا......نتیجہ ءِ کلام یہ ہے کہ میں تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ میرے مالک ومحسن عجل اللہ فرجہ الشریف کی طاقت وقدرت مستفاد ہے یا بالذات ہے۔

الغرض چیونٹی کی ایک ایک بات ذہن میں اترتی چلی گئی اور میں اپنی کم علمی بلکہ جہالت کا ادراک کرتا گیا، اور میں سمجھ گیا کہ میں اس سے بھی لاعلم ہوں کہ یہ مدد فرماتے ہیں تو ذاتی قدرت سے فرماتے ہیں یا کسی اور کے حوالے سے بطور وسیلہ آتے ہیں۔

مدد کے ایک طلبگار کو فرمایا کہ عین اسی وقت مجھ کو ایک ہزار مقامات پر مدد کیلئے بلایا جا رہا ہے، مجھے تو یہ بھی علم نہیں کہ انہیں بلانے والوں یا مدد طلب کرنے والوں کا علم کوئی اطلاعی طور پر دیتا ہے یا بوجہ معیت قیومیہ اُنہیں معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ آغا خمینی فرماتے ہیں کہ ان کا علم احاطی ہے، پھر یہ پہنچتے کیسے ہیں؟ ہر جگہ پہ موجود ہوتے ہوئے صرف ظاہر ہوتے ہیں یا سفر کر کے جانا پڑتا ہے؟ اگر سفر کر کے جانا پڑتا ہے تو اتنی جلدی کیسے پہنچتے ہیں؟ خود پہنچتے ہیں یا کوئی اور پہنچا دیتا ہے، اگر سارے کام اور ہی کرتا ہے تو وہ خود ہی سب کچھ کیوں نہیں کر دیتا، ان کو کیوں درمیان میں لاتا ہے؟

ایک امیر آدمی ایک نوجوان لڑکے کو کہتا ہے میں تمہیں رقم دیتا ہوں تم بڑی دکان بنالو

جب وہ لڑکا دکان بنانا چاہتا ہے تو یہ خود اینٹ گارا اُٹھا کر مستری گیری کرتا ہے، دکان بناتا ہے، وہ سودے لینا چاہتا ہے تو اسے کاندھے پہ اٹھا کر بازار لے جاتا ہے سارے سودے خود خرید کرتا ہے، پیسے دیتا ہے، پھر سودے خود اٹھاتا ہے،

www.khrooj.com

اس نوجوان کو بھی اٹھا کر دوکان میں بٹھا دیتا ہے، جب گاہک آتے ہیں تو سارا کام خود کرتا ہے اور اس نوجوان آدمی کو ہلنے کا اختیار بھی نہیں دیتا، سودے بیچنا حساب کرنا پیسے وصول کرنا سب خود کرتا ہے، ہر صبح اس نوجوان کو کاندھے پر بٹھا کر لاتا ہے اور کرسی پہ بٹھا دیتا ہے اور شام کو اٹھا کر واپس لے جاتا ہے اور ذرا برابر کام نہیں کرنے دیتا، اور نہ ہی اسے گاہک سے بات کرنے کی اجازت دیتا ہے، ہر بات وہ خود کرتا ہے۔

بتایئے اس امیر آدمی کی کیا مجبوری ہے کہ وہ اس نوجوان کو دکان پر بٹھاتا ہے، خود ہی اس کرسی پہ کیوں نہیں بیٹھتا، اور نوجوان کو یہ بھی نہیں کہنے دیتا کہ دکان کی کوئی چیز اس کی بھی ہے...... کیا خالق بھی اس امیر آدمی کی طرح ہے؟

میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ نوجوان اس کے کاروبار کا کیسا وسیلہ ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے ایسے ڈمی وسیلے کی کیا ضرورت ہے؟ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس نوجوان کو وسیلہ کہنا درست بھی ہے یا نہیں۔

چیونٹی نے جس طرح کہا تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا علم کتنا ہے، یہ کتنی کتابیں مروجہ متداولہ سینکڑوں علوم سے متعلق پڑھ چکا ہے۔

میں نے سوچا واقعی جس کا اپنا علم محدود ہو وہ علم کو کیسے سمجھ سکتا ہے، جو انگلش جانتا نہیں وہ انگلش میں لکھی ہوئی کسی ادبی علمی سائنسی کتاب کی تعریف اور تعارف کیسے سمجھ سکتا ہے، اگر خدانخواستہ وہ اس کتاب کا تعارف کروانا شروع کر دے تو

اس کا تعارفی ہر جملہ اور فقرہ خود اس کی جہالت کی لاش پر مصروف ماتم ہوگا، نہ کہ تعارف ہوگا۔

جب ایک ان پڑھ آدمی کسی کتاب کا تعارف نہیں کروا سکتا، تو جن کا پاک وجود ہی اُم القرآن ہو اور جسم ظاہری بھی لوحِ مکنون ہو تو اس کا تعارف میں کیسے کروا سکتا ہوں، میری اپنی جملہ سوچوں کا نتیجہ یہ ہے کہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا

چیونٹی نے میرے بارے کہا تھا کہ اس نے مجھے رزق دیا۔

میں نے سوچا میرا محسن کریم عجل اللہ فرجہ الشریف شب و روز مجھے بھی تو ارزاق سے نواز رہا ہے...... رزقِ دنیا دیتا ہے، رزقِ علم دیتا ہے، رزقِ کلام دیتا ہے، رزقِ معرفت دیتا ہے، رزقِ زیارت دیتا ہے، رزق کرم دیتا ہے، میرے جملہ اعضاءِ بدن و حواس خمسہ وعشرہ کو علیحدہ علیحدہ رزق دیتا ہے، مگر میں ہر چیز اس کے دست کرم ایجاد سے پا کر بھی یہ نہیں جانتا کہ وہ رزق کس حوالے سے عطا کرتا ہے، کسی اور کا رزق ہے بانٹتا یہ ہے، یا ان ارزاق کا خود مالک ہے، یا وسیلہءِ ارزاق ہے، یہ ارزاق خود خلق فرماتا ہے یا کسی اور سے لیتا ہے، جب میں اس سوچ میں غرق تھا کہ اس راز کو سمجھنا چاہیے کہ اس کی رزاقیت کا راز کیا ہے تو تحقیق عمیق کے بعد مجھ کو یہی علم ہوا کہ مجھے کچھ علم نہیں ہے۔

تو خود کو کہا چھوڑ و بیٹا!......تم آم کھاؤ درخت گننے میں وقت کیوں ضائع کرتے

ہو

چیونٹی نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں وہ زندگی اور موت پر کیسے قادر ہے

میں نے اس فقرے کو دیکھا سوچنے لگا کہ مجھے بھی تو معلوم نہیں کہ میرا مالک دنیاوی زندگی اور اُخروی زندگی میں کس طرح ہلاکت سے بچاتا ہے، بطور وسیلہ بچاتا ہے، خود خلق الموت والحیواۃ کا مصداق ہے اور زندگی اور موت کے خالق کی حیثیت سے حیات عطا فرماتا ہے، یا کسی سے لے کر دیتا ہے۔

پھر میں نے سوچا کہ تم کس چکر میں پڑ گئے ہو، تم سے زیادہ عقلمند تو وہ بھکاری تھا جو روزانہ ایک در پہ جاتا تھا، وہاں سے اسے اتنے پیسے مل جاتے تھے کہ دن سکون سے گزر جاتا تھا اور روزانہ جب وہ دروازے پر صدا دیتا تھا تو ایک مستور کا ہاتھ ظاہر ہوتا تھا جو اس کے کاسے میں مراد ڈال دیتا تھا اور وہ بھکاری پہچان گیا کہ یہ ایک ہی ہاتھ ہے جو روزانہ میری جھولی بھر دیتا ہے، اس نے ہاتھ کو پہچان لیا، ایک دن پس پردہ سے جب اس کو مراد ملی تو ایک آواز آئی تم دس سال سے یہاں صدا کرتے ہو مراد لیتے ہو اور چلے جاتے ہو۔ کبھی یہ نہیں پوچھا کہ اے پردہ دار مستور تو اس گھر کی مالکن ہے یا نوکرانی ہے، اپنا مال دیتی ہے یا کسی سے لے کر دیتی ہے، اگر لیتی ہے تو کہاں سے لیتی ہے؟

فقیر زور سے ہنسا اور کہا بی بی! تو پردہ دار ہے، اور تمہارے درونِ پردہ کیا ہے؟

www.khrooj.com

تم کیسی ہو، بوڑھی ہو، جوان ہو، خوبصورت ہو، بدصورت ہو، مالدار ہو، غریب ہو، شادی شدہ ہو، یا پھر بیوہ ہو؟ یہ سب تمہارے پردے کے اندر کا معاملہ ہے۔
اگر میری سوچ تمہارے پردے کا لحاظ نہ کر کے اندر چلی جائے تو پھر مجھ جیسا نمک حرام کوئی ہے ہی نہیں، میری جبین عقیدت تو اس ہاتھ کے سامنے سر بہ سجود ہو جاتی ہے جو پردے سے ظاہر ہو کر میری جھولی بھر دیتا ہے، میں تو اسی ہاتھ کو دعا دیتا ہوں کہ
خداوندا! اس ہاتھ کو سلامت رکھ، اس ہاتھ کو کسی کا کبھی محتاج نہ کرنا، حتیٰ کہ اپنا بھی محتاج نہ کرنا، وقت سے پہلے عطا کرنا تا کہ اس عطا کرنے والے ہاتھ کو لینے کیلئے دراز نہ ہونا پڑے، اور تمہارے حریم پردہ میں عقل کو داخل کرنے کی گستاخی میں نہیں کرنا چاہتا۔
تو میں نے سوچا کہ یہ گستاخی کر کے میں کیوں نمک حرامی کروں، بس دینے والے ہاتھ کو پہچانو اور دعا کرو اور بس۔
چیونٹی نے کہا تھا کہ میں نہیں جانتی کہ یہ موت کے منہ میں ہاتھ ڈال کر زندگی چھین لیتا ہے اور نئی زندگی عطا کرتا ہے، مگر کس حوالے سے؟ مجھے یہ بھی معلوم نہیں یہ بے یار و مددگار بھوک سے مرتی ہوئی ہستی کو تخت عطا فرماتا ہے تو کس حوالے سے؟
میں نے اس کے ان فقروں پر غور کیا تو پھر اپنے مالک مطلق عجل اللہ فرجہ الشریف

www.khrooj.com

کے بارے میں غور کیا اور سوچا کہ میرا مالک مطلق بھی تو موت کو زندگی میں بدل دیتا ہے، کیا وہ زندگی اور موت کا مالک بن کر عطا فرماتا ہے؟ یا کیا وہ یہ اختیارات کسی اور ذات کی طرف سے لے کر آتا ہے اور وہ محض وسیلہ ہوتا ہے جو ایک بے اختیار آلے کی طرح ہوتا ہے، جیسے قلم لکھنے کا ایک وسیلہ ہے جب تک میں استعمال نہ کروں یہ ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا بلکہ جہاں پڑا ہے وہاں سے وہ اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا، بالکل بے بس بے جان بے اختیار مجبور و معذورِ محض وسیلہ ہے،تو کیا وہ ذات بھی ایسی ہی ہے؟

جب میں نے یہ فقرے لکھے تو میرا قلم بول پڑا (نعوذ باللہ،نعوذ باللہ)

میں نے کہا ارے تو کیوں بگڑ رہا ہے؟ میں نے آخری فیصلہ تھوڑی دیا ہے،اس نے کہا میں تو تمہاری عقل پر ہنس رہا ہوں،تو آلے کو وسیلہ سمجھ رہا ہے، تیری انا کے عمل کا وسیلہ جملہ افعال کا وسیلہ تیرا بدن ہے نہ کہ تیرا قلم ہے،کسی کو کچھ دینا، لکھنا، کچھ کرنا جملہ افعال تمہارے ہاتھ کرتے ہیں اور آلات کو استعمال بھی تمہارے ہاتھ کرتے ہیں اور خالق ذات کا وسیلہ بھی اگر تمہارے محسن پاک کریمؐ کو مانا جائے تو پھر وہی ید اللہ ہیں، وہی عین اللہ ہیں، وہی لسان اللہ ہیں، بولتی زبان ہے، سنتے کان ہیں، کرتے ہاتھ ہیں، پہچانا چہرے سے جاتا ہے، ان وسائل کو اپنی ''میں'' سے جدا کر کے کچھ کر کے دکھا دے تو میں مانوں۔

وسیلہ وہ ہوتا ہے کہ جس کے بغیر ذات کچھ کر بھی نہیں سکتی، اگر اس بے بس و بے

اختیار کو معذور کہنا ہے تو اپنی ذات کو کہہ جو جسم کے بغیر کوئی فعل انجام دے ہی نہیں سکتی، جو وسیلے کے بغیر کچھ کر ہی نہیں سکتی، آنکھیں بند کر کے ذرا دیکھنے کی کوشش کر کے دِکھا، ہاتھ کو باندھ کے کسی کو کچھ دے کے دِکھا، منہ بند کر کے کچھ بول کر دِکھا، پاؤں کے بغیر چل کے دِکھا، مقامِ آلیت پر تو ملکوت فائز ہیں، وہی آلاتِ کار ہیں جنہیں وسیلہ استعمال کرتا ہے، اور وسیلہ با اختیار ہے، قلم کی بجائے انگلی سے بھی لکھ سکتا ہے مگر کسی لکھنے والے ہاتھ کے بغیر قلم نہیں چل سکتا، میں نے قلم سے کہا کہ مجھ سے زیادہ تو تم عقل مند ہو، میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ میرا محسنِ اعظم عجل اللہ فرجہٗ الشریف آلہ ءِ کار ہے، یا وسیلہ ءِ ذات ہے، یا عین ذات ہے۔

چیونٹی نے کہا تھا کہ مجھے اس کی رفتار بھی معلوم نہیں ہے کہ ایک چیونٹی کی پوری زندگی کی مسافت کو یہ چند لمحوں میں طے کر لیتا ہے تو کیسے؟

میں نے اس فقرے پر غور کیا تو مجھ پر صادق آیا کہ مجھے بھی تو معلوم نہیں کہ میرے محسن کریمؑ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی رفتارِ سفر کیا ہے؟ بیک وقت ہزاروں مقامات پر دشت وصحرا میں بلانے والے بلاتے ہیں، یہ پہنچ جاتے ہیں، جبکہ ایک عام آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ تک کا سفر کرے تو مہینے لگ جائیں گے۔

ایک ہندی سے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ تمہارا ہندوستانی عالم تو طے الارض کرتا ہے اور سو میل کا سفر ایک دن میں طے کر لیتا ہے، مگر عرب

www.khrooj.com

کا عالم (یعنی ہم خود) اس سے بھی بڑے عالم ہیں کہ اٹھارہ ہزار عوالم کا سفر کر کے واپس بھی آ گئے ہیں اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں ہیں، اور تمہارے ساتھ جو سلسلہ کلام جاری ہے اس میں بھی فرق نہیں پڑا۔

تو میں نے سوچا کہ ہمارے پاس تیز ترین چیز کو ناپنے کا معیار الیکٹرک سپیڈ (Electric Spead) ہی ہے جو کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل سے کچھ اوپر فی سیکنڈ کی رفتار ہے اور اس رفتار کے حساب سے بھی کئی عوالم ہم سے لاکھوں کروڑوں نوری سال کے فاصلہ پر ہیں، جو اربوں کھربوں نوری سال کا فاصلہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں طے کر لے اس کے سفر کی رفتار کو کس چیز سے ماپیں گے؟

سوچا چھوڑ بابا جس چیز کو تو سمجھ نہیں سکتا اس کا تعارف کروانے کی کیا ضرورت ہے بس رفتارِ سفر کے بارے میں بھی یہی کہہ کر جان چھڑا کہ ''لا اَدرِی'' یعنی مجھے معلوم نہیں ہے۔

چیونٹی نے میرے تعارف کے ضمن میں کہا تھا کہ میں یہ بھی نہیں جانتی کہ یہ مجھے نجات دینے کہاں سے آیا ہے اور نجات دلا کر کہاں جائے گا؟

میں نے سوچا میرے محسن کریمؑ عجل اللہ فرجہٗ الشریف بھی تو ایسے ہی ہیں، کہ انسانیت کو نجات دینے کیلئے دنیا میں تشریف لائے ہیں، مگر معلوم نہیں کہاں سے آئے ہیں اور پھر کہاں چلے جاتے ہیں؟ ہر دور میں ہر زمانے میں ان کا ظہور ہوتا

رہتا ہے آسمانی مخلوق کی ہدایت کا کام بھی یہی ذوات کرتے ہیں، جیسے فرمایا تھا کہ آسمان پر سیاروں میں بھی مخلوق ہے☆مدائن کمدائنکم کہ ان کے شہر بھی تمہارے شہروں کی طرح ہیں، جب سائل نے پوچھا کہ ان کی ہدایت کون کرتا ہے تو فرمایا

☆ نحن حجت الله عليهم...... ان پر اللہ کی حجت ہم ہی ہیں

پھر یہ بھی فرمایا کہ

☆ فانا نظهر فی کل زمان...... ہم ہر زمانہ میں ظاہر ہوئے ہیں

تو پتہ نہیں کہ یہ کہاں سے آتے ہیں، کہاں چلے جاتے ہیں، جب جی چاہتا ہے ظاہر ہو جاتے ہیں، جب جی چاہتا ہے غائب ہو جاتے ہیں، میں تو اس راز کو بھی نہیں سمجھ سکا کہ ان کے غیاب میں ظہور ہے اور ان کے ظہور میں غیبت ہے، جب ظاہر ہوتے ہیں عین اسی وقت غیب بھی ہوتے ہیں۔

حدیث☆امرنا صعب مستصعب...... کے ضمن میں فرمایا تھا کہ ان کا متحمل سوائے ملکِ مقرب کے کوئی نہیں ہوتا، عام ملکوت بھی ان رازوں کو نہیں سمجھ سکتے، جیسا کہ مولا امام حسن عسکری علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ جو ملائک غیر مقرب ہیں وہ بھی تمہاری طرح ہمارے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری طرح ہیں مگر ہم اُن سے افضل واعلیٰ ہیں۔

اب بشر سمجھتے ہیں کہ یہ بشر ہیں، نوری سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری طرح نوری ہی ہیں،

اب معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا سمجھتا ہے؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے۔۔

چیونٹی نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ اس کی عمر کتنی ہے یا کتنی چیونٹیوں کے برابر اس کی عمر ہے، کتنی (Ant Senturies) کی یہ عمر رکھتا ہے؟

میں نے سوچا کہ یہ جو ہماری چھوٹی سی زمین ہے، اس کے بارے میں سائنس دان روز تخمینہ لگاتے ہیں کہ یہ اتنے ارب سال کی ہے، کچھ عرصہ پہلے کہتے تھے کہ سات ارب سال کی ہے، اب کہہ رہے ہیں کہ پندرہ ارب سال کی ہے، کل کوئی اور نظریہ آ جائے گا، مگر یہ تو یقینی ہے کہ میرا مالک تب سے ہے کہ جب کچھ بھی نہیں تھا، پوری کائنات عالمِ وجود میں نہ آئی تھی، زمین کی عمر پندرہ ارب سال ہے تو کائنات کی عمر کیا ہوگی، اور جو کائنات سے قبل تھے ان کی عمر میں کیا جانوں؟ اسی ہزار آدم کی ہدایت فرمانے والے کی اپنی عمر کیا ہے؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے۔

اس چیونٹی نے کہا تھا کہ مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ اس کی نظر کتنی تیز ہے؟ مجھے تو اس نے ہزاروں (Ant Meters) سے دیکھ لیا ہے، پتہ نہیں یہ ہر وقت دیکھتا رہتا ہے یا جب چاہے دیکھ لیتا ہے یا یہ زمین اس کے سامنے ہتھیلی کی طرح ہمیشہ سامنے رہتی ہے

میں نے سوچا کہ میرا اس معاملہ میں اپنے مالک پاک عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے بارے میں کتنا علم ہے؟ کیا میں جانتا ہوں کہ میرا مالک کہاں تک دیکھ سکتا ہے؟

www.khrooj.com

کیا وہ دور سے دیکھ لیتا ہے یا عین قریب کی طرح دیکھتا ہے، یا عمودِ نور میں مشاہدۂ خلق کرتا ہے، یا پھر ''اقرب الیہ من حبل الورید'' کا مصداق بن کر جملہ کائنات کے جملہ افراد کی رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب رہتے ہوئے مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں؟

مکالمہءِ عزرائیل و امامِ مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام میں ہے کہ امام علیہ السلام سے اس نے پوچھا کہ آپؑ کہاں تھے؟ فرمایا بتاؤ اللہ کہاں ہے؟ عرض کی وہ تو ہر جگہ ہے وہ کہاں نہیں ہے؟ فرمایا تم نے الٹا سوال کر دیا ہے اور پوچھا ہے کہ آپ کہاں تھے تمہیں پوچھنا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کہاں نہیں تھے؟

چیونٹی نے آخری بات بہت خوب کہی تھی اور کہا تھا کہ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کے دل میں کتنی محبت ہے کہ مجھ سے نہ تو اسے کوئی لالچ تھا، نہ ہی میں اس کے کسی کام آ سکتی تھی، اور نہ ہی اس کی خداداد عزت میں اضافہ کر سکتی تھی، حتیٰ کہ اسے ایک وقت کا کھانا دینے کی بھی مجھ میں طاقت و قدرت نہیں ہے، مگر پھر بھی اس نے ندی کے تیز رو ٹھنڈے پانی میں خود کو ڈال کر مجھے بچا لیا ہے معلوم نہیں کہ یہ کتنا مہربان ہے

میں نے سوچا کہ میرا مالک میرا محسن میرا کریم عجل اللہ فرجہٗ الشریف کہ جن کے احسانات کی انتہا نہیں ہے، پتہ نہیں کتنے مہربان ہیں، میری حیثیت ان کے سامنے تو اس چیونٹی سے بھی کم تر ہے، میں بھی تو اپنے مالک کریمؑ کے کسی کام

آنے کی طاقت نہیں رکھتا، مجھ جیسے ہزاروں ناکارہ لوگوں کی ہدایت کی خاطر اپنے عرشِ الٰہی کے مسکن سے جامہ ءِ بشری پہن کر آئے، ہماری ہی ہدایت کیلیئے ہزاروں صدمات برداشت کیئے، اس بد بخت اور تکلیف بھری دنیا کو زینت بخشی، لوگوں نے ہر قسمی ظلم روا رکھا، سقیفہ سے کربلا تک اور کربلا سے غیبت تک بد بخت انسان ایک خونخوار درندہ نظر آتا ہے جو بڑی سفاکی سے اس کریم گھر پہ ظلم پہ ظلم کرتا ہوا نظر آتا ہے، مگر یہ کتنے کریم ہیں، کتنے مہربان ہیں کہ ہر ظلم سہہ کر بھی اپنے کرم سے دست کش نہیں ہوتے، کس شانِ خداوندی سے یہ ہمہ وقت بارانِ عفو و کرم برسا رہے ہیں، میں تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہ کتنے کریم ہیں، کتنے مہربان ہیں کہ اپنے گھر اطہر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے مگر انسانیت کی جھولی خوشیوں سے بھر رہے ہیں، میں تو اس کے کرم کی حدوں سے بھی لاعلم ہوں، میں کس چیز کا تعارف کرواؤں، ان کی ذات، صفات، خصائص، کردار، گفتار، پندار، ہر ایک چیز ایک ایسا رازِ الٰہی ہے جو کسی بھی عقل میں نہیں سما سکتا تو میں کیا تعارف کرواؤں؟

سوچا بس معذرت کرلوں کہ جی میں تعارف کروا ہی نہیں سکتا تو پھر کیوں یہ گستاخی کروں۔ ان کا آنا، جانا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا، ظاہر، باطن، اول، آخر، ہر چیز پردہ ٔراز میں مخفی ہے۔

میں نے آخر میں چیونٹی کا یہ فقرہ دہرانا مناسب سمجھا کہ میں نے جس قدر اپنی کم

www.khrooj.com

علمی اور جہالت کا اظہار کیا ہے میں اس جہالت کا بھی حق ادا نہیں کرسکتا کہ مجھے خود معلوم نہیں ہے کہ میں لاعلمی کے کس آخری درجہ پر موجود ہوں، میں تو اپنی جہالت سے بھی جاہل ہوں اور لاعلم ہوں۔

ہاں البتہ چیونٹی کی طرح اپنے محسن حقیقی عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو دعا کرسکتا ہوں کہ جس طرح اُن کی بادشاہت کائنات پر ہے اِسی طرح اس زمین پر اپنی حکومت اِلٰہیہ کا قیام جلدی سے پیشتر سے بھی پہلے فرمائیں تا کہ اُن کے پاک خاندانِ اِلٰہیہ کو ابدی اور دائمی اور کبھی نہ ختم ہونے والی لا متناہی خوشیاں نصیب ہوں ...... آمین یارب العالمین

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك وصلوات اللہ علیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایات حکیم بلوہر

مطلع ولایت کے گیارہویں تاجدار، وارثِ علم اِلٰہی مولا امام حسن عسکری علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے اصحاب کو بلوہر کا واقعہ سنایا تھا، اس واقعہ کے راوی سرکار کے صحابی محمد بن زکریا ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ

ہندوستان کا ایک بادشاہ تھا جو بڑا اعیاش تھا، ہوا و ہوس کا بندہ تھا، اور وہ بہت بڑا معصیت کار اور جابر و ظالم تھا، اس کا محبوب وہی ہوتا تھا جو اس کی ہر حرکت کو اچھا سمجھتا تھا، اور اس کے غضب کا موجب وہ بنتا تھا جو اس کی رائے کے برعکس کوئی بات کرتا۔

یہ ابھی نوجوان تھا کہ اس کو شاہی ملی اور یہ نظم و نسق میں اچھا ثابت ہوا، اور رعایا اس کے تابع ہوگئی اور ہر صاحب رائے اس کی رائے کو ترجیح دیتا تھا اور یہی چیزیں اس کی ہلاکت کا باعث بنیں۔

اس کو عالمگیر دنیا کا نشہ تھا یعنی مال و دولت کا نشہ، فوج کا نشہ، شاہی کا نشہ، صاحب رائے ہونے کا نشہ، یہ بہت متکبر ہوگیا اور جس ملک پر چڑھائی کرتا پامال

www.khrooj.com

کر دیتا تھا اور رعایا کو تابع کر لیتا، ان تمام سہولتوں کے باوجود اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی یعنی اس کی جو اولاد ہوتی وہ لڑکی ہوتی۔

اب اس کے دل میں ابلیس نے دین داروں کی دشمنی ڈال دی تھی اور یہ دین داروں کو دور کرنے لگا اور کافروں کو مقرب کرنے لگا، کافر طرح طرح کے بت بناتے اور یہ بت پرست ہو گیا، رعایا بھی بت پوجنے لگی۔

ایک دن اس نے اپنے کسی نوکر سے پوچھا کہ فلاں شخص کہاں ہے جس سے یہ رائے لیا کرتا تھا اس نے کہا کہ وہ تو تارکِ دنیا ہو گیا ہے اور وہ تیرے ملک کو چھوڑ گیا ہے، اسے کافی غصہ آیا اور اسے بلوایا۔

وہ حاضر ہوا تو یہ بہت ناراض ہوا اور کہا کہ تو عزت والا تھا اب تو نے اپنے آپ کو ذلیل کر ڈالا ہے اور اپنا مال ضائع کر دیا، گھر بال بچے ضائع کر دیئے ہیں، اب میں تجھے حد لگاؤں گا اور سزا دوں گا کیونکہ تو غلام ہے اور میں تیرا مالک ہوں۔

وہ تارکِ دنیا بولا کہ آپ کی ناراضگی آپ کے ساتھ، میں نے کوئی برائی نہیں کی ہے جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میرے نفس کے واسطے ہے، وہ بادشاہ بولا کہ میری رعایا میں سے کوئی دوسرے کو ہلاک کرے یا خود کو ہلاک کرے میرے لیئے برابر ہے، میں تیرے نفس کی طرف سے تجھ کو سزا دوں گا اور بدلہ لوں گا۔

اس نے کہا بادشاہ تو پہلے میری بات کو سن لے مگر بغیر غصہ کے، اس کے بعد جو

آپ کی مرضی آئے وہ کرنا، بادشاہ بولا کہو، اس نے دنیا کی بے ثباتی پر روشنی ڈالی اور کہا کہ میں نے بچپن میں ایک بات سنی تھی جو میرے دل میں کاشت ہوگئی اور اب وہ تن آور پودا بن گئی وہ یہ تھی کہ

جاہل وہ ہے جو شے اور لاشے میں تمیز نہ رکھتا ہو، اور نفس انسان اس وقت تک لاشے کو چھوڑنے پہ تیار نہیں ہوتا جب تک شے کو دیکھ نہ لے، اور انسان شے کو پا نہیں سکتا جب تک لاشے کو ترک نہ کردے، اور دنیا لاشے ہے اور آخرت شے ہے۔

اس لیئے میں نے دنیا کو آخرت پر قربان کیا ہے، دنیا کی زندگی موت ہے، دنیا کی صحت بیماری ہے، دنیاوی غنا محتاجی وفقر ہے، دنیا کی خوشی غمی ہے، دنیا کی طاقت کمزوری ہے، دنیا کے مال وخزانے وبالِ جان ہیں، اور ان تمام چیزوں کو دلائل سے ثابت کیا کہ زندگی جتنی بھی اچھی ہو آخرت بھی کوئی چیز ہے، تو زندگی کا آخر موت ہوئی، اور تندرستی زیادتی خون کو کہتے ہیں اور اسے اچانک موت آنا ہے، طاعون نزلہ سر درد اسی کو ہوتا ہے۔

جتنے مال مویشی ہوں گے اتنی دوسروں کی محتاجی زیادہ ہوگی، اور یہاں کی خوشی غمی ہے، ایک دفعہ خوشی اور زیادہ دفعہ غم ورنج سہنا پڑتے ہیں، تھوڑا عرصہ عزت اور زیادہ عرصہ ذلت گزارنا پڑتی ہے، صبح کو عروج تو شام کو زوال ہے، یہ دنیا کسی کو لباس پہناتی ہے تو اسے برہنہ بھی کر دیتی ہے، یہ وہ محبوبہ ہے کہ جسے کسی

کے ساتھ محبت نہیں، لوگ اس سے وفا کرتے ہیں مگر یہ کسی سے وفا نہیں کرتی، یہ کسی کو سونے کے کنگن پہناتی ہے تو طوق وسلاسل میں بھی مبتلا کر دیتی ہے، بہر کیف دنیا گھٹیا ہے۔

اور یہ جو تو نے کہا ہے کہ اہل وعیال اور گھر والوں کو برباد کر دیا ہے تو دراصل میں نے تو گھر والوں کو برباد نہیں کیا، مجھے غلط فہمی رہی اور میں نشہ ورآنکھ سے غیروں کو گھر والا سمجھتا رہا اور اب مجھے بصیرت اور معرفت والی آنکھ ملی ہے اور مجھ پر یہ واضح ہوا ہے کہ جنہیں میں گھر والا سمجھتا رہا یہ تو درندے ہیں، پھاڑنے والے مثل شیر، بھیڑیا، کتا، لومڑی وغیرہ کے، ان میں مخلص کوئی نہ تھا، سب مطلبی تھے، کوئی مجھے کھانے والے اور کوئی مجھے کھانے کا ذریعہ بنانے والے۔

اے بادشاہ! اگر تو انصاف سے دیکھے تو تو تنہا ہے، یہ تیرے دوست مخلص نہیں، سب مطلبی ہیں، دھوکہ باز دشمن ہیں، اور تیرے کافی بھائی، بہن، دوست اور خیر خواہ قبیلے ہیں اور یہ چیزیں فساد کا موجب بنتی ہیں، انہیں ہم نے ترک کر دیا ہے مثلاً اثاثہ، خزانہ وغیرہ

ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، ایک دوسرے کی خیر چاہتے ہیں، اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو میرے بھائی مجھے نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی خیر اور بھلائی چاہتے ہیں، ہم نے ابدی چیز کو چاہا اور فانی شے کو ترک کر دیا، بس اگر تو چاہے تو میں آخرت کی وصف بیان کروں۔

بادشاہ برداشت نہ کرسکا اور برہم ہوگیا اور بولا تو کاذب ہے، تونے اپنے آپ کو برباد کردیا ہے، تونے اپنا بہت نقصان کیا ہے، اور تو میری مملکت سے نکل جا، تو دوسروں کو بھی خراب کرے گا اور تو فاسد ہوگیا ہے، میرے ملک سے فوراً نکل جا۔

پہلے اس بادشاہ کی اولادِ نرینہ نہ تھی، اسی دوران اس کا فرزند پیدا ہوا کہ حسن ظاہری میں مثال نہ رکھتا تھا، قریب تھا کہ بادشاہ مارے خوشی کے مرجاتا، بادشاہ سمجھا کہ یہ بتوں کی پوجا کی برکت سے ہوا ہے اسی لیئے بتوں پر بہت خزائن اور چڑھاوے چڑھائے، ملک کی تمام رعایا کو سال بھر دعوت دی اور نجومی، علماء، اور حکماء کو اکٹھا کیا کہ اس بچے کا مستقبل بتائیں۔

نجومیوں نے اتفاق رائے سے کہا کہ یہ بچہ بڑی فضیلت والا ہے مگر دنیاوی فضیلت نہیں، یہ دین کے معاملہ میں عزت والا ہوگا، اور رہبر و پیشوا ہوگا، کہ ایسا شان والا ہندوستان کی سرزمین میں پہلے کبھی نہیں ہوا، چونکہ بادشاہ کو ان پر یقین کامل تھا اس لیئے ان نجومیوں کا کلام اس کیلئے باعث گھبراہٹ ہوا۔

پھر اس کا نام ''یوزاسف'' یعنی (گوتم بدھ) رکھا گیا، اس کے بعد بادشاہ نے اپنے بیٹے کیلئے ایک شہر خالی کرایا اور اس میں اس کی پرورش شروع کی، مقصد یہ تھا کہ اسے دنیاوی واقعات سے بےخبر رکھا جائے اور اس کی خدمت کیلئے جن کو چنا گیا انہیں خبردار کیا گیا کہ اس کے سامنے موت، بیماری، اور کسی قسم کی تکلیف کا

www.khrooj.com

نام تک نہ لیں تم ایک دوسرے کا بھی خیال رکھنا کہ غلطی سے بھی دنیا کے فانی ہونے کا ذکر نہ کریں کہ کہیں میرا بیٹا دنیا سے منہ پھیر نہ لے، اس بادشاہ کا ایک وزیر تھا جو کہ بادشاہ کا بڑا معتمد، دیانتدار، ایثار کرنے والا، غفلت نہ کرنے والا اور رقیق القلب تھا اور سلطنت کا کل کاروبار یہی انجام دیتا تھا۔

وزیر کا بادشاہ کے نزدیک مقرب ہونا بادشاہ کے رشتہ داروں کو ناگوار تھا اور وہ وزیر کے ساتھ حسد رکھتے تھے اور طرح طرح کی الزام تراشی کرتے تھے مگر بادشاہ پہ کبھی اثر نہ ہوا...... ایک دن بادشاہ شکار کیلئے جنگل میں گیا، وزیر بھی ہمراہ تھا، وزیر نے ایک درخت کے قریب ایک معذور کو دیکھا کہ پڑا ہے، وزیر رحم دل تو تھا ہی، اس کے قریب گیا، اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے ساتھ لے چل مجھ سے تجھے نفع ہوگا، وزیر نے پوچھا کیا تو کوئی کاریگر ہے کیا نفع پہنچائے گا؟ تو وہ شخص بولا کہ اگر کہیں بھی معاملات میں ناچاقی ہو جائے تو صلح کرا دیتا ہوں، کلام میں پیوند کاری کا کام جانتا ہوں، وزیر پہ اس کا کوئی خاص اثر تو نہ ہوا مگر وزیر اسے گھر لے گیا۔

یہ بات بادشاہ کے رشتہ داروں کو ناگوار گزری اور ایک آدمی بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ تیرا وزیر یہ جو غریب پروری کرتا ہے تجھے اس کا علم نہیں کہ یہ تیرے سر کا دشمن ہے اور یہ سلطنت اور رعایا کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ اس کا امتحان کر لیں اور آپ اسے کہیں کہ میں تو دنیا

سے بیزار ہوں اور ناسکوں میں شمولیت کا خواہاں ہوں، اگر خوش ہو جائے تو پھر ہماری بات سچی ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ خوش ہو گیا تو میرے لیئے بھی کافی ہے اور میں اسے ختم کر دوں گا اس کے بعد وزیر کو طلب کیا اور وہی بات کی کہ میں تو تارک دنیا ہونا چاہتا ہوں اور ساری زندگی ضائع کر دی ہے اب چاہتا ہوں کہ آخرت کیلئے کچھ کرلوں تو تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟

وزیر کو اس راز کا علم تو نہیں تھا وہ رونے لگ گیا اور بولا کہ اچھی بات ہے کہ آخرت میں بھی تجھے اچھا مرتبہ مل جائے، یہی کہنا تھا کہ بادشاہ کے تیور بدل گئے اور وزیر بھانپ گیا کہ بادشاہ کو میری بات ناگوار گزری ہے اور ملال کی حالت میں گھر واپس آیا اور سوچتا رہا کہ ناراضگی کا باعث کیا ہے؟

ساری زندگی گزری اور کبھی ایسا نہ ہوا، اسی فکر میں اسے ساری رات نیند نہ آئی، اس کے دل میں خیال آیا کہ جس کا علاج ہو رہا ہے اس معذور سے مشورہ کیوں نہ طلب کیا جائے کہ اس نے کہا تھا کہ میں تیرے کام آؤں گا اور بگڑے معاملات کو درست کروں گا۔

اس کے بعد اسے بلایا اور سارا واقعہ سنایا اور اپنے رنج وغم کی وجہ بتائی کہ جب سے یہ بادشاہ بنا آج تک کبھی ناچاقی نہ ہوئی، یہ جو بادشاہ نے مسئلہ پیش کیا اور میں نے تائید کی بس واقعات بہت ناسازگار ہو گئے ہیں اور مجھے جان کا خطرہ

www.khrooj.com

ہے تو وہ معذور بولا کہ آپ کے اس مشورہ کے دینے سے بادشاہ کے دل میں یہ بات آ گئی ہے کہ یہ سلطنت اور ملک چھیننا چاہتا ہے پس اس کا علاج یہ ہے کہ سر کے بال منڈوا ڈال ناسکوں والا گھٹیا لباس زیب تن کر اور جھک کر بادشاہ کے پیش ہو، بادشاہ وجہ دریافت کرے گا تو کہنا کہ آپ نے جو کہا تھا تو دوست کا کام ہے کہ اپنے آپ کو پیش کرے، لو میں حاضر ہوں اُمید ہے کہ بادشاہ کا غضب ختم ہو جائے گا اور واقعات درست ہو جائیں گے، وزیر نے ایسا ہی کیا، بادشاہ کے پوچھنے پر وہی جواب دیا، یہ سنتے ہی بادشاہ کا غصہ ختم ہو گیا۔

دوسری طرف شہزادہ کچھ بڑا ہوا تو اس کو ہر چیز کا شعور ہونے لگا اس کو یہ محسوس ہونے لگا کہ جو آدمی اس کے نوکر ہیں یہ صرف نوکر ہی نہیں بلکہ میرے نگران بھی ہیں اور مجھے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرنے دیتے، تو جب شہزادے کو یہ علم ہوا کہ میں تو یہاں محصور ہوں تو اس نے دل میں سوچا کہ میں ان نگرانوں کی تقلید کیوں کروں یہ مجھ سے افضل تو نہیں ہیں پھر سوچا کہ بادشاہ نے جو مقرر کئے ہیں تو میری بھلائی مقصود ہوگی، اس کے بعد اس نے محسوس کیا کہ واقعات تو بدلتے رہتے ہیں کہ پہلے میں چھوٹا تھا اب بڑا ہو گیا ہوں، کیوں نہ کسی سے یہ راز معلوم کیا جائے، اس کے بعد اس نے ایک وزیر سے کہ جس کے ساتھ اس کو کافی محبت تھی یہ بات کی تو وزیر نے اسے بتایا کہ بادشاہ سلامت کا اکلوتا فرزند ہونے کے ناطے اس مملکت کا واحد مالک تو نے بننا ہے تو شہزادہ بولا کہ جب میں بادشاہ

بنوں گا تو میرے زمانے میں تجھے ایک طریقہ سے وزیر مملکت کی حیثیت تجھے حاصل ہوسکتی ہے، وزیر بولا وہ کیسے؟

شہزادے نے کہا کہ آج جو بات میں تم سے پوچھوں اور اگر تو نہ بتائے اور وہی بات مجھے کسی دوسرے سے معلوم ہوگئی تو تو میرے غضب کا نشانہ بنے گا اور اگر بتا دے تو مقربین میں سے ہوگا، وزیر لالچ میں آ گیا اور بولا کیا پوچھتے ہو تو شہزادہ بولا کہ میرے باپ نے مجھے یہاں قید کیوں کر رکھا ہے اور سیر و سیاحت کو کیوں باہر نہیں جانے دیتا تو وزیر نے سارے پوشیدہ راز، ولادت، نجومیوں وغیرہ کا حال، ناسکوں کا حال بتا دیا، اب یہ وزیر پر بہت خوش ہوا۔

اس دن جب بادشاہ آیا تو شہزادے نے کہا کہ ابا جان کیا میں کوئی قیدی ہوں کہ مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں حالانکہ میں انقلابِ زمانہ سے واقف ہوں میں جانتا ہوں کہ میں پہلے کی طرح نہیں رہا پہلے میں شیرخوار تھا، اب بڑا ہوگیا ہوں، اور آپ بھی پہلے کی طرح نہیں رہے اور آپ مجھے محبوس رکھ کر زیادہ غم پہنچا رہے ہیں اور میرا دل زیادہ بے قرار ہے اور اگر آپ مجھے باہر جانے کی اجازت دیں گے تو میں آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا اور آپ کی رضا کو سامنے رکھوں گا۔

بادشاہ یہ سن کر کہ جس بات کو چھپاتا تھا وہ تو اس پر ظاہر ہوگئی ہے بولا بیٹا میں نے تو یہ سارا اہتمام صرف تیری خوشی کیلئے کیا تھا کہ تجھے کوئی غم نہ پہنچے اور اگر تو یہ

پسند نہیں کرتا تو تجھے اختیار ہے کہ جہاں بھی جانا چاہے آزادی سے جا سکتا ہے۔
اس کے بعد بادشاہ نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس کو گھوڑا سجا کر پیش کرو اور سیر پر جانے سے پہلے راستے کو دیکھ لینا کہ کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ اس کے غم کا باعث بنے
آخر کار ایک دن یوزاسف سیر کو جا رہا تھا کہ غلاموں سے غفلت ہوئی اور اس نے راستے پر دو ایسے آدمی دیکھے کہ ایک کے جسم پر ورم آئے ہوئے تھے اور دوسرا آنکھوں سے معذور تھا اور راستہ دیکھنے کیلئے دوسرے کا محتاج تھا۔
اس کیلئے تو یہ نئی چیز تھی، بولا کہ ان کو کیا ہے؟ تو غلام بولے کہ جناب اسے بیماری کی وجہ سے ورم آئے ہوئے ہیں، اس دن یہ غم کی حالت میں گھر پہنچا اس کے بعد دوسرے دن اس کی نظر ایک ضعیف پر پڑی کہ آنکھوں سے اندھا تھا اور جسم پر جھریاں تھیں، وزیر سے پوچھا یہ کیا باعث ہے تو وزیر بولا کہ بوجہ ضعیفی آنکھیں بند ہیں اور کمزور ہو گیا ہے۔
تو یوزاسف بولا کہ انسان اس دنیا میں ان چیزوں سے بچ بھی سکتا ہے تو غلام نے کہا جناب نہیں، تو بولا کہ یہ کیفیت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے تو غلام نے کہا کہ جناب سو سال میں، تو اس کے دل کو بہت صدمہ پہنچا کہ تیس دن کا مہینہ اور بارہ ماہ کا سال اور انسانی زندگی کی حد بھی سو سال اور یہ سورج دن کو کتنی عجلت سے ختم کرتا ہے اور دن رات انسانی زندگی کو کتنی جلدی ختم کرتے ہیں بار بار اس فقرہ کو

www.khrooj.com

دہراتا رہتا اور روتا رہتا۔

سرکارؒ فرماتے ہیں کہ اس کا دل روشن تھا، اس کے تارکِ دنیا ہونے، حسن و جمال، کمال وعزت اور رحم دِلی عوام میں مشہور ہوگئی اور ہوتے ہوتے یہ بات نساک یعنی تارکِ دنیا لوگوں تک جا پہنچی۔

ایک دن شہزادے نے وزیر سے پوچھا کہ ہمارے مذہب کے علاوہ کوئی اور گروہ بھی ہے کہ جن سے میں ہدایت پاؤں، تو وزیر نے نساک والا تمام واقعہ سنایا کہ تمہارے ملک میں بڑے نیک لوگ تھے مگر تیرے والد نے انہیں نکال دیا اور اب وہ بیچارے چھپ گئے ہیں اور اُمید ہے کہ اب بھی کہیں نہ کہیں موجود ہوں گے۔

اب یوزاسف نے اس طرح جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈی جاتی ہے ان ناسکوں کی تلاش شروع کر دی۔

ادھر اس شہزادے کی خبر بلوہر کو لگی جو سراندیپ لنکا میں رہتا تھا اور بڑا معرفت والا اور حکمت والا تھا یہ کشتی میں سفر کر کے شہزادے کی ملاقات کی غرض سے اس کے شہر میں آیا اور نساک والا لباس اتار ڈالا اور تاجروں والا لباس زیب تن کیا اور ملاقات کی تدبیریں سوچتا رہا، آخر کار وزیر سے گٹھ جوڑ کر لیا اور کہا کہ میں تاجر ہوں کہ میرے پاس ایسا مال ہے کہ جو نفیس اور کیمیا سے بھی بہتر ہے کہ اندھوں کی بینا کر دے، بہروں کو سننے کے قابل بنا دے، مریض کو تندرست کر

www.khrooj.com

دے، اور میں چاہتا ہوں کہ تو میری ملاقات شہزادے سے کرادے کہ یہ قیمتی جوہراس کے قابل ہے، وزیر نے کہا مجھے دکھا تو تب ملاقات کراؤں گا، بلوہر نے کہا کہ میں حکیم ہوں اور جانتا ہوں کہ تیری نظر کمزور ہے اور اگر تو نے اس جوہر پر نگاہ کی تو اندھا ہو جائے گا اور چونکہ شہزادہ جوان ہے اس لیئے وہ چیز اس کے دیکھنے کے قابل ہے۔

آخر کار وزیر نے شہزادے کو بتایا کہ ہمارے شہر میں ایک تاجر آیا ہے جو کہتا ہے کہ میرے پاس ایک قیمتی جوہر ہے جو میں شہزادے کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں شہزادے سے ملاقات کا اِذن لیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ ایسے معاملات میں غفلت مت کیا کریں اور وزیر بلوہر کو چھپا کر شہزادے کے پاس لے گیا بلوہر نے شہزادے کو سلام کیا تو شہزادے نے بہت بہترین جواب دیا اور بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ پیش آیا تو بلوہر بولا کہ تمہارے پاس بڑے بڑے معزز لوگ آتے ہیں آپ ان کے ساتھ تو ایسا بہترین سلوک نہیں کرتے جیسا کہ میرے ساتھ کر رہے ہیں تو یوزاسف بولا کہ میری بہت سی مرادیں آپ کے ساتھ وابستہ ہیں اسی لیئے آپ کی تعظیم کرتا ہوں، بلوہر کے پاس ایک چھوٹی سی گٹھڑی تھی شہزادے نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو بلوہر بولا کہ یہی خزانہ ہے جو تیرے لیئے لایا ہوں یعنی کتابیں وغیرہ

شہزادہ بولا کہ کچھ دنیا کی بے ثباتی کے متعلق کلام سے مشرف فرمائیں تو بلوہر نے

ایک حکایت سنائی کہ

پہلی حکایت

ایک بادشاہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جارہا تھا کہ راستے میں اس نے دو آدمیوں کو دیکھا کہ گھٹیا پوزیشن میں ہیں، پھٹا پرانا لباس پہنے جارہے ہیں تو بادشاہ کو رحم آیا اور اس نے از روئے عقیدت اپنے آپ کو گھوڑے پر سے گرا دیا اور ان کی بہت تعظیم کی بادشاہ کی یہ انکساری اس کے وزیروں کو بہت ناگوار گزری اور خود تو ظاہر نہ کر سکے مگر بادشاہ کے بھائی کو کہا کہ وہ بادشاہ کو کہے کہ اتنی انکساری کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ کیا کرے اور اسے اس معاملہ میں سمجھا اور برا بھلا کہہ۔

بادشاہ کا بھائی بادشاہ کے پاس گیا اور بادشاہ کو اسی طرح سے سمجھایا کہ جیسا کہ اسے کہا گیا تھا تو بادشاہ نے ایسا جواب دیا کہ اس کا بھائی یہ نہ جان سکا کہ بادشاہ ناراض ہے یا راضی ہے۔

اس کا بھائی واپس گھر چلا گیا اور بادشاہ نے دستور کے مطابق موت کے منادی کو حکم دیا کہ میرے بھائی کے دروازے پر جا کر منادی کر......اس نے حکم کی تعمیل کی

جب منادی نے ندا دی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور روتا پیٹتا اپنے بھائی کے پاس گیا تو بادشاہ نے کہا او بیوقوف میں تیرا بھائی ہوں اور خدا کی مخلوق ہوں

میرے منادی نے تو تجھ پر اتنا اثر کیا ہے اور میں خالق حقیقی کے منادی کی ندا پر اور مولاؑ کیلیئے ان بیمار لوگوں سے عزت سے پیش آیا تو سب مجھے برا بھلا کہنے لگ گیئے۔

ایک دن بادشاہ گھوڑے پر سوار جارہا تھا کہ دو جوانوں کو دیکھا کہ آہستہ آہستہ جارہے ہیں بادشاہ نے پوچھا کہ کدھر جارہے ہو تو وہ بولے کہ ترک دنیا کا ارادہ ہے اور بادشاہ کی منادی سن کر وطن کو چھوڑ کر جارہے ہیں تو بادشاہ بولا کہ میری منادی تو موت کی منادی تھی اور موت سے تو انسان ڈر کر بھاگتا ہے اور تم آہستہ آہستہ جارہے ہو تو وہ بولے کہ ہمیں فاقہ ہے جس کی وجہ سے آہستہ چل رہے ہیں اور موت سے ہم ڈرتے نہیں اور نہ تجھ سے ڈرتے ہیں ہم اس لیئے جارہے ہیں کہ ہم اپنے قتل میں تیری نصرت نہ کریں اور کچھ قدم تو چل پڑیں۔

اس پر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور ان دونوں اور تمام ناسکوں کو پکڑوا کر جلا دیا گیا تو کچھ ناسک دین کی بقا کیلیئے تقیہ کر گیئے اور چھپ گیئے کہ سارا ملک ہندوستان دینداروں سے خالی تو نہ ہو جائے، شاید کہ ہماری وجہ سے کچھ لوگ دین پر آجائیں

اس کے بعد بادشاہ نے چار تابوت بنوائے، دو کے اوپر تارکول لگادیا اور دو کے اوپر سونے کا پانی چڑھادیا اور تارکول والے میں سونا، یاقوت، زبرجد اور خوشبو دار چیزیں بھر دیں اور سونے والے میں گندگی اور عفونت بھر دی اور اوپر سے منہ

بند کر دیا اور اپنے وزراء کو دربار میں طلب کیا اور تابوت کو منگوا کر کہا کہ تم ان کی نسبت لگاؤ اور قیمت کرو تو تمام نے متفقہ جواب دیا کہ سونے والے تابوت کے ساتھ تارکول والے تابوت کی کیا مثال ہوسکتی ہے اور سونے والے بیش قیمت ہیں اور تارکول والے اپنی وجاہت کی وجہ سے کمال حقیر ہیں تو بادشاہ بولا تو یہ ہے تمہاری بصیرت کہ مجھے متہم کرتے تھے اور تارکول والوں کو کھلوایا تو محل جگمگا اٹھا اور محفل معطر ہوگئی اور جب سونے والے تابوت کو کھلوایا تو اتنی عفونت پھیلی کہ ہر انسان کو اذیت پہنچی اور بادشاہ بولا لازمی تارکول والے تابوت کی مثال ان دو راہگیروں کی ہے جن کا لباس کریہہ المنظر تھا اور سونے والے تابوت کی مثال ہم دنیاداروں کی ہے اور میں اپنے گناہوں کو اچھی طرح سے جانتا تھا اس لیئے میں نے ان دو آدمیوں کیلئے انکساری کی تھی کہ سارے مجھے متہم کرنے لگ گئے۔

شہزادے کے دل پر اس مثال کا بہت اثر ہوا اور بولا کوئی اور حکایت سنائیں تو بلوہر نے دوسری حکایت سنائی۔

دوسری حکایت

ایک کسان بیج کاشت کرتا ہے ان میں سے کچھ دانے راہگزر پر جا پڑتے ہیں اور پرندے چن لیتے ہیں، کچھ دانے پتھریلی مگر نمی والی زمین پر جا پڑتے ہیں وہ اگ تو آتے ہیں لیکن پھر جلد ہی ختم ہو جاتے ہیں اور کچھ دانے خار

دار پودوں میں جا پڑتے ہیں وہ اگ آتے ہیں جوان ہوتے ہیں لیکن وہ خاروں کے حائل ہونے سے ثمر سے محروم ہو جاتے ہیں اور کچھ دانے طیب وطاہر نرم اور زرخیز زمین پر جاتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں اور ثمرور ہوتے ہیں۔

پھر بولے کہ میری مثال کسان کی ہے اور بیج علم وحکمت ہے

اور راستے والے دانوں کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے علم وحکمت کی بات ایک کان سے سنی اور دوسرے کان سے نکال دی

پتھریلی زمین کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے کسی دانا کی بات سن لی مگر غور وفکر نہ کیا اور خاردار پودوں کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس کے دل میں لذات وشہوات نے قبضہ کر رکھا ہے کہ وہ ان میں الجھ کر ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

طیب وطاہر ونرم اور زرخیز زمین کی مثال اس شخص کی ہے جو غور سے سنتا ہے اور پھر سختی سے پابندی کرتا ہے تو یوزاسف بہت خوش ہوا اور کہا کہ میرے دل کو انشا اللہ نرم پاؤ گے اور آپ کا بیج کامیاب ہوگا۔

پھر یوزاسف بولا کہ دنیا کی بے ثباتی پر کوئی اور حکایت سنائیں تو بلوہر نے کہا

تیسری حکایت

ایک انسان کسی جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک ایک آدم خور ہاتھی نے اس پر حملہ کر دیا وہ شخص ہاتھی سے بچنے کیلئے دوڑتا ہے اور اس کے سامنے ایک

کنواں آ جاتا ہے۔

وہ آدمی ہاتھی سے پناہ لینے کیلئے اس کنویں میں کود جاتا ہے، اس کنویں کے قریب ایک درخت ہے جس کی شاخیں اس کنویں میں لٹکی ہوئی ہیں یہ شخص ان شاخوں پر سوار ہو جاتا ہے، پھر کیا دیکھتا ہے کہ سیاہ وسفید چوہے ان شاخوں کو کاٹ رہے ہیں اور اس کے پاؤں میں چار سانپ بیٹھے ہیں اور کنویں کی انتہا میں ایک اژدہا منہ کھولے اس کے شکار کا منتظر ہے۔

اس درخت کی ایک شاخ پر شہد کا چھتہ ہے اور یہ شہد کو کھانے میں مشغول ہو جاتا ہے اور شہد کی لذت نے اسے تمام آفات سے بیگانہ کر کے اپنی طرف مشغول کر لیا ہے جبکہ شہد کی مکھیاں بھی اسے کاٹ رہی ہیں۔

وضاحت یہ ہے کہ ہاتھی ملک الموت ہے، کنواں دنیا ہے، اور درخت کی شاخیں انسان کی زندگی ہے، اور سیاہ وسفید چوہے شب وروز ہیں جو زندگی کو ختم کر رہے ہیں، اور سانپ بیماریاں وغیرہ ہیں، اور اژدہا موت ہے، اور شہد لذات شہوات ہیں، اور مکھیاں حوادثاتِ دنیا ہیں۔

ان تمام آفات کے ہوتے ہوئے بھی انسان لذات وشہوات میں مشغول ہو کر انجام کو بھول جاتا ہے۔

یوزاسف کا دل ان مثالوں سے بہت متاثر ہوا شہزادہ بولا کہ کوئی اور حکایت سنائیں تو جناب بلوہر نے فرمایا کہ بزرگ کہتے ہیں کہ

چوتھی حکایت

ایک آدمی کے تین دوست تھے وہ ان میں سے ایک سے بہت محبت کرتا تھا اور جان سے بھی عزیز سمجھتا تھا اور اس کی حفاظت کرتا تھا اور دوسرے سے محبت کرتا تھا مگر پہلے کی نسبت کم اور تیسرے دوست سے بالکل بے پرواہی کرتا تھا۔

ایک دن بادشاہ کے پاس اسے پیش ہونا پڑا تو یہ بہت گھبرایا اور پہلے دوست کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ کیا تو جانتا ہے کہ میں تجھے جان سے بھی عزیز سمجھتا تھا اب مجھ پر مشکل آ بنی ہے تو میری کچھ امداد کر تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے بہت کام ہیں اور مجھے تجھ جیسے اور دوست بہت مل جائیں گے میں تمہیں صرف دو کپڑے دے سکتا ہوں

دوسرے کے پاس مایوسی کی حالت میں آیا اس نے بھی وہی جواب دیا کہ میں صرف تیرے ساتھ چند قدم چل سکتا ہوں جس کا تجھے کچھ نفع نہیں اور مجھے اپنے بہت کام ہیں۔

پھر تیسرے کے دروازے پر گیا تو اس نے کہا گو تو نے میرے ساتھ بے پرواہی کی مگر میں ہر حال تیرے ساتھ ہوں اور تو نے جو تھوڑا سا میرے ساتھ اچھا سلوک کیا میں نے اس سے بڑا نفع کمایا اور وہ میرے پاس موجود و محفوظ ہے اور میں ہر حال تیرا شریک حال رہوں گا اور یہ تین دوست مال، اولاد، اور نیکی

ہیں۔

یوزاسف بولا کہ دنیا انسان کو اپنے پھندے میں کیسے لے لیتی ہے اور انسان اس پر کیسے بھول جاتا ہے کوئی اور حکایت سنائیں تو حکیم بلوہر نے کہا کہ

پانچویں حکایت

کسی ملک کا دستور تھا کہ کوئی اجنبی جو آئے اسے پکڑ کر اپنا بادشاہ بنا لیتے تھے اور سال گزرنے کے بعد برہنہ کر کے ملک بدر کر کے کسی بے آب وگیاہ صحرا میں چھوڑ آتے تھے جہاں رہنے کو کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا تھا اور خوردونوش کی کوئی چیز میسر نہ تھی

اسے شاہی کے بعد یہ سب کچھ برداشت کرنا بہت دشوار ہو جاتا۔

ایک دن ایک آدمی اس شہر میں آیا تو دستور کے مطابق اسے پکڑ کر بادشاہ بنا دیا گیا تو وہ حیران ہوا کہ یہ کیسا دستور ہے تو اسے کسی نے مشورہ دیا کہ ایک سال کے بعد تجھے برہنہ کر کے صحرا میں چھوڑ دیں گے مناسب یہ ہے کہ تو اپنی آسائش کے سامان وہاں پر فراہم کر لے اور اب سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اور تو اس صحرا میں محل بنوا، نہریں جاری کروا، اور تمام رہائش کے سامان فراہم کر تو اس نے ایسا کیا۔

تو اب تم ہی بتاؤ کہ شاہی کے بعد صحرا میں جاتے ہوئے اسے کچھ دقت ہوگی تو شہزادہ بولا نہیں حکیم نے کہا کہ انسان کی مثال دنیا میں ایسی ہے کہ وہ خالی ہاتھ

www.khrooj.com

اور ننگا اس دنیا میں آیا اور یہاں اسے سب کچھ مل گیا اور چند دنوں کے بعد برہنہ کر کے رخصت کر دیا گیا اور مشورہ لینے والے کی شان تیری ہے اور مشورہ دینے والے کی مثال میری ہے۔

تو یوزاسف بولا واللہ آپ سچ کہتے ہیں اور اب کچھ مجھے آخرت کے حالات سے روشناس کرائیں تو حکیم بلوہر نے کہا کہ

زُہد آخرت کی کنجی ہے اور جو دنیا سے کنارہ کرتا ہے اس کیلئے آخرت کے در ملکوت کھول دیتے ہیں اور دنیا میں انسان جو کچھ جمع کرتا ہے صرف اپنے بدن کے آرام کیلئے اور انسان کو یہ آفات درپیش بھی ضرور ہوتی ہیں۔

گرمی جسم انسانی کو پگھلا دیتی ہے اور سردی جسم انسانی کو جمع کر دیتی ہے اور ہوا بدن انسانی کو بیمار کر دیتی ہے اور سورج بدن کو گرماتا ہے اور پانی بدن کو سرد کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ...... بہرکیف جسم انسانی سات آفات سے نہیں بچ سکتا گرمی، سردی، بھوک، پیاس، بیماری، موت، وغیرہ تو آخر جسم انسانی فانی ہوا تو فانی چیز کی بقا کا اہتمام کرنا بھی غلط ہے۔

پھر یوزاسف بولا کہ جنہیں میرے باپ نے ملک بدر کیا یا جلا دیا کیا تیرے بھائی اور رشتہ دار اور ہم خیال تھے تو حکیم بولا جی ہاں......شہزادہ بولا کہ لوگوں میں آپس میں تو کافی اختلاف ہوتے ہیں لیکن وہ ناسکوں کے بارے میں آپس میں متفق کیوں ہو جاتے ہیں تو حکیم بلوہر نے فرمایا کہ اس دنیا کا دستور ایسا ہی ہے

www.khrooj.com

کہ

جو انسان کسی کو ایذا نہ دے، اور جس کے ہاتھ سے اور قول و فعل سے کسی کو تکلیف نہ ہو اس کے ساتھ اختلاف میں سب لوگ متفق ہو جاتے ہیں۔

اور ان دنیا والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مردار جسم پڑا ہوا اور کتے اسے کاٹ رہے ہوں تو کتوں کا آپس میں کافی اختلاف ہوتا ہے، آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور اگر ان کے قریب سے کوئی انسان گزرے تو وہ آپس کا اختلاف بھول کر اس انسان کو بھونکنے لگ جاتے ہیں۔

اور یہ دنیا مردار کی مثل ہے اور ابنائے دنیا مختلف کتے ہیں جو اس کو کھا رہے ہیں اور آپس میں مال کی خاطر اختلاف بھی کرتے ہیں، قتل و خونریزی کرتے ہیں، مال صرف کرتے ہیں، اور بے چارے ناسکوں کی مثال راہگیر کی ہے وہ انہیں کہتا بھی کچھ نہیں پھر بھی اس کے خلاف متفق ہو جاتے ہیں۔

شہزادے نے کہا کہ عالم جاہل کی تربیت کیسے کرتا ہے تو بلوہر نے کہا کہ جیسے دانا طبیب مریض کے ساتھ سلوک کرتا ہے عالم بھی اسی طرح جاہل کی تربیت کرتا ہے اور ظرف کے مطابق غذا دیتا ہے۔

شہزادہ بولا کہ آپ کی غذا کیا ہے؟ تو حکیم بلوہر نے ایک حکایت سنائی کہ

چھٹی حکایت

ایک بادشاہ تھا کہ جس کے پاس مال و دولت اور کافی تعداد میں فوج

تھی اور اس نے کسی دوسرے ملک پر چڑھائی کی اور اسے زیر کر لیا اور مخالف فوج کو محاصرے میں لے لیا تو اس ملک کا بادشاہ اپنے اہل وعیال کو لے کر جنگل میں روپوش ہو گیا۔

فاتح بادشاہ نے فوجوں کو حکم دیا کہ مفرور بادشاہ کو تلاش کیا جائے اور تلاش کرنے والوں کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز بھی انہیں سنائی دے رہی تھی اور سامنے دریا تھا جس کا عبور کرنا بھی دشوار تھا اور سامان خورد ونوش بھی ہمراہ نہ تھا دو دن کا فاقہ آ گیا اور بچے بھی بھوک سے بلبلانے لگے اور ایک بچہ لقمہ اجل ہو گیا جب تیسرے دن کا فاقہ آیا تو ایک اور بچہ بھی چل بسا تو اس بادشاہ نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ اس طرح تو سب ہلاک ہو جائیں گے ہمیں چاہیے کہ کچھ بچوں کو ذبح کر دیں اور کچھ کو بچالیں تو اس کی بیوی اس بات پر راضی ہو گئی اور انہوں نے اپنے ایک بچے کو ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا تو بتاؤ کہ یہ گوشت میاں بیوی یا بہن بھائیوں نے اضطرار کی حالت میں کھایا ہو گا یا لذت اٹھانے کیلئے۔

شہزادہ بولا کہ رمق جان بچانے لیئے تو حکیم بولا کہ ہم ایسی ہی غذا کھاتے ہیں جیسے کہ بادشاہ اور اس ملکہ نے اپنے بیٹے کا گوشت کھایا تھا۔

شہزادے نے پوچھا کہ علم وحکمت جو ہے وہ اس پاک ذات کی عطا ہوتی ہے یا کہ انسان اپنے عقل سے اسے اختیار کرتا ہے تو حکیم نے کہا کہ علم وحکمت اس

سے بالا اور لطیف تر ہے کہ انسان اسے اپنی عقل سے اختیار کرے بلکہ اس ذات پاک کی عطا ہوتی ہے تو شہزادے نے سوال کیا کہ کیا آپ کے سوا کوئی اور لوگ بھی دین کی طرف رہنمائی کرتے ہیں تو بلوہر نے فرمایا کہ تمہارے اس ملک ہندوستان میں تو نہیں البتہ دوسرے ممالک میں پائے جاتے ہیں تو شہزادے نے کہا کہ آپ میں اور ان میں کوئی فرق بھی ہے یا نہیں۔

تو حکیم بولا کہ ہم میں اور ان میں فرق ہے اور ہم لوگ ان سے افضل ہیں کیونکہ وہ لوگ جو زبان سے اقرار کرتے ہیں مگر ان کا فعل اس کی تصدیق نہیں کرتا۔

کچھ لوگ نبیوں سے پہلے تھے جن کی عقل نے صحیح راہ اختیار کی تھی اور تیری عقل نے بھی تیری رہنمائی ٹھیک کی ہے۔

تو یوزاسف نے کہا کہ نبی ورسول وقفہ در وقفہ کیوں آتے رہے ہیں تو حکیم نے کہا کہ کوئی بادشاہ تھا اور اس کی زمین ویران تھی تو اس نے اسے آباد کرنے کیلئے اپنے اعتماد والا ایک آدمی بھیجا اور اسے ہدایت کی کہ وہاں جا کر نہریں جاری کر اور درخت لگا اور فلاں فلاں زراعت کر تو اس آدمی نے ویسا ہی کیا اور چند دنوں کے بعد بادشاہ نے کہا کہ اپنا کوئی قائم مقام وہاں پر چھوڑ کر تو یہاں میرے پاس آ جا تو اس نے ایسا ہی کیا...... بعد میں وہاں کے لوگوں نے اس کی اطاعت کرنا چھوڑ دی اور سرسبز وشاداب کھیت اجڑ گئے نہریں خشک ہو گئیں اور درخت سوکھ گئے اور بادشاہ نے اسے پھر آباد کرنے کیلئے اپنا دوسرا آدمی بھیجا۔

اسی لیئے وقفہ در وقفہ نبی و رسول آتے رہے ہیں اور متواتر نہیں آئے تو یوزاسف نے کہا کہ دین میں تفرقہ کہاں سے پڑتا ہے تو حکیم بولا کہ

ایک نبی صحیح طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا دین لایا اور اس سے مخلوقات کی ہدایت کی اور جب نبی دنیا سے اٹھ گیا تو کچھ نے تو نبی کی ہدایت پر عمل کیا اور کچھ نے جدت اور بدعت کو اختیار کیا اور اس طرح سے دین میں رخنہ پیدا ہوتا ہے۔

حکیم نے فرمایا کہ انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک پرندہ دریا کے کنارے پر رہتا ہے اور انڈے کافی تعداد میں دیتا ہے اور اسے اپنے بچوں سے کافی محبت ہوتی ہے اور وہ کسی وجہ سے اپنے مقام کو چھوڑ جاتا ہے اور اپنے انڈوں کو دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں منتقل کر دیتا ہے اور اس کے بچے دوسرے پرندوں کے ساتھ پرورش پاتے ہیں اور مانوس ہو جاتے ہیں اور جب یہ پرندہ واپس آتا ہے تو یہ رات کے وقت اپنے بچوں کو آواز دیتا ہے تو اس کے بچے اپنے والدین کی آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور کئی دوسرے پرندے جوان سے مانوس تھے وہ بھی ساتھ چلے آتے ہیں تو یہ پرندہ دوسرے پرندوں کے بچوں کو بھی اپنا کر لیتا ہے اور کوئی فرق نہیں سمجھتا کیونکہ یہ اس کے بچوں کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں تو اس پرندے کی مثال نبی و رسل کی ہے اور انڈے علم و حکمت ہیں اور بچے علماء کرام ہیں اور دوسرے لوگ جو علماء سے مانوس ہوتے ہیں ان کو بھی انبیاء رسل اپنا بنا لیتے ہیں ......شہزادے نے بلوہر پر سوال کیا کہ پروردگار بھی

کلام کرتا ہے ملائکہ وانبیاء ورسل بھی کلام کرتے ہیں اور بنی آدم بھی کلام کرتے ہیں تو ان کے کلام میں بھی کوئی فرق ہوتا ہے یا یہ تمام کی کلام برابر ہوتی ہے تو حکیم بولا کہ ان کلاموں میں تو زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے وہ اس طرح کہ جس طرح انسانوں کی کلام کو جانور نہیں سمجھ سکتے اور جانوروں کو ایک خاص کلام سے بولا جاتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں اور جانور انسانی کلام کے متحمل نہیں ہو سکتے اسی طرح سے انسان بھی ذات باری و ملائکہ کی کلام کے متحمل نہیں ہو سکتے یہ جو اس ذات کا کلام ہم تک پہنچا ہے اس کی مثال اسی طرح سے ہے جس طرح حیوانوں تک انسانی زبان پہنچتی ہے اور حیوان تمام انسانی زبان کے متحمل نہیں ہو سکتے اور یہ جو علم وحکمت ہے یہ اس ذات کی عطا ہوتی ہے اور علم وحکمت نور ہے جو دیکھنے میں نہیں آتا، نہ چھوا جاتا ہے، اور ان کتابوں میں بھی علم نہیں ہوتا البتہ یہ علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

انبیاء رسول اور علمائے کرام ذریعہ ہدایت ہیں مگر اس وقت کہ جب ان کا تعلق علیم وحکیم پاک ذات سے ہو تو مثلاً جس طرح کوئی آدمی کندھے پر وائرنگ والی تار اٹھائے پھرے تو کیا اسے بجلی کہیں گے؟ نہیں ...... یہ تاریں بجلی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور بجلی قرائن سے معلوم کی جاتی ہے کہ نہ تو نظر آتی ہے، نہ ہی اسے چھوا جا سکتا ہے، نہ اس کا کوئی رنگ ہوتا ہے، نہ اس کا کوئی وجود ہوتا ہے، یہ وائرنگ والی تار ایک قسم کا بجلی کا ظرف ہیں اور بجلی نور ہوتی ہے علم وحکمت کی

مثال بجلی کی سی ہے

یوزاسف بولا کہ تمہارے اتنے ناسک بھائی میرے باپ کے پاس رہے مگر انہوں نے میرے والد کو علم وحکمت کی دعوت کیوں نہ دی تو حکیم نے فرمایا کہ یہ لوگ موقعہ شناس ہوتے ہیں کیونکہ تیرا باپ جابر وظالم تھا اور ایسی کلام سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا اسی لیئے محروم رہ گیا تو یہ بات میں تمہارے سامنے ایک حکایت سے واضح کرتا ہوں

ساتویں حکایت

ایک بادشاہ تھا کہ اپنی رعایا پر بڑا مہربان تھا اور سخی تھا اور اس کے عادات وخصائل بہت نیک تھے اور بڑا عادل تھا اور رعایا کی بہت خبر گیری کرتا رہتا تھا، اس کا ایک وزیر تھا اور وہ بھی بڑا دیانتدار تھا اور بادشاہ کو اس پر کافی اعتماد تھا اور سلطنت کا سارا کاروبار وہی انجام دیا کرتا تھا، اور درحقیقت یہ وزیر زاہد بھی تھا اور دنیا سے اسے رغبت نہ تھی، مگر بادشاہ پر ظاہر نہ کرتا تھا اور جب بادشاہ مندر میں بت پوجنے جاتا تو وزیر بھی ساتھ ہوتا اور بادشاہ کی طرح وہ بھی بتوں کو سجدہ کرتا اور اپنا راز نہ دیتا تھا اور تقیہ کرتا تھا اور بادشاہ اس سے ہر معاملہ میں مشورہ کرتا تھا اور بادشاہ کو اس سے کمال محبت تھی اور وزیر بھی مخلص تھا مگر دین کے معاملہ میں وہ بادشاہ کو کچھ نہ بتایا کرتا تھا ایک دن اس وزیر نے اپنے دینی بھائیوں سے مشورہ کیا کہ میں بادشاہ کو دین کی دعوت دوں آپ کی اس میں

www.khrooj.com

کیا رائے ہے؟

تو سب نے جواب دیا کہ تو ہمارے اور اپنے قتل میں بادشاہ کی نصرت نہ کر اور بادشاہ کے غضب سے ڈر کہ بادشاہوں کا کیا پتہ کہ کب غصہ آ جائے البتہ موقعہ کی تلاش میں رہنا، اگر کوئی ایسا موقعہ کلام ہو تو اس کو غنیمت سمجھنا یہ بادشاہ اپنے ملازموں کے ذریعے رعایا کی خبر گیری کرتا رہتا تھا، ایک دن بارش ہو رہی تھی اور بادشاہ نے وزیر کو کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر وسیاحت بھی کریں اور اپنے ملک کی رعایا کا حال بھی دریافت کر آئیں وزیر نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے جناب چلیئے اور دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر کا چکر کاٹنے لگے اور یہ رات کا وقت تھا۔

اسی دوران بادشاہ نے دیکھا کہ شہر کے ایک کونے میں جہاں پر گندگی اور کوڑا کرکٹ کا پہاڑ جتنا ڈھیر لگا ہوا ہے اس کے ایک کونے پر آگ روشن ہے، بادشاہ نے وزیر کو کہا چونکہ رات کا وقت ہے اور لوگ سوئے ہوئے ہیں اس آگ کے روشن ہونے کی وجہ دریافت کرنی چاہیے اور بادشاہ اور وزیر دونوں اسی طرح گھوڑوں پر سوار ہو کر آہستہ آہستہ اسی جانب چل دئے، جب یہ دونوں اس جگہ کے قریب پہنچے کہ جہاں آگ روشن تھی تو انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے کہ جس نے چیتھڑوں کا لباس پہن رکھا ہے اور گندگی کا ایک ڈھیر بنا کر تکیہ بنا کر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہے اور سامنے شراب کا

www.khrooj.com

مٹکا پڑا ہوا ہے اور اس کی بیوی شکل میں اسی کی مثل کھڑی رقص کر رہی ہے اور رقص کرنے کے بعد یہ ایک جام شراب کا ناز و ادا سے پیش کرتی ہے جیسے کوئی لونڈی نہایت ادب و احترام اور خوشامدانہ انداز میں جام کسی بادشاہ کے پیش کرتی ہے اور اس کا شوہر بڑے تکبر سے پیتا ہے اور دونوں کمال سرور میں مشغول ہیں۔

بادشاہ اور وزیر دونوں انگشت بہ دندان رہ گئے اور بادشاہ کہنے لگا کہ ہمیں کافی مملکت نصیب ہوئی مگر ان جیسا سرور کبھی نہ پایا تو وزیر نے ساری عمر میں آج موقع کو غنیمت جان کر کھل کر بادشاہ سے دین کے بارے میں کلام شروع کی اور کہا اے بادشاہ سن کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ ہمارے ملک وشاہی اور مال و دولت کو اس گندگی کے ڈھیر کی مانند جانتے ہیں اور ہمارے نفیس بدن اور کپڑوں کو ان چیتھڑوں جیسا جانتے ہیں اور وہ بھی ہم کو دیکھیں تو اسی طرح تعجب کریں جس طرح ہم ان کو دیکھ کر تعجب کر رہے ہیں تو بادشاہ بولا وہ کون لوگ ہیں تو وزیر نے کہا کہ وہ اہل آخرت ہیں اور ان کی نظر آخرت پر ہے اور انہوں نے دنیا کو ترک کیا ہے اور ملک آخرت دائم اور غیر فانی ہے، جہاں پر بیماری نہیں ہے، درد نہیں ہے، غم نہیں ہے، موت نہیں ہے، حتیٰ کہ وہاں کی ہر شے لازوال ہے۔

بادشاہ حیران ہوا کہ اس ملک کو کوئی پا بھی سکتا ہے تو وزیر بولا ہاں اس کو پانے کا

جوراستہ ہے اس سے پایا جاسکتا ہے، بادشاہ بولا یہ تو عجیب ملک ہے اور اب تک میں نے زندگی ضائع کی ہے اور اب میں اس ملک کو پانے کی کوشش ضرور کروں گا۔

بادشاہ بولا کہ اتنا عرصہ ہوا کہ تو میرا رفیق حیات رہا اور اب تک تو نے مجھ کو اس امر عظیم سے آگاہ کیوں نہ کیا تو وزیر نے کہا کہ یہ تو ایک بہت بڑا راز ہے اگر میں اس راز کو افشا کرتا تو مجھے خوف تھا کہ شاید آپ برا مان جائیں اور مجھ سے نفرت کرنے لگیں یا مجھے اپنے سے دور کردیں اسی خوف کی وجہ سے میں آپ کے ساتھ بات نہیں کرتا تھا اب جب کہ آپ کا دل اس طرف مائل ہو چکا ہے تو اب اگر اجازت ہو تو میں آپ کو اس دائمی دنیا کے بارے میں آگاہ کرتا رہوں بادشاہ نے کہا کہ اب تمہیں اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب بھی مناسب سمجھو مجھے ہمیشہ باقی رہنے والے اس ملک کے بارے میں ضرور بتاتے رہا کرو یہ میرا حکم ہے اور میرا عہد ہے کہ میں اس ملک کے حصول کیلئے ہر ممکن کوشش ضرور کروں گا۔

یہاں سے وزیر کو موقعہ ملا اور وہ بادشاہ کو آخرت کی تفصیلات بتاتا رہا پھر بادشاہ اور وزیر دونوں تارک دنیا ہو کر دین کی طرف راغب ہو گئے اور نجات پا گئے۔

اب شہزادے نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں اور اب مجھے یہاں رہنا منظور نہیں تو بلوہر نے کہا کہ میں آپ کو ہمراہ کیسے لے جاؤں۔

www.khrooj.com

میرے پاس تو نہ زادِ راہ ہے، نہ روٹی ہے، نہ کپڑا، نہ سواری ہے، تو ساتھ نہ چل یہ تیرے لیئے امر محال ہے تو شہزادے نے جواب دیا کہ جس ذات نے آپ کو توفیق عطا کی ہے مجھے بھی وہی ذات پاک کافی ہے۔

بلوہر نے فرمایا کہ اگر تو واقعی میرے ساتھ جانے کیلئے تیار ہے تو تیری مثال فقیر کے داماد کی سی ہے تو شہزادے نے کہا کہ وہ کیسے تو حکیم نے حکایت سنائی کہ

آٹھویں حکایت

کسی بہت بڑے مالدار اور غنی کا ایک بیٹا تھا جب وہ جوان ہوا تو اس کے باپ نے اسے بیاہنے کیلئے اپنے بھائی سے رشتہ طلب کیا اور وہ لڑکی مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ حسنِ صورت بھی رکھتی تھی مگر اس نوجوان کو یہ لڑکی پسند نہ آئی اور وہ گھر چھوڑ کر کسی طرف کو روانہ ہو گیا کہ راستے میں ایک جھونپڑی کے دروازے پر اس نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا اور یہ اسے بہت پسند آئی جس نے پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے تو اس نوجوان نے لڑکی سے پوچھا کہ تو کون ہے تو لڑکی نے جواب دیا کہ میں ایک فقیر کی بیٹی ہوں جو اس جھونپڑی میں رہتا ہے اور معمر شخص ہے تو نوجوان نے لڑکی کے باپ سے ملاقات کی اور رشتہ طلب کیا شیخ نے جواب دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم فقیر لوگ ہیں اور تو کھاتے پیتے گھرانے کا فرد معلوم ہوتا ہے تو یہ رشتہ کیسے ہو سکتا ہے تو اس نے اپنا سارا واقعہ سنایا کہ میں ایک مالدار گھرانے کا فرد ہوں اور میرے گھر والے میری

www.khrooj.com

شادی کرنا چاہتے تھے مگر میں نے وہ مالدار اور خوبصورت رشتہ پسند نہیں کیا اور تیری بیٹی مجھے پسند ہے اس کے بعد شیخ نے کہا کہ تو اگر رشتہ کرنا چاہتا ہے تو پھر لباس بھی ہم جیسا پہن اور خاک نشین ہو جا۔

نوجوان نے ایسا ہی کیا اور فقیروں والا لباس پہن لیا اس کے بعد شیخ نے نوجوان کا رشتہ اپنی بیٹی سے کر دیا جب عقد ہو گیا تو وہ شیخ اس نوجوان کو اپنے ساتھ جھونپڑی کے اندر لے گیا اور جب جھونپڑی کا پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ وہاں پر اسے ایسے مکانات نظر آئے کہ اس جوان نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے اور مال وخزائن وہاں پر جمع تھے اور شیخ نے اس شہر کی کنجیاں اس جوان کے حوالے کر دیں اور جوان نے جو کچھ ترک کیا تھا وہی کچھ اسے مل گیا اور سب کچھ چھوڑنے سے سب کچھ مل جاتا ہے۔

تو یوزاسف نے کہا کہ تو مجھے وہی جوان پائے گا اور اے حکیم تو بھی تو میرا امتحان کرتا رہتا ہو گا کیا مجھ میں کچھ خیر پائی جاتی ہے تو حکیم نے جواب دیا کہ جس طرح ہمارے آئمہ ہدیٰ نے امتحان کرنے کا راستہ یا طریقہ بتایا ہوا ہے اس کی پابندی نہ ہوتی تو صرف ایک بات بھی کافی تھی مگر اب اگر اس طریقہ کے میں خلاف کروں تو وہ بدعت بنے گا اور اب تک جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اس کی تصدیق کرنے میں جلدی نہ کر اور غور وفکر سے سوچ لے اور اب میں تجھ سے جدا ہوتا ہوں اور کل پھر ملاقات کریں گے یہ کہہ کر حکیم رخصت ہوا۔

پھر دوسرے دن بلوہر شہزادے کے پاس تشریف لایا اور سلام کیا تو شہزادے نے خوب طرح سے جواب دیا اور تعظیم وتکریم کی اس کے بعد حکیم نے اس شہزادے کو دعا کی کہ اے وہ ذات پاک جو اول ہے، جو آخر ہے، جو قائم ہے، جو احد ہے، جو صمد ہے، جو لاشریک ہے، جو بے مثل ہے اور جو ایسا شہنشاہ ہے جس کی شاہی میں کوئی شریک نہیں تو اس شہزادے کو دین میں پیشوا بنا، اور اسے زاہد بنادے، اور اسے دنیا والوں سے بغض ہو، اور دینداروں سے محبت ہو، اور تو اسے اپنا ولی بنا، اور جو تیرا وعدہ اپنے اولیاء سے جنت کا ہے اسے وہ عطا فرما، اور یہاں پہنچ کر بلوہر کے دل پر رِقت طاری ہوگئی اور شہزادے کے دل پر اس دعا کا بڑا اثر ہوا تو شہزادے نے سوال کیا کہ آپ کی حیات کتنی ہوگی تو بلوہر نے جواب دیا کہ بارہ سال تو شہزادہ بلوہر سے تعجب سے پوچھنے لگا کہ آپ تو ساٹھ پینسٹھ برس کے معلوم ہوتے ہیں اور بارہ برس کا تو بچہ ہوتا ہے تو حکیم نے جواب دیا کہ مجھے بارہ برس ہوئے کہ دین کی طرف راغب ہوا ہوں اور جہالت کی زندگی کو میں زندگی نہیں جانتا بلکہ جاہل اور مردہ برابر ہوتے ہیں۔

یوزاسف نے کہا کہ آپ چلتے پھرتے کھاتے پیتے انسان کو مردہ کیوں کہتے ہو تو حکیم نے جواب دیا کہ جاہل اور مردہ کے علائم برابر ہیں کہ نہ وہ سنے، نہ دیکھے محض بے بس، شہزادہ بولا کہ آپ سچ کہتے ہیں، شہزادے نے سوال کیا کہ کیا آپ موت سے نہیں ڈرتے تو حکیم نے جواب دیا کہ میرا تیرے باپ کے

www.khrooj.com

ہوتے ہوئے تمہارے پاس آنا اس بات کی وضاحت ہے کہ اگر میں موت سے ڈرتا تو قطعاً نہ آتا اور موت وہ دروازہ ہے جسے عبور کرکے فقیر کو چین نصیب ہوتا ہے اور میں موت کو دوست رکھتا ہوں اور وہ کل کی بجائے آج آ جائے اور مومن دنیا میں ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں دنیا کی لذات وشہوات میں مشغول ہوکر اپنے آپ کو ہلاک نہ کر ڈالے۔

یوزاسف بولا اے حکیم یہ لوگ بتوں کی پوجا کی طرف کیوں مائل ہیں تو حکیم نے حکایت سنائی کہ

نویں حکایت

ایک باغ میں ایک باغبان تھا اور وہ درختوں کی دیکھ بھال کرتا تھا، اسے باغ سے بہت محبت تھی، اس باغ کے ایک درخت پر ایک چڑیا بیٹھ جاتی تھی اور روزانہ درختوں کے ثمر کو کھاتی تھی اور اس آدمی کو وہ بہت بری لگتی تھی، اس نے ایک جال بنایا اور اس چڑیا کو پھنسا لیا اور اسے پکڑ کر ذبح کرنے لگا کہ چڑیا کو اس ذات نے گویائی عطا فرمائی اور چڑیا بولی اے آدمی میرا اتنا گوشت نہیں کہ جس سے تیری بھوک اتر جائے اور میرے گوشت میں کوئی تاثیر نہیں ہے کہ تجھے کوئی جسمانی نفع بخشے...... اگر تو مجھے رہا کردے تو میں تجھے اس کے عوض میں تین کلمات بتاؤں جن سے تجھے کافی نفع ہو تو وہ شخص بولا کہ وہ کلمات بتا، میں تجھے رہا کردوں گا تو چڑیا نے کلمات بتائے

(1) کہ جو چیز تجھ سے ضائع ہو جائے فوت ہو جائے اس کا غم نہ کھانا

(2) جس چیز کو عقل تسلیم نہ کرے اس کی تصدیق نہ کرنا

(3) جس چیز کا حاصل کرنا محال ہو اس کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ سوائے رسوائی کے کچھ نہ ملے گا

جب چڑیا نے اپنی بات مکمل کی تو اس باغبان نے اسے رہا کر دیا اور چڑیا اڑ کر ایک ٹہنی پر جا بیٹھی اور اس باغبان کو مخاطب کر کے بولی کہ اگر تجھے اس جوہر یا موتی کا پتہ ہوتا جو میرے اندر موجود ہے تو تو مجھے کبھی رہا نہ کرتا اور وہ بطخ کے انڈے کے برابر ہے اور اگر تو اسے پا لیتا تو ساری زندگی کیلئے غنی ہو جاتا۔

اس شخص کو دل میں صدمہ ہوا اور بولا چڑیا تو میری دعوت قبول کر اور میں تیری مہمانی کروں گا اور تیری خدمت کروں گا تو چڑیا بولی اے احمق پہلے بھی تو میں تیرے ہاتھ سے محفوظ نہ تھی اور اب تو گمان کرتا ہے کہ میں تیرے ہاتھ آ جاؤں گی۔

اور ابھی میں نے تجھے کلمات بتائے ہیں کہ جو چیز ضائع ہو جائے اس کا غم نہ کھانا اور جو چیز عقل تسلیم نہ کرے اس کی تصدیق نہ کرنا اور کیا میرے پیٹ میں بطخ کے انڈے جتنا موتی عقل تسلیم کرتی ہے اور جس چیز کو پانا محال ہو اس کی خواہش نہ کرنا اور اب تو مجھے نہیں پا سکتا۔

حکیم نے کہا کہ بتوں کی مثال ایسی ہی ہے، یہ لوگ بتوں کو خود تراشتے ہیں اور

کہتے ہیں کہ بتوں نے ہمیں بنایا ہے، اور یہ لوگ خود ان پر پہرہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بت ہماری حفاظت کرتے ہیں، اور یہ بتوں پر چڑھاوے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بت ہمیں رزق دیتے ہیں، یعنی جس چیز کو عقل تسلیم نہ کرے وہی کچھ کہتے ہیں تو یوزاسف بولا کہ مجھے بتوں سے کوئی عقیدت نہیں اور میں بتوں سے بیزار ہوں اور اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ مجھے جس دین کی دعوت دیتے ہیں وہ کیا ہے تو حکیم نے فرمایا کہ

وہ ذات رب ہے کبھی مربوب نہیں ہوئی

وہ ذات رازق ہے کبھی مرزوق نہیں ہوئی

اس ذات نے کائنات کو خلق فرمایا ہے کسی مادے کے بغیر

وہ ذات قدیم ہے حادث نہیں

وہ ذات علیٰ کل شی قدیر ہے عاجز نہیں

وہ ذات پاک واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں

اور عمل یہ ہے کہ اس ذات کی رضا جوئی کرنا، اطاعت کرنا، معصیت اور عصیان سے دوری کرنا، مخلوق سے ایسا سلوک کرنا جیسا کہ اپنے لیئے پسند کرتا ہے یعنی عدل واحسان۔

شہزادہ بولا اے حکیم بلوہر مجھے دنیا سے زہد کی طرف مزید رغبت دلائیں تو حکیم نے فرمایا کہ

www.khrooj.com

دنیا کبھی ایک حال میں نہیں رہی ،کبھی کوئی نوجوان ہے تو کبھی ضعیف ، یہ دنیا غنی کو فقیر کر دیتی ہے، تندرست کو بیمار کر دیتی ہے، قوی کو کمزور کر دیتی ہے، کبھی کوئی ہنستا ہے تو کبھی روتا ہے، کبھی مسرت تو کبھی حسرت، کبھی کوئی انسان ایسے حال میں ہوتا ہے کہ لوگ رشک کرتے ہیں، عین عالم جوانی، مال و دولت، موجودہ ہیبت شاہی، غلاموں کی کثرت، اور جب موت اسے دنیا سے اٹھا لیتی ہے تو بعد میں لوگ اس کے مال خزائن آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اور پھر کوئی اس کا نام تک نہیں لیتا جیسے وہ دنیا میں گزرا ہی نہ ہو اور جیسے کوئی اس کا واقف بھی نہ ہو۔

پھر بتا ایسی دنیا سے انسان کیسے دل لگائے اور اے شہزادہ یاد رکھ اس دنیا میں کوئی مکان نہ بنایا اور اس دنیا میں کوئی اپنی زمین وغیرہ نہ بنانا اور یہ ہمیشہ فانی ہے اس دنیا بے وفا پر تو تف ہے۔

شہزادے نے کہا آپ نے سچ فرمایا دنیا ایسی ہی ہے اور جو اس دنیا پر بھروسہ کرے اس پر بھی اُف اور تف ہے اور شہزادہ رونے لگ گیا اور بولا کہ کچھ اور حدیث بیان فرمائیں کیوں کہ اس سے دل زندہ ہوتا ہے اور یہ قلبی امراض کی دوا ہے تو حکیم نے فرمایا کہ

اس دنیا نے ہمیشہ آباد گھرانوں کو ویران کیا ہے کہ انسان جو پختہ مکان بناتا ہے اس نے آخر ویران ہونا ہے اور جب انسان دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو اپنے پسماندگان کو اداس کر جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی مسند کو لپیٹ دیا

جا تا ہے اور اسے یاد تک کوئی نہیں کرتا اور اس کے تخت و تاج کا مالک دوسرا بن جا تا ہے اور مرنے کے بعد اس کا لباس اتار لیا جا تا ہے اور دوست احباب صرف قبر تک رفاقت کرتے ہیں اس کے بعد ہر کوئی چھوڑ جا تا ہے اور قبر ایک ایسا مکان ہے جہاں انسان کو وحشت ہوگی اور انسان اکیلا ہوگا بے وطن ہوگا۔

اب میں تجھے بتاؤں کہ ابلیس آدمی کو شکار کرنے کیلئے کون سا اسلحہ استعمال کرتا ہے یہ انسان کو ہلاک کرنے کیلئے دو ہتھیار استعمال کرتا ہے

(1) یہ کہ انسان کو یہ بات ذہن نشین کراتا ہے کہ تمہاری تو عقل ناقص ہے اور تو علم و حکمت کو نہیں پا سکتا اور اس کے علاوہ دنیا کے آسان شغل ہیں انہیں اختیار کر لے

تو انسان کو چاہیے کہ اس کا دھوکا نہ کھائے اور علم حاصل کرنے کی برابر کوشش کرے اور اگر انسان اس کے پھندے سے نکل جائے تو پھر یہ دوسرا ہتھیار استعمال کرتا ہے

(2) کہ جیسے وہ ذات پاک چاہتی ہے ویسے تو تجھ سے عمل ہوتا نہیں لہٰذا اپنے آپ کو تھکاتا کیوں ہے اور تجھے اس قلیل عمل کا کیا فائدہ ہوگا تو انسان کو چاہیے کہ دشمن کا فریب نہ اٹھائے اور وہ کم عمل ہی سہی ضرور کرتا رہے بالکل نہ ہونے سے تو بہتر ہے اور ہر انسان کو چاہیے کہ جیسے عادل حکمران اپنی رعیت سے سلوک کرتا ہے ویسے ہی اپنے نفس کے ساتھ سلوک کرے اور برے کاموں کی سزا

نفس کو دے اور نیکی کرنے پر کمر ہمت بندھائے اور اپنے عمل کو سراہائے نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے عُجب یا تکبر آ جاتا ہے اور صالح آدمی عُجب ہی سے ہلاک ہوتے ہیں اور کوئی انسان اس کے پھندے سے نہیں بچ سکتا اگر وہ ذات پاک نہ بچائے اور عمل خیر نہیں کرسکتا اگر وہ ذات توفیق نہ عطا فرمائے اور شیاطین اتنی کثرت سے ہیں کہ جن کی تعداد کو صرف وہی ذات پاک ہی جانتے ہیں اور بنی آدم کو ہلاک کرنے کیلئے ان کے طرح طرح کے جال بچھے ہیں اور انسان کو کثرت سے پڑھنا چاہیے

☆لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

کہ تیری ہی حول وقوت سے میں ہلاکت سے بچ سکتا ہوں اور تیری ہی حول وقوت سے عمل صالح کرسکتا ہوں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ مولاؐ ابلیس سے بچنے کا کوئی راستہ بھی ہے تو فرمایا کہ قرآن میں وہ خود بتاتا ہے کہ فوق وتحت میرے آنے کی راہ نہیں ہیں اور یہ حرام کے راستے سے انسان میں داخل ہوتا ہے تو چاہیے کہ اس کے دخول کے راستے بند کئے جائیں اور انسان کو حلال خور ہونا چاہئے۔

حکیم نے فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ جیسا اپنے ساتھ چاہتا ہے ویسا ہی دوسروں کے ساتھ سلوک روا رکھے، نیکی کو نیکی ہی جانے چاہے وہ کسی بدکار میں ہی کیوں

www.khrooj.com

نہ پائی جائے اور انسان کو چاہئے کہ برائی کو برائی سمجھے چاہے وہ کسی بظاہر نیکو کار میں کیوں نہ ہو۔

یوزاسف نے عرض کیا کہ انسان کے سب سے بڑے دشمن کون ہیں جن سے انسان کو بچنا چاہیے تو بلوہر نے جواب دیا کہ حرص، غضب، حسد، حمیت (غیرت)، ریا، ہوس، طمع، لجاجت، جھگڑا۔

یوزاسف نے عرض کیا کہ سب دشمنوں میں سے بڑا دشمن کون ہے تو حکیم بلوہر نے جواب دیا کہ حرص، کہ حریص کا کاسۂ حرص کبھی پر نہیں ہوتا اور نہ وہ راضی ہوتا ہے

دوسرا بڑا دشمن غصہ ہے کہ جو شکر بھی کرنے نہیں دیتا، حاسد ظالم بھی ہے اور مظلوم بھی کیونکہ ساری عمر جلتا رہتا ہے

پھر حمیت بڑی نافرمانی ہے، کینہ مومن میں نہیں ہوتا، پھر ہے ریا یہ بڑا دھوکا ہے، حمیت تھکانے والا دشمن ہے، اس نے عرض کیا کہ زیادہ ہلاک کرنے والا شیطانی ہتھیار کون سا ہے فرمایا کہ انسان کو سوچنے نہ دینا، اندھا کر دینا

یوزاسف نے عرض کیا کہ کون سی قوت نے ناسکین کو شیطان سے بچایا ہے

حکیم بلوہر نے فرمایا علم و عقل و عمل نے کہ جس پر کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہوتا

موت کا ذکر اور حیا والا خوف ہی انسان کو راہ راست پر چلا سکتا ہے اور ہر چیز کا انجام دیکھ لینا بھی ایسا ہی ہے، جو چیز ضائع ہو جائے اس کا افسوس نہیں کرنا

چاہیے، صبر پر عمل کرتے ہوئے گمراہی کو چھوڑ دینا چاہیے، گناہ کرنے والا اپنی ذات کا دشمن ہے، نفس کو قابو میں رکھتے ہوئے حدود کی پابندی کرنی چاہیے۔

یوزاسف نے عرض کیا کہ بڑی عبادت کون سی ہے؟ حکیم بلوہر نے فرمایا کہ وقار ہو چھچھورا پا او چھا پن نہ ہو اور بھائیوں سے نرم کلامی کرنا

یوزاسف نے عرض کیا کہ انسانی خصلت میں سے اچھی کون سی ہے تو حکیم بلوہر نے فرمایا کہ حبِ صالحین

کس دشمن سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے حکیم بلوہر نے فرمایا کہ گناہ سے

سب سے بڑی فضیلت کون سی ہے حکیم نے فرمایا کہ راضی ہونا تھوڑے پر

یوزاسف نے عرض کیا کہ کون سا ادب اچھا ہے حکیم نے فرمایا کہ ادبِ دین

یوزاسف نے عرض کیا کہ بڑا جابر کون ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ جابر بادشاہ ہے

دور ترین چیز کیا ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ وہ ہے حریص کی آنکھ

خبیث ترین کون سی چیز ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ وہ ہے لوگوں کو راضی کرنا اور مولا کو ناراض کرنا

فحش ترین چیز کون سی ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ مولا سے عہد کر کے توڑنا ہے

یوزاسف نے عرض کیا کہ جلدی ختم ہونے والی چیز کون سی ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ وہ فاسق کی محبت ہے

خائن چیز کون سی ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ خائن ہے جھوٹے کی زبان

www.khrooj.com

دنیا کے احوال سے مشابہہ چیز کون سی ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ سوتے ہوئے خواب دیکھنا ہے

اچھا آدمی کون ہے تو استاد نے فرمایا کہ جس کو اس ذات پر حسن ظن ہے اور جو ذکر میں غفلت نہ کرتا ہو

انسان کی آنکھ ٹھنڈی کس چیز سے ہوتی ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ اولاد صالح اور زوجہ صالحہ جو دینی معاملات میں معاون ہو

نہ چھوڑنے والی بیماری کون سی ہے تو بلوہر نے فرمایا کہ بری اولاد اور بری زوجہ ہے

خوشگوار چیز کیا ہے تو بلوہر نے کہا کہ جو چیز مل جائے اس پر راضی ہونا

یوزاسف نے عرض کیا کہ اب سب سے بڑا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں ذہن کو ذرا فارغ کریں آپ کا اس آدمی کیلئے کیا خیال ہے جس کو بچپن میں شاہی ملی ہو...... اس کا مذہب بت پرستی ہو، لذات وشہوات اس کا شیوہ ہوں، عیش وعشرت میں چالیس برس گزر چکے ہوں، کیا یہ بھی کسی طرح بچ سکتا ہے اور آخرت کی طرف رجوع کرسکتا ہے اور کیا اس کی مغفرت ہوسکتی ہے؟

بلوہر نے فرمایا کہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تو اس کی خیر چاہتا ہے اور اولاد ہونے کی حیثیت سے اس کا حق سمجھتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ہم نے کبھی کسی کو اس ذات کی رحمت سے مایوس نہیں کیا، ایسے آدمی کیلئے توبہ واستغفار کا راستہ ہے جس سے نجات مل سکتی ہے اور تو اپنی مراد کو پائے گا اور بلوہر نے ایک حکایت سنائی کہ

www.khrooj.com

دسویں حکایت

ایک بادشاہ تھا جو کہ عادل تھا اور رعایا پر مہربان تھا اور مملکت کا نظم ونسق بھی اچھا کرتا تھا، وہ کچھ عرصہ تک اسی طرح حکومت کرتا رہا آخر اسے موت آگئی، اس کی ملکہ ان دنوں حاملہ تھی اور اس وقت کے نجومیوں اور کاہنوں نے کہا کہ ملکہ شہزادہ جنے گی اور اسی طرح لڑکا پیدا ہوا اور رعیت نے اپنے شہزادے کی ولادت میں سال بھر خوشی منائی اور ناچ گانے بجانے اور شراب نوشی کی صورت میں جشن مناتے رہے۔

اس وقت کے علما اور حکماء نے رعیت کو فرمایا اے جاہلو یہ جو نعمت (شہزادہ) تمہیں عطا ہوئی ہے اس ذات کی طرف سے ہے یا کہ شیطان کی طرف سے کہ تم نے شیطان کی عبادت اور شکریہ ادا کیا تو رعایا نے عرض کیا کہ نعمت تو مولا کی عطا ہے تو علماء نے فرمایا کہ پھر عبادت تو اس ذات کی کرنا چاہیے تھی تو رعیت نے غلطی کا اعتراف کیا اور عرض کیا کہ اب کوئی علاج ہے کہ ہمارے گناہ معاف ہو جائیں تو علماء نے فرمایا کہ جتنی مدت ابلیس کی عبادت کی ہے اس سے کئی گنا زیادہ اس ذات کی عبادت کرو

رعایا نے عرض کیا اے سردار و تم ہمیں سرزنش اور ملامت نہ کرو وہ ذات پاک ہمارے عیبوں پر پردے دے گی اور ہماری تھوڑی عبادت کو کافی قرار دے گی اور تم ہم پر عبادت کا بوجھ گراں نہ دو تو علماء نے کہا کہ تم جتنا عرصہ شیطان کی

عبادت کی ہے اتنی تو کرو تو رعایا نے سال بھر روزے رکھے نمازیں پڑھیں اور صدقات دیئے۔

اس وقت کے نجومیوں اور کاہنوں نے کہا کہ یہ شہزادہ بڑا ہو کر پہلا عرصہ برا اور پچھلا عرصہ نیک بنے گا اس کے بعد جب شہزادہ جوان ہوا تو بڑا جابر و ظالم ثابت ہوا۔

ایک دن اس نے حکم دیا کہ ایک تخت بناؤ جس کا طول ایک سو بیس گز ہو اور عرض ساٹھ گز ہو اور تمام دنیا کے قیمتی پتھروں سے اسے مرصع کرایا جائے جب تخت تیار ہو گیا تو اس نے اپنی شہزادیوں اور اپنے پس پردہ بیٹھنے والیوں اور رعیت کی تمام مستورات کو حکم دیا کہ ہار سنگار کر کے میرے دربار میں آئیں اور اپنی تمام رعیت کے معززین کو حکم دیا کہ حاضر ہوں اور اپنی تمام فوجوں کو حکم دیا کہ مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار حاضر ہوں۔

یہ سارا اہتمام صرف اسی لیئے تھا کہ کچھ دیر خوشی حاصل ہو جب تمام دربار سج گیا تو یہ بادشاہ اپنے تخت پر آیا اور اپنی رعیت کا نظارہ کرنے لگا اور دل ہی دل میں خوش ہوا

اس کے بعد اس نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ میں نے اپنی رعیت کا تو نظارہ کیا ہے اب تو ذرا کوئی آئینہ لا میں اپنا منہ دیکھ لوں کہ کیسا ہے جب اس نے آئینے میں اپنا منہ دیکھا تو اسے اپنی ڈاڑھی میں ایک سفید بال نظر آیا جیسے سیاہ کوے

میں سفید پر
بس جب اس کی نظر سفید بال پر پڑی تو اس کو ملال ہوا اور وہ مسرت و سرور جاتا رہا اس نے سوچا یہ زوال کی علامت ہے، اب مجھ سے یہ ملک و شاہی جاتی رہے گی اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور مجھ پر موت آنے والی ہے یہ موت کا ایلچی ہے
جیسے اسے کسی نے نہیں روکا موت کو بھی کوئی نہیں روک سکے گا، یہ فوجیں، یہ مال وخزائن میرے دوستوں اور دشمنوں میں تقسیم ہو جائیں گے پھر وہ تخت سے برہنہ پا اتر آیا اور جو اس کے معتمد تھے ان کو اپنے قریب بلایا اور ان سے گویا ہوا کہ میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا میں نے تم پر غلط اعتبار کیا تھا تم میری توقع کے خلاف ثابت ہوئے ہو میں نے اپنے شہروں کو مضبوط بنایا تھا تمہیں ملازم رکھا اس لیئے کہ تم میری دشمن سے حفاظت کر سکو مگر تم دیکھتے رہے اور دشمن کا ایلچی میرے سر پر پہنچ چکا ہے۔
بادشاہ بولا کہ میں نے تمہیں کس لیئے بنایا تھا انہوں نے جواب دیا اس لیئے کہ ہم تمہاری اور تمہارے ملک کی حفاظت کریں، وہ بولا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے میری کس دشمن سے حفاظت کرنا ہے جو نقصان کرے یا جو بے ضرر ہے، انہوں نے جواب دیا کہ جو نقصان دے گا۔
بادشاہ بولا کہ تم نے اچھی حفاظت کی ہے، دشمن تو میرے سر پر پہنچ چکا ہے، اب

جیسے اسے محل میں آنے سے کسی نے نہیں روکا اسی طرح میرے دشمن کو بھی کوئی نہیں روک سکے گا...... وہ بولے کہ کیا وہ دشمن تلوار اور گھوڑوں سے مارا جا سکتا ہے اور نظر آتا ہے یا نہیں بادشاہ بولا وہ خود نظر نہیں آتا اور اس کے آثار نظر آتے ہیں بادشاہ بولا میں نے تم پر غلط اعتماد کیا کہ تم نے میرے دشمن کو روکا تک نہیں یا تو تم نے غفلت کی ہے یا تمہاری کمزوری اس کا باعث ہے یا تم نے اسے خود آنے دیا اس لیئے تم سزا کے قابل ہو۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں دشمن تو کوئی بھی نظر نہیں آتا اگر کوئی نظر آنے والا دشمن ہے تو پھر ہم اس سے نبرد آزما ہوتے ہیں، اگر تمہاری جان کے عوض میں ہماری جان لے لے اور اگر نظر نہ آئے تو پھر ہم معذور ہیں بادشاہ بولا کہ تم میرے دوست ثابت نہیں ہوئے تمہاری اطاعت نے مجھے مغرور بنا دیا ہے بہرہ بنا دیا ہے اندھا بنا دیا ہے میں دوست دشمن کو بھی نہیں پہچان سکا میں نے دوستوں کو دوست نہیں سمجھا تم نے میری دنیا کی خیر تو چاہی ہے اور میری آخرت برباد کر ڈالی ہے تم میرے سامنے دنیا کو حسین بنا کر پیش کرتے رہے مگر قبر وحشر سے کبھی نہیں ڈرایا حالانکہ دوست وہ ہے جو آخرت کی خیر چاہے۔

اب مجھے وہ دوست بنانا چاہیئں جو ہمیشہ میری حفاظت کر سکیں، جو ہر جگہ کام آئیں جو ہر چیز سے بچائیں حالانکہ میں پہلے تمہاری خدمت میں ان کو بھول گیا تھا اور ان کی کوئی امداد نہ کر سکا اور تم نے جو ثبوت دیا ہے وہ ظاہر ہے، اب تم

www.khrooj.com

امن میں ہو جو مرضی ہو کہو میں بادشاہ نہیں بلکہ مغلوب ہوں پہلے حمیت مجھ پر غالب تھی اب میں حمیت پر غالب ہوں، اب میں مملوک ہوں تم آزاد ہو۔

رعیت نے کہا تم تو بادشاہ ہو مملوک کیسے ہو؟ جواب دیا کہ میں پہلے مملوک تھا خواہش کا، جہالت کا، شہوات کا، اب میں نے ان کو پس پشت ڈالا ہے

اس کے بعد رعیت نے بادشاہ کو عرض کیا کہ اب آپ اپنے دل کی بات کہیں بادشاہ بولا کہ میں نے اس دنیا کو ترک کرنے کا ارادہ کیا ہے اس دنیا کے دھوکہ کو ترک کر کے پشت کا بوجھ ہلکا کیا ہے اور موت کیلئے تیار ہو گیا ہوں کہ موت آ گئی ہے اور اب تک میں تمہارے ساتھ رہ کر غافل رہا ہوں۔

رعایا بولی کہ وہ کون سا ایلچی ہے تو وہ بولا کہ یہ سفید بال ہے اور زوال قریب ہے اور موت کا پیش خیمہ ہے اس کے بعد بادشاہ نے کہا جو کچھ کہنا چاہو کہو تو رعیت بولی کہ کیا آپ اب شاہی چھوڑ دیں گے اور رعایا کو رائیگاں کر دیں گے اور کیا یہ گناہ نہیں ہے کیونکہ عدل واحسان کے ساتھ عوام کی اصلاح کرنا بھی تو ایک نیکی ہے اور آپ گناہ سے ڈریں اور عوام کو ضائع نہ کریں کہ یہ گناہ ہے اور اگر آپ شاہی کو ترک کر دیں تو آپ کا یہ فعل کیا اس کا عوض یا اس کا بدل ہو سکے گا کہ جو تو رعیت کو ضائع کرے گا اور کیا یہ کمی پوری ہو جائے گی، رعیت کی اچھی تدبیر کرنا ہی تو شاہت ہے اور تجھے اس کا اجر ملے گا اور اگر رعیت کو حال پر چھوڑ دے گا تو پھر تو فساد کا موجب بنے گا اور یہ گناہ ہے اور یہ جو اپنے نفس کی اصلاح کرنا چاہتا

ہے اس سے رعیت کو ضائع کرنا زیادہ گناہ ہے ایک نفس کو ضائع کرنا بھی اپنا نقصان ہے رعیت کی اصلاح تیری اپنی اصلاح ہے اوراس سے بڑی خوبی کیا ہے کہ تو ہمارا راہبر ہے ناظم ہے۔

خبردار شاہی کو ترک نہ کر اس کے بعد بادشاہ نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا میں نے سن لیا، بادشاہ بولا کہ میں بادشاہ ہوں اور عدل کروں تب اجر ملے گا اور تمہاری اصلاح بغیر جبر واستبداد کے ناممکن ہے کیونکہ تم دنیا میں پھنسے ہوئے ہو اور میں بھی پھنس جاؤں گا اور یہ دھوکہ ہے اور مجھے دھوکے میں موت آجائے گی اور میں قبر میں دفن کر دیا جاؤں گا یہ جو ریشمی لباس ہے اس کے عوض میں مجھے مٹی کا لباس ملے گا، موتیوں وغیرہ کے عوض خاک ملے گی، عزت کے بعد ذلت اٹھانا پڑے گی، تنہائی ہوگی، تم مجھے ویرانے میں پھینک آؤ گے، خواہ مجھے درندے کھائیں یا کیڑے مکوڑے اور جانور جسم کے مہمان ہوں گے اور میرا تمام جسم خاک ہو جائے گا، مردار ہو جائے گا، ذلت لازم ہوگی اور عزت چلی جائے گی، دوست چھوڑ جائیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا، عمل صالح دوست ہوگا، یا گناہ جو کمال حسرت کے موجب بنیں گے، انجام ندامت ہوگا اور تم نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہاری دشمن سے نصرت کریں گے اور دشمن کو روکا بھی نہیں، اب میں اپنی اصلاح خود کروں گا اور تم نے دھوکہ دیا ہے

اس کے بعد رعایا نے جواب دیا کہ جیسے تم بدل گئے ہو اسی طرح ہم بھی بدل چکے

www.khrooj.com

ہیں اور جس چیز نے تم کو اس ذات سے ڈرایا ہے اسی طرح ہم بھی ڈر گئے ہیں اور ہم آئندہ گناہوں کی توبہ کرتے ہیں اور تیرے خیر خواہ ہیں۔

بادشاہ بولا اگر ایسا ہے تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں اور وہ بادشاہ بدستورِ سابق بادشاہ رہا، اور ملک آباد ہوا، رزق کی بڑی فراوانی ہوئی، دشمن مغلوب ہوا، اور مملکت بڑھتی گئی اور بتیس سال تک نیک رہا، چونسٹھ برس دنیا میں زندہ رہا

اس کے بعد یوزاسف بولا کہ آپ نے بڑا خوش کیا ہے اور ایسی کوئی اور حکایت سناؤ جسے سن کر میں خوش ہو جاؤں اور اس ذات کا شکریہ ادا کروں اب بلوہر نے ایک اور حکایت سنائی

گیارہویں حکایت

کسی ملک کا ایک بادشاہ تھا جو بہت صالح اور نیک تھا، اس ذات پاک سے ڈرتا تھا اس بادشاہ کے دل میں نیکی تھی، آپس میں اتفاق تھا، جب سے یہ بادشاہ بنا دشمن پر غالب رہا اور ملک کا انتظام اچھا ہوگیا، انتظامی امور میں اصلاح ہوگئی، اور یہ بادشاہ غرور میں آ گیا، ترش ہوگیا، حتیٰ کہ اس نے عبادت گزاروں کا قتل عام شروع کر دیا اور اس کی شاہی طول پکڑ گئی اور اس بادشاہ کے زمانے میں رعیت نے گمراہی کی طرف عجلت کی اور جن بچوں نے اس فضا میں پرورش پائی جب وہ جوان ہو گئے تو نیکی اور عبادت ختم ہوگئی حتیٰ کہ عبادت کا خیال تک ختم ہوگیا اور بت پرستی کا دور دورہ ہوگیا۔

اس نے بچپن میں نیت کی تھی کہ میں ہمیشہ اطاعت کروں گا کہ ایسی کسی نے نہ کی ہوگی اور اب جبکہ میں بادشاہ بنا ہوں تو میری نیت بدل گئی اور مجھے خزائن دنیا وشاہی کا نشہ آ گیا اور میری شاہی طولانی ہوگئی جوانی، ثروت، ہیبت وحشمت یہ تمام نشے اکٹھے ہوگئے۔

یہ بادشاہ ایک نیک آدمی پر مہربان تھا اور اس کی قدر کرتا تھا اس نیک آدمی کو اس بات کا افسوس ہوتا کہ اس نے دینداروں کو دور کر دیا اور اس کی گمراہی کا بھی اسے رنج تھا اور جو اس نے بچپن میں خالق سے عہد کیا تھا کہ وفا اور اطاعت کروں گا اب اس کے خلاف کرنے لگا ہے اس بات کا بھی اس نیک آدمی کو ملال تھا۔

اور جب یہ ارادہ کرتا کہ بادشاہ کو نصیحت کروں تو پھر ڈر جاتا کہ ممکن ہے کہ بادشاہ کو ناگوار گزرے اور کہیں میری یہ نصیحت ہی میری ہلاکت کا سبب نہ بن جائے

اس بادشاہ کے ملک میں صرف یہی دیندار تھا، ایک صالح آدمی اور بھی تھا جس کا پتہ نہ تھا اور اس کے نام کا بھی پتہ نہ تھا، ایک دن بادشاہ کا یہ دیندار دوست جرأت کر کے دربار میں حاضر ہوا اور کپڑے میں انسانی کھوپڑی بندھی ہوئی ساتھ لایا۔

دستور کے مطابق بادشاہ کے دائیں طرف آ کر بیٹھ گیا اور کھوپڑی کو کپڑے سے

نکالا اور پیروں سے روندنے لگا اور ہاتھوں سے بھی اور جس مقام پر وہ بیٹھا تھا وہ بھی میلا ہوگیا۔

جب بادشاہ نے اس کی حرکات کو دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا اور بادشاہ کے جلادوں نے تلواریں سنبھال لیں اس آدمی کو قتل کرنے کیلئے کہ اس نے بادشاہ کے سامنے اتنی جسارت کیوں کی ہے اور حکم کے منتظر ہوئے

مگر بادشاہ اپنے غصے کو ضبط کر گیا اور اس زمانے کے بادشاہ باوجود کافر ظالم وجابر ہونے کے حلیم ہوتے تھے کیونکہ امور سلطنت میں جلد بازی مضر ہوا کرتی ہے اور امن وامان حلم ہی سے قائم ہوتا ہے اور اس دن بادشاہ خاموش رہا اور یہ نیک شخص کھوپڑی کو کپڑے میں باندھ کر چلا گیا

پھر دوسرے دن بھی اس نے ایسا ہی کیا اور بادشاہ خاموش دیکھتا رہا

اس کے بعد تیسرے دن یہ آدمی کھوپڑی کے ساتھ ایک لڑکا، کچھ مٹی، ایک روٹی، ایک ترازو اور کچھ درہم ساتھ لے کر دربار میں حاضر ہوا...... دربار میں آتے ہی اس نے سب سے پہلے ترازو میں ایک طرف مٹی اور دوسری طرف درہم رکھے پھر کھوپڑی کی ایک آنکھ میں مٹی بھر دی، پھر روٹی اس کھوپڑی کے منہ میں ڈال دی

یہ دیکھنا تھا کہ بادشاہ اس پر سخت برہم ہوا اور ضبط میں نہ رہا اور بولا کہ میں جانتا ہوں کہ تجھے یہ جرأت کس چیز نے دلائی ہے، چونکہ میں تیری قدر کرتا تھا اور

میری نگاہ میں تیری قدر و منزلت تھی اسی چیز نے تجھے گستاخ بنا دیا ہے۔
اب تو یہ بتا کہ تو کئی دنوں سے جو عجیب و غریب حرکتیں کر رہا ہے آخر اس سے تیری کیا مراد ہے اور تو مجھے کیا جتلانا چاہتا ہے
اس آدمی نے بادشاہ کے پاؤں پر بوسہ دیا اور بولا حضور ذرا اپنے عقل کو فارغ کر کے میری طرف توجہ دیں اور میری عرضداشت کو سنجیدگی سے سنیں
کلام کی مثال تیر جیسی ہوتی ہے کہ اگر نرم زمین پر جا لگے تو پیوست ہو جاتا ہے اور اگر چٹان پر لگے تو پھسل جاتا ہے یا اس کی مثال بارش جیسی ہے نرم زمین پر برسے تو زراعت پیدا ہوتی ہے اور سنگلاخ زمین پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔
انسان میں دو طاقتیں ہیں، عقل اور خواہش نفس یہ دونوں طاقتیں آپس میں جنگ کرتیں ہیں اگر خواہش نفس غالب ہو تو انسان غرور میں آ جاتا ہے اور عیش وعشرت کرنے لگتا ہے اور اگر عقل والی قوت غالب ہو تو انسان کسی قدم پر لغزش نہیں کھاتا
مجھ کو بچپن سے ہی علم کے ساتھ محبت تھی اور میں نے ہر قسم کے علم کو تقریباً اپنی انتہا تک حاصل کیا ہے
ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں ایک قبرستان سے گزر رہا تھا جو کہ بادشاہوں کا تھا وہاں سے مجھے یہ کھوپڑی ملی اور اس کھوپڑی کا یہ حال دیکھ کر مجھے غم لاحق ہوا اور اس کی یہ حالت مجھے بہت ناگوار گزری اور میں نے اسے وہاں پر سے اٹھا لیا اور

اسے گھر لایا اور ریشمی لباس پہنایا اور گلاب کے پانی سے دھویا اور خوشبو لگائی۔ مقصد یہ تھا کہ اگر بادشاہوں کی ہے تو پھر ابھی اثر ظاہر ہوگا اور اس کی خوبصورتی ظاہر ہوگی اور اگر کسی مسکین کی ہے تو پھر کوئی فائدہ نہ ہوگا اور متواتر چند روز ایسا کرتا رہا آخر کار کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔

ایک دن میں نے اپنے غلام کو بلایا اور اس سے اس کی وجہ دریافت کی جس کا وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکا، اس کے بعد میں نے علماء کی طرف رجوع کیا لیکن اس کے بارے میں وہ بھی کوئی خاطرخواہ جواب نہ دے سکے۔

چونکہ ہم جانتے ہیں کہ بادشاہ تمام رعیت کیلئے سب سے زیادہ عالم اور عاقل ہوتا ہے اسی لیئے اب تیرے پاس آیا ہوں چونکہ مجھے جان کا خطرہ تھا اسی لیئے پوچھنے میں پہل نہ کرسکا اور اب جو آپ نے پوچھا ہے تو آپ یہ بتائیں کہ یہ کھوپڑی بادشاہ کی ہے یا کہ کسی مسکین کی ہے۔

میں نے بہت سوچا ہے اور اب تھک چکا ہوں کہ جب یہ زندہ تھا تو اس کی آنکھ کے حرص کو زیرِ آسمان کوئی چیز پر نہ کرسکی اور اگر اس کا ہاتھ آسمان تک جاتا تو یہ اس پر بھی قبضہ کرتا اور اب دیکھ لے کہ اس کی چشم حریص کو درہم بھر مٹی نے پر کر دیا ہے اور اس کی زندگی میں اس کے منہ کو کوئی چیز پر نہ کرسکی اور اب اسے ایک مٹھی بھر خاک نے پر کر دیا ہے۔

اگر تو یہ کہے کہ یہ کھوپڑی کسی مسکین کی ہے تو میں اس سے اتفاق نہیں کروں گا

میرے پاس دلیل یہ ہے کہ یہ بادشاہ کی ہے کیونکہ بادشاہوں کے قبرستان سے ملی ہے اور تو بادشاہ اور مسکین کی کھوپڑیوں کا موازنہ کر لے مجھے تو کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔

خبردار اے بادشاہ تو بھی ایک دن ایسا ہو جائے گا، تیری کھوپڑی کو بھی زندہ لوگوں کے قدم روند ڈالیں گے، یہ وقار باقی نہ رہے گا،تو ذلیل ہو جائے گا، یہ تیرا ملک تجھ سے زائل ہو جائے گا، تجھے صرف قبر ملے گی،تو نے جو رعیت کے ساتھ بھلائی کی ہے وہ ضائع ہو جائے گی، وہ تجھے بھول جائیں گے، تیرے گھر والے ذلیل سمجھے جائیں گے، تیرے دشمن خوش ہوں گے،مٹی تجھے چھپا دے گی، بلانے پر تو جواب نہ دے سکے گا، اگر تیری بے عزتی کی جائے گی تو تجھے اس کا غصہ نہ آئے گا، تیری اولاد یتیم ہو جائے گی، تیری عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور ممکن ہے کسی اور شخص کے ساتھ نکاح کر لیں۔

اس نیک دوست کی یہ باتیں سن کر باشاہ رونے لگا،اس کا دل ڈر گیا،اور واویلا کر کے رونے لگا، جب دیندار نے دیکھا کہ اس کی بات کا اثر ہو رہا ہے تو اور جرأت کر کے اپنی بات کو دہرانے لگا۔

بادشاہ بولا کہ مولا تجھے جزائے خیر عطا فرمائے اور میرے ان درباریوں کو بری جزا ملے، میں تیرا مفہوم سمجھ گیا ہوں اور پھر دیندار جمع ہو گئے اور اس بادشاہ کا خاتمہ خیر پر ہوا اور مرتے دم تک دین پر رہا

یوزاسف بہت خوش ہوا اور بولا استاد صاحب کوئی اور حکایت سنائیں

بارہویں حکایت

اول زمانے میں ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا جس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہوتی تھی اس نے اپنے وقت کے بہت سے حکیموں سے علاج معالجہ کرایا تب کہیں جا کر اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا اور جب یہ بچہ چلنے کے قابل ہوا اور اس نے پہلا قدم اٹھایا تو خدا کی قدرت سے اسے گویائی حاصل ہوئی اور اس نے گھر والوں کو مخاطب کر کے کہا کہ

لوگو تم اپنی آخرت پر جفا کر رہے ہو...... دوسرا قدم اٹھایا تو بولا تم ضعیف ہو جاؤ گے

تیسرا قدم اٹھایا تو بولا کہ تم مر جاؤ گے اور پھر عام بچوں کی طرح ہو گیا

بادشاہ نے نجومیوں کو بلایا اور سارا واقعہ ان کے سامنے دہرا دیا لیکن جملہ نجومی کوئی مدلل جواب نہ دے سکے البتہ ان میں سے ایک نجومی نے کہا کہ یہ بچہ رہبر و پیشوا بنے گا...... بعد ازاں اس بچے کو پرورش کیلئے دودھ پلانے والوں کو دے دیا گیا

بادشاہ نے بچے پر پہرہ لگا دیا حتیٰ کہ بچہ جوان ہوا ایک دن کسی طرح سے پہرہ داروں سے نکل کر بازار میں چلا گیا اور وہاں پر ایک جنازے کو دیکھا کہ ایک انسان مرا ہوا ہے، اس کیلئے تو نئی چیز تھی بولا اسے کس نے مارا ہے جواب ملا کہ

بڑھاپے نے ،اس کی میعاد پوری ہوگئی تھی

بولا کیا یہ پہلے صحیح سالم اوراچھا تھا؟ جواب ملا...... ہاں

کھاتا پیتا بھی تھا؟ جواب ملا...... ہاں

اور پھراس نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا بولا اسے کیا ہے جواب ملا یہ بوڑھا آدمی ہے، یہ چھوٹا بچہ تھا اور پھر جوان بھی ہوا،اس کے بعداس نے ایک مریض کو دیکھا اور تعجب کرتا رہا اور پوچھنے لگا اسے کیا ہے جواب ملا یہ بیمار ہے بولا کیا یہ پہلے اچھا تھا جواب ملا ہاں ...... بولا واللہ لوگ مجنون ہیں

جب پہرہ داروں کو علم ہوا کہ لڑکا نکل گیا ہے تو وہ اسے ڈھونڈ کر گھر لے گئے اور بادشاہ کے کہنے پر ایک کمرے میں بند کردیا اور یہ لیٹ کر چھت کو دیکھنے لگا اور بولا کہ یہ لکڑیاں کیسی ہیں جواب ملا یہ درخت تھے اور کاٹ کر شہتیر اور کڑیاں بنائی گئیں ہیں

بادشاہ نے پوچھا کہ میرا بیٹا کیسی باتیں کرتا ہے؟ لوگ کہنے لگے کہ اسے وسواس کی مرض ہے، آخر کار لوگوں کے کہنے پر طے یہ ہوا کہ اس کی شادی کردی جائے اس طرح یہ دنیا میں مشغول ہو جائے گا اور وسواس چلا جائے گا

بادشاہ نے کہا کہ اس کیلئے کوئی حسین وجمیل رشتہ تلاش کریں چنانچہ ایک حسین باکرہ عورت منتخب ہوئی اور اس کے ساتھ اس کا عقد کردیا گیا جب شادی کا وقت آیا اور گانے بجانے شروع ہوئے تو شہزادے نے پوچھا یہ کیا ہے بولے تیری

شادی کی خوشی منائی جارہی ہے جب رات ہوئی بادشاہ نے اپنے بیٹے کی بیوی کو بلایا اور بولا کہ میرا صرف ایک یہی بیٹا ہے اور تو اس کے ساتھ الفت اور محبت کرنا اور اسے اپنے ساتھ مانوس کرنا۔

جب شوہر و بیوی ایک کمرے میں اکٹھے ہوئے اور عورت شہزادے کے قریب ہوئی تو شوہر بولا کچھ حوصلہ کریں اور پہلے کھانا تو کھالیں جب دونوں نے کھانا کھایا تو کھانا کھانے کے بعد اس شہزادے کی بیوی بیہوشی کے عالم میں سوگئی اور شہزادہ اٹھ کر گھر سے باہر نکل گیا اور شہر میں گھومنے لگا۔

اسے رعیت میں سے ایک ساتھی ملا اس نے اسے ہمراہ لیا، اپنا شاہی لباس اتار دیا اور سادہ لباس پہن کر چلتے رہے اور جب صبح ہونے لگی تو پکڑے جانے کے خطرے سے چھپ گئے اور روزانہ ایسا ہی کرتے شام کو سفر اور صبح کو چھپنا۔

حتیٰ کہ اپنے باپ کی مملکت سے نکل گیا اور جب صبح ہوئی اور بادشاہ کے آدمی شہزادے کی عورت کے پاس آئے تو اس نے پوچھنے پر جواب دیا کہ مجھے کوئی علم نہیں تو پھر شہزادے کی تلاش شروع ہوگئی اور شہزادہ اور اس کا ساتھی تو دوسری شاہی میں پہنچ چکے تھے اس ملک کے بادشاہ کی صرف ایک بیٹی تھی اور بادشاہ کا اپنی بیٹی کے ساتھ وعدہ تھا کے جسے تو پسند کرے گی اس کے ساتھ تیرا عقد کیا جائے گا اور بادشاہ نے اپنی بیٹی کو راہ گزر پر محل بنوا دیا تھا اور یہ گزرتے ہوئے لوگوں کو دیکھا کرتی تھی اور اس لڑکی نے ان دونوں کو دیکھا اور والدین کو پیغام

www.khrooj.com

بھیجا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کیا ہے اور لڑکی کی والدہ نے اس لڑکے کو دیکھا اور بادشاہ کے پاس آئی اور بیٹی کا راز ظاہر کیا۔

پھر بادشاہ نے اسے بلایا اور دیکھا اور پوچھا کہ تو کون ہے وہ بولا آپ کیوں پوچھتے ہو میں تو مسکین ہوں بادشاہ نے کہا کہ کیا تو کوئی اجنبی ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں اجنبی نہیں ہوں اور اس کے ارادے سے انکار کر گیا اور بادشاہ نے اس پر پہرہ لگا دیا کہ یہ کہاں جاتا ہے اور بادشاہ گھر والوں سے بولا کہ یہ شہزادہ ہے اور اس کی شادی کی نیت نہیں ہے۔

جب بادشاہ نے اسے بلایا تو بولا کہ بادشاہ کو مجھ سے کیا کام ہے اور مجھے تو اس سے کوئی حاجت نہیں، یہ نہ چاہتے دل سے بادشاہ کے پاس گیا تو اس نے اسے کرسی پر بٹھا دیا...... پھر بادشاہ اس کی ملکہ اور پڑوسی عورتیں پردے میں آ کر بیٹھیں اور عقد کا حال شہزادے پر ظاہر کیا اور بادشاہ نے کہا کہ اگر تو مسکین ہے تو ہم تجھے بلند کر دیں گے شہزادہ بولا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں اور شہزادے نے بادشاہ کو ایک مثال سنائی کہ

تیرہویں حکایت

بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا، اس کا ایک بیٹا تھا اور اس کے کافی دوست تھے، بادشاہ کے بیٹے کو دوستوں نے دعوت کی، یہ دوستوں کے ساتھ گیا اور دعوت کھائی اور شراب وغیرہ پیتے رہے جس کی وجہ سے یہ بے ہوشی کے عالم

میں سو گئے، کچھ دیر بعد رات کے کسی پہر جب نشہ کچھ کم ہوا اور اس کی آنکھ کھلی تو اسے گھر اور گھر والی یاد آئی اور یہ وہاں سے رات کو اکیلا چل پڑا اور نشہ میں تو تھا ہی راستے میں ایک قبر دیکھی اور سمجھا کہ یہ دروازہ ہے۔

اس زمانے سرداب میں مردے دفن ہوتے تھے اور جو قبر میں عفونت پھیلی تھی نشہ میں سمجھا کہ یہ عطر کی خوشبو ہے اور جو پرانی ہڈیاں پڑی تھیں انہیں بستہ سمجھا اور ایک تازہ مردہ دفن تھا اس کو اپنی گھر والی سمجھا اور نشہ کی حالت میں بغلگیر ہوا اور بوسہ لیا اور ساری رات لوٹ پوٹ ہوتا رہا۔

جب نشہ اترا تو دیکھا کہ سامنے ایک مردہ پڑا ہے یہ بہت حیران ہوا اور قبر سے نکل پڑا

اس کے تمام کپڑے گندگی سے آلودہ تھے اور اس نے چاہا کہ گھر پہنچوں اور مجھے دیکھے بھی کوئی نہ، شہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا یہ بہ آسانی گھر پہنچ گیا اور شکر کیا کہ کسی نے دیکھا نہیں اور غسل کر کے اچھا لباس پہنا۔

اب یہ شہزادہ بولا کہ بادشاہ اب تو ہی بتا کہ یہ شخص دوبارہ قبر کی طرف جائے گا اور پہلے والا کام کرے گا بادشاہ نے جواب دیا کہ نہیں

شہزادے نے کہا کہ وہ میں ہوں اور یہ محل میرے لیئے قبر ہیں یہ لڑکی تازہ مردہ ہے خوشبوئیں عفونت ہیں بادشاہ نے بیوی کو کہا کہ اسے تو کوئی رغبت نہیں

ملکہ نے کہا کہ تو نے میری بیٹی کی تعریف ٹھیک نہیں کی اور بادشاہ نے کہا کہ ذرا

میری ملکہ کے پاس جا کہ وہ تجھ کو بلاتی ہیں اور اس سے پہلے وہ کسی غیر مرد سے ہمکلام نہیں ہوئی ہے اور ملکہ نے شہزادے کو کہا کہ تو ایک بار قریب سے اگر میری بیٹی کو دیکھ لے تو رشک کرے گا اس لیئے میں تجھ سے یہی کہتی ہوں کہ تو میری بیٹی کے ساتھ عقد کر لے

شہزادے نے پھر ایک مثال سنائی کہ

ایک دن چوروں نے مشورہ کر کے بادشاہ کے خزانے کو نقب لگائی اور خزانے دیکھے اور ایک سونے کا مٹکا دیکھا جس پر سونے کی مہر لگی ہوئی تھی سب نے کہا کہ خزانوں میں سے قیمتی یہی ہے اور اسے اٹھا کر چلے گئے اور جنگل میں اکٹھے ہو گئے اور اسے کھولا کہ اندر میں سے سانپ نکلے اور تمام کو ڈسنے لگے اور سب کے سب مر گئے

اے ملکہ اب بتا کہ جو شخص ان نقب زنوں کا حشر دیکھتا ہو وہ بھی مٹکے میں ہاتھ ڈالے گا ملکہ نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں تو شہزادہ بولا کہ وہ میں ہوں اور عقد سے انکار کیا

اب لڑکی بولی کہ میں جو اس کے پاس باقی ہوں کہ اگر اس نے میرے حسن کو دیکھا تو بیساختہ عقد کرنے پر رضا مند ہو گا اور برداشت نہ کر سکے گا۔

چنانچہ اسے شہزادی کے پاس بھیج دیا گیا، شہزادی نے اس لڑکے کو سلام کیا اور بولی اے شہزادے بتا آج تک کوئی مجھ جیسا دیکھا ہے اور تجھے چاہیے کہ میری

خواہش پوری کر اور میرے ساتھ عقد کر لے اس کے بعد لڑکے نے شہزادی کو ایک مثال سنائی

کہ ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے اور کسی دوسرے بادشاہ نے ان میں سے ایک کو پکڑ واکر قید کر ڈالا اور ہر آنے جانے والے کو حکم دیا کہ جاتے وقت اس کو پتھر مارا کریں اور اذیت دیں اس قیدی کا جو دوسرا بھائی تھا اس نے اپنے والد کو کہا کہ میں اپنے بھائی کو قید سے رہائی دلانے جاتا ہوں باپ نے کہا کہ جتنا سامان لینا ہو لے اور جا

اس شہزادے نے اپنے ساتھ شاہی انداز میں زادِ راہ لیا اور گانے بجانے والے ہمراہ لیئے اور گانے والی عورتیں ساتھ لیں اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ چلا اور جب دوسرے بادشاہ کے شہر کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی آمد کی بادشاہ کو اطلاع دی اور اس بادشاہ کی رعایا اس کے استقبال کیلئے آئے اور وہاں کے بادشاہ نے اس کیلئے ایک مکان خالی کرایا، اور جب اس نے وہاں پر ڈیرہ لگایا تو ملازموں کو حکم دیا کہ سامان فروخت کریں اور نرخ میں رعایت کرنا اور لوگ خرید وفروخت میں مشغول ہو گئے تو یہ شہزادہ چھپ کر شہر میں آیا جہاں اس کا بھائی قید تھا اور یہ جاننے کیلئے کہ زندہ ہے یا مرگیا ہے ایک کنکری اپنے بھائی کو لگائی کہ اس کا بھائی چیخنے لگا تو پہرہ داروں نے پوچھا کہ تجھے کون سی چیز نے ایذا دی ہے حالانکہ پہلے تو اس سے زیادہ ظلم سہہ چکا ہے اور ہر آنے والا تجھے پتھر مارتا ہے

اور تو ایسے تو کبھی بھی نہیں کراہا جیسا کہ آج

قیدی شہزادے نے جواب دیا کہ لوگوں کو تو میرا علم نہیں ہے کہ یہ کون ہے مگر یہ تو جانتا ہے، اس کے بعد قیدی کا بھائی گھر واپس آ گیا اور اس ملک کے لوگوں کو کہا کہ کل وہ سامان ہوگا کہ کسی نے دیکھا نہ ہوگا اور دوسرے دن ناچ، گانے بجانے اور رنگ رلیاں شروع ہوگئیں اور لوگ اس میں مشغول ہو گئے اور پھر یہ چھپ کر اپنے بھائی کے پاس آیا اور اس کے زنجیر کاٹے اور کچھ دوا ساتھ تھا جو اس نے اپنے بھائی کے زخموں پر مرہم لگائی اور وہ چلنے کے قابل ہوگیا تو اس نے اپنے بھائی کو کہا کہ دریا کے ساحل پر ایک کشتی تیری انتظار میں ہے اور تو اس میں بیٹھ کر واپس گھر چلا جا۔

اس کا بھائی اس قید خانہ سے نجات حاصل کرتے ہی تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ساحل کی طرف جا رہا تھا کہ وہ راستے میں ایک کنویں میں گر گیا جس میں کثرت کے ساتھ سانپ تھے اور کنویں پر درخت تھا جس پر بارہ بلائیں تھیں اور نیچے بارہ تلواریں نصب تھیں کہ جو انسان گرے فوراً کاٹا جائے، اس شخص نے ایک ٹہنی کا سہارا لے کر نجات پائی اور ساحل پر آیا اور کشتی پر سوار ہو کر گھر پہنچا۔

اے شہزادی اب تو بتا کہ یہ شہزادہ بھی اس بلاؤں والے علاقے میں پھر جائے گا شہزادی نے کہا کہ یہ ہرگز وہاں نہیں جائے گا تو شہزادہ بولا کہ وہ میں ہوں

اس کے بعد اس شہزادے کا ساتھی آ گیا اور بولا کہ بادشاہ کی بیٹی سے میرا عقد

کرادے تو شہزادے نے بادشاہ کو اپنے ساتھی کا ارادہ بتایا تو بادشاہ نے انکار کر دیا اس کے بعد شہزادے نے ایک اور مثال سنائی کہ

ایک آدمی کسی قوم کے ساتھ کشتی میں سوار محو سفر تھا کہ کئی رات دن متواتر سفر کرتے رہے اور ان کی کشتی ٹوٹ گئی اور یہ جزیرے کا کنارہ تھا یہاں پر دیو اور بلائیں رہتی تھیں اور اس کے باقی ساتھی مر گئے اور وہاں ایک بلا رہتی تھی اور اس نے اس آدمی کے ساتھ نکاح کر لیا اور رات کو سوتے میں اس کو قتل کر دیا اور بلائیں آپس میں بانٹ کر اسے کھا گئیں۔

اتفاقاً ایک اور آدمی وہاں آیا جو پہلے یہاں آنے والوں کے انجام سے باخبر تھا اور جزیرے کے بادشاہ دیو کی بیٹی نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور اسے تو واقعات کا پہلے ہی سے علم تھا اسی لیئے وہ ساری رات جاگتا رہا، یہ موقعہ پا کر چوری نکل گیا اور ساحل پر پہنچ گیا اور کشتی پر سوار ہو کر گھر پہنچ گیا۔

جس بلا نے اس کے ساتھ شادی کی تھی اس کی ساتھی دوسری بلائیں اس کے پاس گئیں اور دستور کے مطابق اپنا حصہ طلب کیا تو بادشاہ دیو کی بیٹی نے کہا کہ وہ تو نکل گیا ہے تو اس کی ساتھی بولیں کہ تو جھوٹ بول رہی ہے اور اکیلی اسے کھا چکی ہے اور ہمارا حصہ بھی نہ نکالا اور اب ہم تیرے ساتھ لڑیں گی تو وہ بولی کہ میں اسے پکڑ لاؤں گی اور پھر اپنے شوہر کے گھر آئی اور بولی کہ میں تیری بیوی ہوں اور تجھے لینے آئی ہوں۔

تو وہ شخص بولا کہ خدا کیلئے میرا پیچھا چھوڑ دے اور میں تجھے اپنا عوض دیتا ہوں اور تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے سر سے ٹل جا مگر وہ نہ مانی پھر وہ شخص اسے بادشاہ کے پاس لے آیا اور بلا بولی کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں اور یہ نفرت کرتا ہے اور تو ہمارا فیصلہ کر۔

بادشاہ جو کہ حقیقت سے لاعلم تھا وہ اس دیوزادی کے ظاہری حسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا، اور اس آدمی کو اکیلے میں بلا کر کہنے لگا کہ میں اس عورت سے نکاح کرتا ہوں، اس آدمی نے رضا مندی ظاہر کی تو بادشاہ نے اس بلا سے نکاح کر لیا وہ دیوزادی پہلی رات ہی بادشاہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے جزیرے میں لے گئی اور سب نے مل کر نوش کیا

شہزادی اب تو ہی بتا کہ جس شخص نے یہ واقعات آنکھوں سے دیکھے ہوں وہ بھی اس جزیرے میں جائے گا اور اس شہزادے کے ساتھی نے جب یہ حکایت سنی تو بولا کہ اب میں آپ کے ساتھ ہوں اور دونوں اس ذات پاک کی عبادت کرتے اور سیاحت کرتے اور یہ دونوں مخلوق کیلئے موجب ہدایت بنے اور ان کی شان بلند ہوئی اور ان کا ذکر پھیل گیا اور مشہوری ہو گئی اور اس نے اپنے باپ کو یاد کیا اور کہا کہ میں اسے گمراہی سے نکالوں گا اور ایک آدمی کو بھیجا کہ تیرا بیٹا تجھے سلام کہتا ہے اور تمام اہل خانہ اس کے پاس آئے اور سب کے سب نجات پا گئے۔

www.khrooj.com

یہ بات سنانے کے بعد حکیم بلوہر نے شہزادے یوزاسف سے اجازت چاہی اور واپس اپنے وطن چلا گیا، اس کی جدائی پر یوزاسف بہت غمناک ہوا اور کئی دن تک تو نہایت افسردہ رہا مگر بعد میں جب اس نے تنہائی میں غور وفکر کیا اور اپنے محسن حکیم بلوہر کی باتیں ذہن میں دہرائیں تو اس پر ہدایت کے دروازے کھلتے چلے گئے اور آہستہ آہستہ اس نے مخلوق کو دین کی دعوت دینا شروع کر دی۔

اور ایک دن ایک فرشتہ یا ملک اس کے پاس آیا اور ظاہر ہو گیا اور یوزاسف سے بولا کہ تیرے لیئے خیر ہے کہ تو انسان ہے صالحین میں سے، کہ اس ذات پاک نے سلام فرمایا ہے کہ غفلت نہ کر، یہ ملک زائل ہونے والا ہے، تو زہد کو اختیار کر اور یہ دنیا کی شاہی فانی ہے اور اس کا انجام ندامت ہے اور تو وہ ملک حاصل کر جہاں پر زوال نہیں، وہ خوشی حاصل کر جو ہمیشہ رہنے والی ہو اور کبھی ختم نہ ہو، جہاں تغیر نہ ہو اور دل اداس نہ ہو۔

تو امام ہوگا اور تو لوگوں کو جنت کی دعوت دے، یوزاسف نے جب یہ کلام سنی تو اس ذات کریمؐ کا سجدہ کیا اور بولا کہ میں اس ذات کے فرمان کی اطاعت کرنے والا ہوں، بندگی کرنے والا ہوں اور شکر ادا کرنے والا ہوں اور اے میرے مولا آپ نے مہربانی فرمائی ہے تو ملک ظاہر ہوا

وہ فرشتہ بولا کہ میں چند دن کے بعد پھر آؤں گا تو تیار ہو جا

یوزاسف نے تیاری شروع کر دی کہ اس ملک کو چھوڑ جانا ہے اور تیار ہوتا رہا حتیٰ

کہ وہ وقت آ گیا رات کو وہ ملک آیا اور بولا اٹھ اور چل

یوزاسف چپکے سے اٹھا اور کسی کو راز نہ دیا سوائے اپنے اور وزیر کے، یہ گھوڑے پر سوار ہو ہی رہا تھا کہ وہ وزیر آ گیا اور سجدہ کیا اور بولا اے شہزادے کہاں کا ارادہ ہے، اے اصلاح کرنے والے تو کہاں جاتا ہے؟ کیا اپنے ملک کو بے وارث ہی چھوڑ دے گا

آپ کی برکت سے یعنی جب سے آپ نے تولد کیا ہے ہمارے ملک سے تو قحط چلا گیا ہے بیماریاں ختم ہو گئیں یوزاسف نے اسے دلاسہ دیا اور خاموش کر دیا اور بولا کہ تو مہربانی کے ساتھ میرے پیش آ اور میں تو مولا کے امر کی اطاعت کروں گا اور تو میرے اس کام میں میری اعانت کر اور وعدہ ہوا کہ تیرا اس کارِ خیر انجام میں حصہ ہو گیا۔

کچھ دور گیا تھا کہ یہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور پیدل چلنے لگا، اس دوران اس کا وزیر اس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ میں تیرے والدین کے پاس کون سا منہ لے جاؤں گا جانے کون سی اذیت دے کر مجھے موت کے گھاٹ اتاریں گے اور تو صعوبات سفر کو کیسے برداشت کرے گا اور تنہائی پر صبر کیسے کرے گا، اے ناز سے چلنے والے تو کیسے پیدل چلے گا۔

یوزاسف نے اسے تسلی دی، اپنا گھوڑا دیا، کمر بند دیا تو وزیر بولا کہ اے میرے سردار تو مجھے ساتھ لے چل اور یہاں پر چھوڑ کر نہ جا کہ میری جو بادشاہ کے

www.khrooj.com

نزدیک عزت تھی وہ تو تیرے سبب سے تھی اب تو میری عزت چلی جائے گی ورنہ میں صحرا میں نکل جاؤں گا تو شہزادے نے پھر تسلی دی کہ تجھے خیر ملے گی اور تجھے کوئی کچھ نہ کہے گا اور اپنا شاہی لباس اس کو پہنایا اور یاقوت دیا گھوڑا دیا کہ میرے باپ کو سلام کہنا اور درباری معززین اشراف کو سلام کہنا۔

میں تو ملک بقا کی طرف جارہا ہوں، مجھے اپنے اصل کا پتہ چل گیا ہے، مجھے دوست دشمن کا پتہ چل گیا ہے، میں اپنے اصل کی طرف جارہا ہوں۔

بادشاہ جب یہ یاقوت دیکھے گا تو تجھ پر راضی ہوگا اور میری محبت کی وجہ سے تجھے بھی کچھ نہ کہے گا اور شہزادہ پیدل جارہا تھا کہ ایک درخت عظیم دیکھا جو کہ چشمے پر تھا اور بڑا پھیلا ہوا تھا اور اس کے اوپر بے شمار پرندے تھے شہزادے نے منظر دیکھ کر تعبیر کی کہ چشمہ علم وحکمت کی مثال ہے، پرندے اہل علم ہیں جو کہ دین قبول کریں گے

اس کے بعد وہاں پر چار ملائک اترے اور اس کے ساتھ چلنے لگے اور اسے فضا میں بلند کیا اور علم وحکمت کا راز عطا کیا اور ہونے والے واقعات سے آگاہ کیا۔

ایک ملک ساتھ ہوا اور اس کے باپ کی شاہی میں گیا اور باپ کو بیٹے کا پتہ چلا تو وہ اس کے استقبال کو نکلا اور تمام اشراف رعیت کو ساتھ لایا اور تمام مؤدب ہوکر آئے اور یہ کلام علم وحکمت کرتا رہا انہوں نے بہت انس کیا۔

یوزاسف نے کہا کہ میری بات کو غور سے سنو کہ علم وحکمت نور ہے انسان کیلئے اور

تم وہ قوت حاصل کرو جو ہدایت کا سرچشمہ ہے اور اپنے عقل کو بیدار کرو، حق و باطل کو سمجھو اور دین ہی حق ہے جو انبیاء کو ملا جو صالحین کو ملا اور اس ذات پاک نے مجھے اپنی رحمت سے نوازا ہے اور جہنم سے نجات دی ہے، کوئی انسان ملکوت سما کو پا نہیں سکتا جب تک عمل خیر کرنے میں جدو جہد نہ کرے کہ جنت ملے اور زندگی جاویداں ملے

جو دین قبول کرے گا اسے چاہیے کہ طمع یا دنیا کے مال کی خاطر نہ کرے بلکہ آخرت اور نجات کیلئے اور آخرت کے آرام وراحت کیلئے۔

اس ملکِ ظاہری کو زوال ہونے والا ہے، جو بھول گیا وہ ذلیل ہوگیا، اور جس ذات پاک نے دین عطا فرمایا اب حق ہے کہ انسان اس ذات کے سامنے ذلیل ہو۔

موت تمہارا پیچھا کیئے ہوئے ہے اور جس طرح پرندہ موت وحیات پر قادر نہیں انسان بھی موت پر قادر نہیں ہے اس لیئے چاہیے کہ عمل خیر کرے۔

اے بادشاہ تو سوچ سمجھ اور عبرت کر کہ دنیا سمندر ہے اسے عبور کرو اور یہ منزل طے کرو اور یہ حق ہے کہ اس وقت کو غنیمت جانو اور خزانے اکٹھے کرو۔

عبادِ صالحین اور ناسکین کو ان خزانوں میں شریک کرو اور اس ذات پاک سے خرید وفروخت بہتر کرو، زاہدوں کے انصار بنو اور تم نور تک پہنچو اور نور کو قبول کرو

فرائض ادا کرو، دنیا کی خواہش نہ کرو، عورت کی خواہش نہ کرو، ہر برائی جو انسان کے روح کی دشمن ہے اس سے محبت نہ کرو، چغل خوری نہ کرو وغیرہ۔

جو کچھ اپنے لیئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کیلیئے بھی ناپسند کرو، دلوں کو پاک کرو، اور موت کے وقت تمہیں دین پر ہونا چاہیئے۔

بعد میں یوزاسف وہاں سے روانہ ہوا، اپنا ملک چھوڑ کر شہر بہ شہر پھرتا رہا حتیٰ کہ کشمیر میں آیا اور سیر کرتا رہا اور کچھ بنجر زمین کو آباد کیا اس کے بعد اسے موت آئی اور یہ دار فنا سے ملک بقا کی طرف روانہ ہوئے اور اس کی روح عالم نور کی طرف پرواز کر گئی۔

موت کے وقت اس نے اپنے ایک شاگرد کو بلایا جو کہ خدمتگار تھا جس کا نام یابد تھا اور اسے وصیت فرمائی کہ میں اٹھنے والا ہوں اور تم دین کی حفاظت کرنا اور حق کو کبھی نہ چھوڑنا اور یابد کو فرمایا کہ میرے لیئے ایک مکان بنوانا اور پیر پھیلا کر مغرب کی جانب سجدہ کیا اور اس کی روح عالم انوار کی طرف پرواز کر گئی۔

نوٹ ...... محترم قارئین! حکیم بلوہر کی حکایات آقائی وسیدی مرشدی دامہ ظلہ تعالیٰ اپنے عقیدت مندوں کو کتاب سے پڑھ کر کافی دن سناتے رہے تھے وہاں سے سن کر لکھی گئی جو آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

www.khrooj.com

یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بی بی آس مرادؑ

تاریخ کے پوشیدہ اوراق

قارئین کرام!...... سادات کی تاریخ کے بہت سے ایسے اوراق ہیں جو عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اور صاحبانِ مطالعہ نے بھی ان سے صرف نظر کیا ہے اور اس کے عواقب پھر ایک نئے ظلم کی صورت میں سامنے آئے۔

آج ہم بھی ایک ایسے واقعہ کے بارے میں آپ کو معلومات دینے کی کوشش کر رہے ہیں جو تاریخ اسلام و تاریخ سادات کا دردناک سانحہ ہے اور دکھ کی بات یہ ہے کہ ہم اس واقعہ سے لاعلم بھی ہیں اور شاید کچھ لوگوں نے ہمیں عمداً لاعلم رکھا ہوا بھی ہے

14 ربیع الاول 66 ہجری بمطابق 19 اکتوبر 685 عیسوی بروز جمعرات کوفہ کے تخت پر جناب مختار ثقفی رحمۃ اللہ علیہ متمکن ہوئے پورے آٹھ مہینے انہوں نے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے میں صرف کئے اور ذوالحجہ کے مہینہ سے انہوں نے آل رسول علیہم الصلواۃ والسلام کے دشمنوں سے انتقام لینا شروع کیا

جناب مختار ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت کا کل عرصہ 18 ماہ یعنی ڈیڑھ سال کا ہے اور یہ 14 رمضان 67 ہجری بمطابق 3 اپریل 687 عیسوی بروز بدھ مصعب بن زبیر کے دور میں عبداللہ بن دجاجہ ملعون کے ہاتھوں بازار کوفہ میں شہید کردیئے گئے تھے

قارئین کرام! جب قافلہءِ تسلیم و رضا کو شام لے جایا گیا تھا تو وہاں سیدہ طاہرہ شریکۃ الحسین صلواۃ اللہ علیہا کے خطبات نے بنی امیہ کی حکومت کے خلاف ایک شدید نفرت پیدا کردی تھی، پورے عرب میں عمومی طور پر اور عراق میں خصوصی طور یہ لہر اٹھی تھی اور اس کی شدت عراق میں زیادہ تھی کیونکہ واقعہ کربلا عراق ہی کی سرزمین پر واقع ہوا تھا، اس لئے لشکر توابین کے نام سے کئی تحریکیں عراق سے اٹھی تھیں اور خاندان پاک علیہم الصلواۃ والسلام کے انتقام کیلئے انہوں نے خروج بھی کیئے، کئی دشمن واصل جہنم بھی کیئے اور خود بھی شہید ہوئے

ان میں سے جناب سعید بن عبداللہ قعقاع خزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کا خروج تھا، اسی طرح جناب سلیمان صرد خزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا خروج تھا، اسی طرح لشکر توابین کے نام سے اٹھنے والی تحریکوں میں سے ایک تحریک جناب مختار بن ابوعبیدہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی یہ ساری تحریکیں دراصل بنی امیہ کے کالے کرتوتوں کے ردعمل میں اٹھی تھیں اور بعد میں بھی اٹھتی رہیں، ان ساری تحریکوں میں ایک قدر مشترک تھی اور وہ تھی آل رسول علیہم الصلواۃ والسلام کی

www.khrooj.com

ہمدردی اوران کا انتقام۔

آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام پر ہونے والے مظالم اور بنی امیہ کے ظالم حکام کی بدکرداریوں کی جیسے جیسے تشہیر ہوتی چلی گئی ان کے خلاف نفرت بڑھتی گئی اوراس کے ساتھ ساتھ ان کے نظریات جو اسلام کے بنیادی نظریات سے میل نہیں کھاتے تھے ان کے خلاف بھی معتزلہ کی فکری تحریک پیدا ہوئی۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان کے خلاف نفرت بڑھتی گئی اور وہ بزور شمشیر ہر تحریک کو کچلتے چلے گئے مگر عوامی دلوں میں لاوا پکتا رہا جس کو روکنا اُن کیلئے ممکن نہیں تھا سلیمان بن عبدالملک کا دور جو 96 ہجری تا 99 ہجری کا ہے اس دور تک یہ نفرت اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی اور آل رسول علیہم الصلواۃ والسلام کی مظلومیت کا ذکر عام ہو چکا تھا، اور اس کے ساتھ ساتھ کئی اور اِشو بھی شامل ہو چکے تھے مثلاً غصب فدک ، احراقِ بابِ سیدہ کونین صلواۃ اللہ علیہا، دوسری طرف دشمنانِ اہل البیت کی طرف سے احادیث سازی (جو احادیث پیسے دے کر بنوائی گئی تھیں) بھی عروج پر تھی

مگر حقیقی اور بنیادی وجہ خاندانِ رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کی مظلومیت تھی جس کیلئے آئے دن مختلف علاقوں سے بنی اُمیہ کے خلاف تحریکیں جنم لے رہی تھیں۔

جب 99 ہجری میں عمر بن عبدالعزیز حاکم ہوا تو اس نے اس ساری سچویشن کو

www.khrooj.com

اچھی طرح سمجھا اور سابقہ حکمرانوں کی جہالت اور غفلت کو دیکھا اور عوامی دلوں میں موجود نفرت کی سٹیم (Steam) کو دیکھا تو وہ آنے والے خطرے کو بھانپ گیا اور اس نے برسر اقتدار آتے ہی فوراً یہ سٹیم(Steam) آف کرنے کا پروگرام بنایا

اِس دور میں سیدی امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کی اولاد کی طرف سے بنی امیہ کے خلاف تحریک چلانے کا پروگرام بن رہا تھا اور اس کی قیادت جناب حسن بن زید بن سیدی امام حسن مجتبیٰ علیہم الصلواۃ والسلام فرما رہے تھے، اس لئے عمر بن عبد العزیز اموی نے انہیں اپنے دربار میں بلایا اور جاگیر فدک انہیں واپس کردی

اِسی طرح بہت سی احادیث کے رواۃ کو پکڑ کران سے احادیث سازی کا اقرار کروایا اور لاتعداد احادیث کوتلف کیا گیا لیکن اس کی حکومت 101 ہجری تک یعنی صرف دوسال چل سکی ،اس کے بعد اس کے خاندان نے ہوس اقتدار میں آکر اس کی چھٹی کروادی اور تقریباً دوسال حکومت کرنے کے بعد وہ چلا گیا، اس کے بعد یزید بن عبد الملک بن مروان حاکم ہوا، اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے ہشام بن عبد الملک بن مروان ، پھر یزید بن ولید بن عبد الملک بن مروان اور پھر 127 ہجری میں مروان بن محمد بن مروان بن حکم حاکم ہوا اور وہ 28 ذوالحجہ 133 ہجری میں قتل کردیا گیا۔

اسی مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے دورِحکومت میں مدینہ طیبہ میں خاندان بنی ہاشم علیہم الصلواۃ والسلام کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں بنی عباس کی حکومت کا بانی ابوالعباس سفاح اور ابوجعفر منصور دوانقی عباسی بھی شامل تھے۔

یہ وہ دور تھا جب بنی امیہ کی حکومت اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی، اس وقت محلّہ بنی ہاشم مدینہ منورہ میں اولادِ جناب عبدالمطلب علیہم الصلواۃ والسلام کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں اولاد امام حسن علیہم الصلواۃ والسلام بھی شریک تھی، اور بنی عباس کے مقتدر افراد بھی شامل تھے، اسی میٹنگ میں متفقہ طور پر بنی ہاشم کی حکومت کے قیام کا پروگرام طے ہوا...... اس وقت سبھی حضرات نے جناب عبداللہ المحض بن جناب حسن مثنیٰ علیہما الصلواۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور فیصلہ یہ ہوا کہ بنی امیہ کی حکومت کے خاتمہ پر تخت حکومت ان کے سپرد کیا جائے گا لیکن جس وقت یہ تحریک کامیاب ہوئی اور تخت حکومت اور اقتدار پر قبضہ کرلیا گیا تو اس وقت منصور دوانقی عباسی اور سفاح نے ابومسلم خراسانی کے ساتھ مل کر غداری کی اور سفاح عباسی کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔

1 ...... آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی حکومت کی تحریک جب یا لثارت الحسین علیہ الصلواۃ والسلام کے نعروں سے کامیاب ہوگئی تو ابوالعباس سفاح عباسی نے عہد شکنی کی اور تاج حکومت اپنے سر پہ رکھ لیا۔

قارئین کرام! یہ ایک فطری امر ہے کہ غدار کو اپنی غداری ہمیشہ ڈراتی رہتی ہے

اسی طرح ابوالعباس سفاح عباسی کو بھی اپنی غداری ڈرا رہی تھی کیونکہ وہ اولاد امام حسن علیہم الصلواۃ والسلام سے عہد شکنی کر چکا تھا اس لیئے اسے ان سے بغاوت کا خطرہ بھی تھا اور یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ جس بنیاد پر اس نے حکومت حاصل کی تھی وہ تھی آل رسول علیہم الصلواۃ والسلام کی ہمدردی......سو وہ ابھی باقی تھی، اس لئے امکان یہ بھی تھا کہ اسی طرح کی کوئی دوسری تحریک بنی امیہ کی طرح بنی عباس کی حکومت کا بھی خاتمہ کر سکتی تھی۔

(1)

تفصیل کیلیئے ان کتب کی طرف رجوع کریں

کتاب تاریخ اسلام از جناب بشیر احمد تمنا صاحب ایم ایم......ص 328 تا 339

کتاب ابوجعفر منصور از ابوالقاسم زین دلاوری......ص 9 تا ص 15

کتاب تاریخ سندھ از اعجاز الحق صاحب قدوسی......ص 250 تا ص 270

کتاب تاریخ ابن خلدون جلد نمبر 3......ص 180 تا 196

ابوالعباس سفاح عباسی نے قیام حکومت کے ابتدائی کام مکمل کرنے کے بعد محلّہ سادات حسنی پر مدینہ میں لشکر کشی کا پروگرام بنایا کیونکہ حسنی سادات اس کی غداری اور عہد شکنی کی وجہ سے بہت غصے میں تھے اور وہ دوسری تحریک کی بنیاد رکھنے میں مصروف تھے۔

یہاں یہ عرض کر دوں کہ عبدالملک بن مروان کے دور میں مسجد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریب خاندان پاک علیہم الصلوات والسلام کے جو گھر تھے انہیں

توسیع مسجد کے نام پر منہدم کروا دیا گیا تھا اور ان مکانات کے متبادل مدینہ کے باہر والی طرف ساداتِ حسنی اور ساداتِ حسینی علیہم الصلواۃ والسلام کو علیحدہ علیحدہ پلاٹ دیئے گئے تھے جن پر ان دونوں کے مکانات تعمیر ہوئے جو ان کے اپنے اپنے ناموں سے موسوم محلے تصور کئے جاتے تھے جب ابوالعباس سفاح عباسی کو یہ معلوم ہوا کہ حسنی سادات اس کے خلاف تحریک چلانے کی تیاری کر رہے ہیں تو اس نے مدینہ پر لشکرکشی کی اور مدینہ میں شام غریباں کی طرح کی غارت گری کی گئی، بہت سے جوان شہید ہوئے اور اس میں کئی سو افراد گرفتار بھی ہوئے، مستورات اور بچوں کو اسیر بنا کر بغداد لے جایا گیا...... (جملہ کتب تاریخ نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے)

اس حملے میں جناب حسن بن زید بن حسن علیہم الصلواۃ والسلام نے مستورات اطہار صلواۃ اللہ علیہن کے پردے کے تحفظ کیلئے بنی عباس کے لشکر کی مخالفت نہیں کی گویا ایک طرح سے بنی عباس کا ساتھ دیا جس کی جزا میں انہیں مدینہ کی حکومت دے دی گئی تھی اور کئی قطعات و جاگیریں انہیں دی گئی تھیں اور یہ جاگیریں ہارون رشید عباسی کے دور تک ان کی ملکیت میں رہیں مگر حکومت مدینہ صرف پانچ سال ان کے پاس رہی۔

بعض مؤرخین نے اس بات کو اپنے خاندان سے ان کی غداری قرار دیا جبکہ ایسا نہیں تھا بلکہ مستورات کے پردے کے تحفظ کیلئے یہ سب کچھ کیا گیا تھا جس میں وہ

www.khrooj.com

بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے (منتہی الآمال علامہ شیخ عباس قمی ترجمہ علامہ صفدر حسین نجفی حصہ سوم)

قارئین کرام !...... جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کے ایک فرزند عبداللہ علیہ الصلواۃ والسلام کربلا میں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام پر ان کے آخری لمحات میں شہید ہوئے تھے، انہیں عبداللہ الاکبر الشہید علیہ الصلواۃ والسلام کہا جاتا ہے اور مدینہ میں واپسی کے بعد جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کے جو فرزند پیدا ہوئے ان کا نام اس شہید شہزادے کے نام پر رکھا گیا اور انہیں جناب عبداللہ اصغر المحض علیہ الصلواۃ والسلام کہا جاتا تھا جب قیامِ حکومت آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام کے سلسلہ میں میٹنگ ہوئی تھی تو سارے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کیونکہ یہ اس دور میں خاندان پاک علیہم الصلواۃ والسلام کے سارے موجودگان میں سے بزرگ ترین اور ضعیف العمر شخصیت یہی تھے۔

کیونکہ سارے بنی ہاشم علیہم الصلواۃ والسلام اور اولا دعبدالمطلب علیہم الصلواۃ والسلام و بنی عباس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہی کے ساتھ غداری اور بیعت شکنی بھی ہوئی تھی اس لئے اس کا دکھ سب سے زیادہ ان کے فرزند اکبر جناب محمدؐ ابن عبداللہ ذی النفس الذکیہ علیہما الصلواۃ والسلام کو ہونا لازمی تھا کیونکہ یہ ایک طرح سے ان کے ضعیف والد کی توہین تھی، اور ان کے ساتھ دھوکہ تھا، اس لئے بنی عباس کے خلاف تحریک کی بنیاد انہوں نے رکھی اور اسی بات کا بنی عباس کو ڈر بھی تھا اور انہوں نے خفیہ طور پر ان ریاستوں میں اپنے

www.khrooj.com

فرستادے بھیجے کہ جہاں جہاں بنی عباس کی حکومت تھی ......(نقش ملتان عتیق فکری......
ص303)

اسی تحریک کی حمایت حاصل کرنے کیلئے جناب محمدؑ ابن عبداللہ ذی النفس الذکیہ علیہما الصلواۃ والسلام نے اپنے چھوٹے بھائی جناب ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ علیہم الصلواۃ والسلام کو افریقہ کی طرف روانہ فرمایا اور اسی طرح اپنی حمایت کیلئے اس دور کے معروف آئمہ امت سے فتاویٰ لینے کیلئے ان کے پاس اپنے نمائندے بھیجے اور انہیں اس معاملے میں خاطر خواہ نتائج بھی ملے۔

جیسا کہ ان کی حمایت کا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی فتویٰ دیا اور ساتھ ہی اس تحریک کی مدد کیلئے چار ہزار درہم بھی پیش کئے ......(رحمتہ اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص136)

اسی طرح جب جناب محمدؑ ابن عبداللہ ذی النفس الذکیہ علیہما الصلواۃ والسلام نے اعلانِ خلافت کیا تو امام مالک بن انس جو مالکی مکتبہ فکر کے امام ہیں انہوں نے بھی ان کی رفاقت وحمایت کا فتویٰ دیا تھا......(رحمتہ اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری ص 136)

جناب محمدؑ ابن عبداللہ ذی النفس الذکیہ علیہما الصلواۃ والسلام نے اپنی تحریک خلافت کا کام بڑے رازدارانہ انداز میں جاری رکھا اور اس کی راہ ہموار کرنے کیلئے انہوں نے اپنے فرزند عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کو گھوڑوں کے تاجر

کے روپ میں ملتان کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ بلادِ اسلامیہ میں ان کی تحریک اور حصول اقتدار وحکومت میں ان کی حمایت حاصل کرسکیں۔

تاریخ ملتان ص 92 از مولانا نور احمد خان فریدی......الانساب معروف بہ بحر الانساب آ قای علامہ مرتضٰی علم الہدیٰ ص 18

قارئین کرام !......جس دور میں جناب محمدؑ ابن عبداللہ ذی النفس الذکیہ علیہا الصلواۃ والسلام نے اپنے فرزند ارجمند جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کو ملتان بھیجا تھا اس دور میں عباسی حکومت کی طرف سے عمر ابن حفص بن ابی صفرۃ الاعتکی حاکم ملتان تھا، یہ درپردہ شیعہ تھا اور سادات نواز تھا......(نقش ملتان اور تاریخ ملتان ص 92/91)

جس وقت جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کو ملتان میں وادر ہونا تھا اس کے بارے میں عمر بن حفص کو اطلاع دی گئی کہ تو اس نے رؤسائے شہر کو جمع کیا اور اس نے سادات کے قافلے کا شایانِ شان طریقے سے استقبال کیا، یہاں اس نے انہیں بڑی عزت دی اور ان کی خفیہ حمایت کا وعدہ بھی کیا اور روساء سے ان کی خفیہ بیعت بھی لی۔

اس دور میں سندھ میں ایک بغاوت ہوئی جو عینیہ بن موسیٰ بن کعب نے کی تھی کیونکہ اس دور میں سندھ کا دارالحکومت ملتان تھا......اس بغاوت کی اطلاع کے بعد بنی عباس کی حکومت کی طرف سے اس بغاوت کو کچلنے کیلئے ایک لشکر عرب سے

ہندوستان بھیجا گیا اور اسی دوران یہ اطلاع بھی پہنچ گئی کہ جناب محمدؑ ابن عبداللہ ذی النفس الذکیہ علیہما الصلواۃ والسلام کو بنی عباس نے شہید کروادیا ہے، جس کے بعد عمر ابن حفص بن ابی صفرۃ الاعتکی بہت پریشان ہوا۔

جس وقت عباسی حکومت کا لشکر ہندوستان کی طرف روانہ کیا گیا تھا اس دور میں ان تک یہ اطلاع بھی پہنچ چکی تھی کہ وہاں جناب عبداللہ الاشتر علیہ الصلواۃ والسلام کئی سو افراد کے ساتھ بیعت لینے میں مصروف ہیں، اس لئے وہاں سے آنے والے لشکر کو یہ تاکید بھی تھی کہ ان سادات کو گرفتار کر کے فوراً روانہ کیا جائے۔

عمر ابن حفص بن ابی صفرۃ الاعتکی ایک سمجھدار انسان تھا اور کاٹھیاواڑ [گجرات] کے ہندو راجہ کے ساتھ اس کے بہت ہی دوستانہ مراسم تھے جب اسے دشمن کے عزائم کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے جناب عبداللہ الاشتر علیہ الصلواۃ والسلام اور ان کے ساتھ آئی ہوئی مستوراتِ سادات صلواۃ اللہ علیہن اور ان کے کئی سو ساتھیوں کو اپنے اس دوست (جو ہندو راجہ تھا) کے پاس بھجوادیا اور وہاں انہوں نے اس کی پناہ میں پورے دس سال تک رہائش رکھی۔

کتاب تاریخ طبری ص 137 تا 330

کتاب نقش ملتان از جناب عتیق فکری صاحب......ص 305 تا ص 330

کتاب تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی ص 88 تا ص 95

www.khrooj.com

کتاب ابوجعفر منصور ص 11 تا ص 50

قارئین کرام !...... جناب عبداللہ الاشتر علیہ الصلواۃ والسلام کے قافلہ میں کئی سو افرادشامل تھے، ان کے قافلہ میں بہت سے افرادِ بنی ہاشم ومستوراتِ بنی ہاشم علیہم الصلواۃ والسلام بھی تھے، ان میں سیدی امام محمد باؑقر علیہ الصلواۃ والسلام کی ایک دختر شہزادی ''**اُم سلمہ**'' صلواۃ اللہ علیہا بھی شامل تھیں جو محمد الارقط بن عبداللہ الباہر بن امام علی زین العابدین علیہم الصلواۃ والسلام کے عقد میں تھیں۔

(منتہی الآمال از شیخ عباس قمی)

جناب محمد الارقط علیہ الصلواۃ والسلام کے عقد میں دو مستوریں تھیں، ان میں سے ایک مستوراُم الولد تھیں جن سے صرف جناب اسماعیل علیہ الصلواۃ والسلام پیدا ہوئے، پھر ان کے دو فرزند ہوئے یعنی جناب محمدؐ علیہ الصلواۃ والسلام وجناب حسینؐ علیہ الصلواۃ والسلام ......(رحمتہ اللعالمین ص 141)

اس مقدس شہزادی اُم سلمہ صلواۃ اللہ علیہا سے دوشہزادیاں اور ایک شہزادہ علی بن محمد الارقط علیہما السلام پیدا ہوئے اور جناب عبداللہ الباہر علیہ الصلواۃ والسلام کی اولاد جناب محمد علیہ الصلواۃ والسلام اور جناب حسین علیہ الصلواۃ والسلام ابنائے جناب اسماعیل علیہ الصلواۃ والسلام سے چلی جو جرجان قم رائے (طہران) میں موجود ہے......(رحمتہ اللعالمین ص 142)

اسی طرح ان کے ساتھ کئی اور مستورات بنی ہاشم صلواۃ اللہ علیہن بھی تھیں

www.khrooj.com

قارئین کرام! میں عرض کررہا تھا کہ عمر ابن حفص کو جب یہ اطلاع پہنچی کہ جناب محمد ابن عبداللہ نفس ذکیہ علیہ الصلواۃ والسلام شہید ہو چکے ہیں تو اس نے بنی عباس کے اگلے قدم کو فوراً بھانپ لیا اور جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام سے گزارش کی کہ آپ کا یہاں رہنا مصلحت وقت کے خلاف ہے آپ قریبی ہندو ریاست میں تشریف لے جائیں وہاں کا ہندو راجہ میرا دوست ہے، جو آپ کے قیام اور حفاظت کی ذمہ داری مجھ سے زیادہ بہتر طور پر انجام دے گا، اور واقعی اُس نے جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کے قافلے کا شایان شان استقبال کیا اور پناہ دی اور جناب عبداللہ اشتر علیہم الصلواۃ والسلام کے عقد میں اپنی بیٹی بھی دی...... (کتاب نقش ملتان)

یہاں اس قافلے کے تقریباً دس سال سکون سے گزرے کیونکہ منصور دوانقی عرب میں سے سادات حسنی وحسینی کو ختم کرنے میں مصروف تھا تاکہ باہر کی بجائے پہلے اندرون ملک کے حالات درست کرنے کو ترجیح دی جائے

148 ہجری بمطابق 765 عیسوی میں جب منصور دوانقی نے سیدی امام جعفر صادق علیہ الصلواۃ والسلام کو زہر دے کر شہید کر دیا تو باہر کے حالات کی طرف متوجہ ہوا

(منتہی الآمال مترجم علامہ صفدر حسین نجفی ص 261 حصہ سوم)

151 ہجری میں منصور دوانقی نے عمر ابن حفص کو ملتان سے افریقہ منتقل ہونے کا

حکم دیا اور ملتان کا حاکم ہشام بن عمر تغلبی کو بنا دیا گیا......(3-تاریخ ملتان ص93)

جب ہشام بن عمر تغلبی ملتان کا حاکم بن کر یہاں پہنچا تو عمر ابن حفص افریقہ کو روانہ ہو چکا تھا اور اس وقت ملتان خالی تھا، جس وقت ہشام بن عمر تغلبی پہنچا تو اہالیان ملتان نے بنی عباس کے خلاف بغاوت کر دی اس پر ہشام کو ملتان دوبارہ فتح کرنا پڑا

(تاریخ ملتان ص93......یعقوبی جلد2 ص494)

جب ہشام بن عمر تغلبی کا ملتان پر مکمل قبضہ ہو گیا تو منصور دوانقی عباسی نے اس کی طرف جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کی گرفتاری کا حکم بھیجا اور لکھا کہ اگر وہ گرفتار نہ ہو سکیں تو انہیں کسی نہ کسی طرح شہید کر دینا چاہیے لیکن ہشام بن عمر تغلبی بھی باطنی طور پر سادات نواز تھا......(نقش ملتان ص302)

جب اس کے پاس جناب عبداللہ الاشتر علیہ الصلواۃ والسلام کے بارے میں یہ حکم نامہ پہنچا تو اس نے اس کی پرواہ نہ کی اور عمداً صرف نظر کرتا رہا ہشام بن عمر تغلبی کا ایک بھائی سفیح بن عمر تھا جو سادات کا دشمن و مخالف تھا وہ اس کوشش میں مصروف رہا کہ کسی نہ کسی طرح جناب عبداللہ الاشتر علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کیا جائے

ایک دن وہ سرحد کے قریب چکر لگا رہا تھا تو سامنے اسے گردِ سفر نظر آئی اس نے سمجھا کہ شاید کوئی حملہ کرنا چاہتا ہے اس نے خطرے کے پیش نظر فوج کو تیار کیا،

جب وہ قافلہ سامنے آیا تو پتہ چلا کہ وہ جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو شکار کیلئے نکلے ہوئے ہیں، سفیح بن عمر تغلبی نے فوج کو ان کی گرفتاری کا حکم دیا جواباً جنگ شروع ہوگئی، اس جنگ میں کافی افراد گرفتار ہوئے اور بہت سے مارے گئے جن میں جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شامل تھے آپ کے حامیوں نے ان کی لاش کو دریائے چناب کے سپرد کر دیا تاکہ لاش بے حرمتی سے بچ جائے۔

(عتیق فکر صاحب نے دریائے سندھ لکھا ہے جو روایت کے خلاف ہے، وہ دریائے چناب تھا)

بقول علامہ طیفوری اور شیخ عباس قمی ان کی لاش کو سفیح کے ساتھیوں نے تلاش کر لیا تھا اور ان کا سر جدا کر کے منصور کی طرف روانہ کیا اور لاش کو دوبارہ دریا میں ڈال دیا

(منتہی الامال جلد 3 ص 444 ونقش ملتان)

جب منصور دوانقی عباسی کو جناب عبداللہ الاشتر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ ملعون بہت خوش ہوا، اُس نے ان کے باقی قافلے کا پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ ہندو راجہ کی پناہ میں ہے، اس پر اس نے حکم دیا کہ ہندو راجہ سے اس قافلے کی واپسی کا مطالبہ کرو اگر تسلیم نہ کرے تو حملہ کر دو آخر کار حملہ ہوا ہندو راجہ شکست کھا گیا

www.khrooj.com

بہت سے لوگ مارے گئے، جو افراد بچ گئے ان میں سے مردوں کو شہید کر دیا گیا اور مستورات کو اسیر بنا کر ملتان لایا گیا...... (نقش ملتان ص 305)

جو مستوراتِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن اسیر ہوئی تھیں ان میں شہزادی اُم سلمہ صلواۃ اللہ علیہا اور آپ کے ایک فرزند اور دو شہزادیاں بھی اسیر ہو کر ملتان آئیں

(مجمع الانساب علامہ محمد بن نقی طیفوری ص 381)

جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کی وہ زوجہ جو بادشاہ ہند کی دختر تھیں وہ بھی اسیر ہو کر دربارِ ملتان میں پیش کی گئیں اور اُس وقت اُن کا ایک شیر خوار بچہ بھی ساتھ تھا...... (نقش ملتان ص 305)

جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش کے بارے میں روایت ہے کہ وہ دریا میں تیرتی رہی تا اینکہ مقام سہوان [سندھ] پر پہنچی، وہاں کے لوگوں کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تدفین کا حکم فرمایا، وہاں کے لوگوں نے لاش کو دریا میں تیرتے دیکھا جو مسلسل قبلہ رو تیر رہی تھی، ان لوگوں نے لاش کو باہر نکال کر عزت واحترام کے ساتھ کو دفن کر دیا، ان کا مزار آج بھی سہوان میں ہے اور مرجع خلائق ہے...... (مجمع الانساب ص 372)...... (تاریخ ملتان از مولانا احمد خان فریدی ص 93)

جب شہزادی اُم سلمہ صلواۃ اللہ علیہا بحالت اسیری ملتان پہنچیں تو ان کے

www.khrooj.com

شہزادے علیؑ بن محمدؑ الارقط علیہما الصلواۃ والسلام کو شہر سے باہر ہی شہید کر دیا گیا

(مجمع الانساب علامہ طیفوری ص 379)

اُس شہزادے کی والدہ گرامی جناب اُم سلمہ اور ہمشیرگان صلواۃ اللہ علیہن نے التجا کی کہ ہمیں علیؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش تک جانے کی اجازت دی جائے، اجازت ملنے پر جس وقت یہ پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن شہزادہ علیؑ بن محمدؑ علیہما السلام کی لاش پر پہنچیں تو دعا کی جس سے قبر شگافتہ ہوئی اور آپ اندر داخل ہوگئیں...... (مجمع الانساب علامہ طیفوری ص 380)

مشہور عام ہے کہ جب یہ شہزادیاں زمین میں داخل ہوئیں تو زمین پھر ہموار ہوگئی مگران کی رِدا کا ایک پلو باہر رہ گیا تھا، جو کافی عرصہ تک عام لوگوں کو نظر آتا رہا۔

یہ مقام اس شارع کے قریب ہے کہ جسے بعد میں ''شارعِ تغلق'' کا نام دیا گیا اور بعد میں اس کے قریب ملتان کی بڑی عیدگاہ تیار ہوئی اب وہ مزارات احاطہ عیدگاہ میں مرجع مستوراتِ ملتان ہے اور بی بی آس مراد صلواۃ اللہ علیہا کے نام سے مشہور ہیں، ملتان کے لوگ وہاں منتیں مانتے ہیں اور مرادیں بھی پاتے رہتے ہیں۔

باقی جو قافلہ رہ گیا تھا ان کے بعض افراد کو شہید کر دیا گیا جن کے مزارات ملتان کے مختلف مقامات پر ہیں مثلاً کوٹلہ تولے خان وحسین آگاہی وغیرہ میں، لیکن

www.khrooj.com

جناب عبداللہ اشتر علیہ الصلواۃ والسلام کی دوسری زوجہ کو اُن کے شیر خوار بچے سمیت اسیر بنا کر بغداد بھیجا گیا......(نقش ملتان ص 307)

جب یہ ساری اسیر مستورات صلواۃ اللہ علیہن بغداد میں پہنچیں تو منصور کے دربار میں موجود حسن بن یزید نے ان کی رہائی کی سفارش کی جو مان لی گئی اور ان مستورات کو مدینے پہنچا دیا گیا......(جمع الانساب ص 381)

یہ واقعہ 151 ہجری کا ہے، ادھر جب یہ اطلاع طبرستان میں پہنچی اور بنی ہاشم کے قتل عام کی خبر مشہور ہوئی تو طبرستان میں اولاد علی علیہم الصلواۃ والسلام اپنی حکومت کے قیام میں مصروف تھی، وہاں پر جناب محمد بن عبداللہ طبرستان میں رہ گئے اور طبرستان کی سلطنت قائم کی، اور جناب جعفر بن محمد بن عبداللہ بن عمرو الاطراف بن علی علیہم الصلواۃ والسلام نے ملتان کا رخ کیا اور یہاں زبردست جنگ کی۔

152 ہجری میں آخر کار انہوں نے ہشام بن عمرو تغلبی کو نکال باہر کیا اور ملتان کی حکومت خود سنبھال لی۔

بحوالہ تاریخ طبری ص 380 تا ص 390......نقش ملتان ص 300 تا ص 307......مجمع الانساب ص 370 تا ص 380......نزہتہ الخواطر از علامہ سید عبدالحی حسنی اردو ص 108 تا ص 121 حصہ اول، طبقہ ثالثہ......منتہی الامال علامہ شیخ عباس قمی ص 342 تا ص 350 حصہ اول......تاریخ ملتان مولانا نور احمد خان فریدی ص 90 تا ص 95......تاریخ یعقوبی جلد 2 ص 493 تا ص 495......(یہ آخری حوالہ کتاب دیگر میں تھا)

www.khrooj.com

قارئین کرام !...... جب ہارون الرشید عباسی نے بغداد میں عنان حکومت سنبھالی تو محمد بن عدی کو جناب جعفر ابن محمدؑ علیہ الصلواۃ والسلام پر حملہ کا حکم دیا اس نے آ کر ملتان پر حملہ کیا اور اس کے مقابلے میں اہالیان ملتان نے خوب جنگ کی اور وہ بری طرح شکست کھا کر فرار ہوگیا

(تاریخ ملتان ص 93...... یعقوبی جلد 2 ص 494)

152 ہجری کے اواخر میں یہ واقعہ پیش آیا اور بقول صاحب تاریخ ملتان جناب جعفر ابن محمد علیہ الصلواۃ والسلام کی اولاد اور ان کے خاندان کی ملتان پر 373 ہجری تک حکومت قائم رہی اور بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ صرف 80 سال تک ان کی حکومت ملتان میں قائم رہی ...... (تاریخ ملتان ص 103)

بی بی آس مراد یعنی شہزادی اُم سلمہ صلواۃ اللہ علیہا کے حالات کا یہ مختصر سا جائزہ ہے

یہ پاک بی بی سیدی امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام کی پوتی ہیں، سیدی امام محمدؑ باؑقر علیہ الصلواۃ والسلام کی بیٹی ہیں، اور سیدی امام جعفر صادق علیہ الصلواۃ والسلام کی ہمشیرہ ہیں، اور سیدی امام موسیٰ کاظم علیہ الصلواۃ والسلام کی پھوپھی ہیں اور جناب محمد الارقط بن عبداللہ الباہر بن امام علی زین العابدین علیہم الصلواۃ والسلام کا پاک حرم ہیں، جو اس مقام پر زندہ غائب ہیں۔

www.khrooj.com

یہ تحقیقی مقالہ لکھنے کے محرکات

قارئین کرام !......اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے یہ مقالہ کب اور کیوں لکھا؟

یہ 1985 کی بات ہے کہ ملتان کے مخدوم خاندان گردیزی کے ایک فرد برادرم سید اقبال حسینؒ المعروف اچھو سائیں گردیزی کے اہل خانہ کو عالم رؤیا میں کسی مخدرہ عصمت مستور صلواۃ اللہ علیہا نے آگاہ فرمایا کہ ملتان عیدگاہ کے پیچھے ہماری مزارات ہیں جو انتہائی کسمپری کے عالم میں ہیں ان کی خبری گیری کریں، انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں آگاہ فرمائیں کہ آپ کون جناب ہیں؟

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم تمہارے پانچویں امام محمد الباقر علیہ الصلواۃ والسلام کی دختر ہیں اور یہ ساتھ میں ہماری شہزادیاں ہیں۔

اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی، وہ حیران تھیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کی مزارات یہاں ہوں؟ لیکن انہوں نے کسی عورت کو روانہ کیا کہ وہاں جا کر معلوم کرو کہ کیا واقعی وہاں مزارات موجود بھی ہیں یا نہیں ہیں

اس عورت نے وہاں جا کر دیکھا تو وہاں ایک پیلو [جال] کا درخت تھا اور اس کے نیچے کچھ کچی مزاریں تھیں اور وہاں ایک بوڑھی عورت موجود تھی جو وہاں جھاڑو وغیرہ دیا کرتی تھی۔

اس بوڑھی عورت سے جب ان مزار ہائے اقدس کے بارے میں پوچھا گیا تو

اُس نے بتایا کہ ہمیں ان کا نام تو معلوم نہیں ہے، ہاں اپنے بزرگوں سے یہی سنتے آئے ہیں کہ یہاں ایک امام زادی زندہ غائب ہیں جن کا نام ''بی بی آس مراد'' صلواۃ اللہ علیہا ہے اور یہ نام اس وجہ سے مشہور ہے کہ یہاں جو انسان کوئی آس یا مراد لے کر آتا ہے تو اُس کی مراد ضرور پوری ہو جاتی ہے۔

اب ہر شب جمعہ یہاں سینکڑوں کی تعداد میں عورتیں آتی ہیں اور منتیں مانتی ہیں جو پوری ہو رہی ہیں۔

اسی دوران پیر محل کے رہنے والے مخادیم کو عالم خواب میں یہی فرمایا گیا کہ آپ ہماری مزاروں کی خبرگیری کریں جو ملتان عید گاہ کے جنوب مغربی کونے کی طرف مغرب میں ہیں۔

اسی دوران ملتان کے بہت سے معززین کے گھروں میں یہی مکاشفہ ہوا اور یہی فرمان ہوا لیکن ان میں کسی کو بھی یہ نہیں معلوم تھا کسی اور سے بھی یہ فرمایا گیا ہے اس لئے ان گھروں کی مستورات نے وہاں جا کر حاضری دی اور اپنے اپنے مردوں سے بات کی اس طرح یہ بات مردوں تک پہنچی تو وہاں سے پتہ چلا کہ یہ فرمان تو ان کی مستورات کو بھی ہو چکا ہے۔

اسی دوران ہمارے گھر کی مستورات کو بھی متعدد مرتبہ یہ فرمان ہوا جس کے بعد سب لوگوں نے مل کر ان مزاروں کی تعمیر کی کوشش شروع کر دی، اس دوران زیارت پر حاضری کا سلسلہ بھی جاری رہا لیکن اس میں ایم ڈی اے (ملتان

www.khrooj.com

ڈیویلپ منٹ اتھارٹی)اور محکمہ اوقاف کے تساہل بے جواز نے بہت تاخیر کردی کیونکہ ایک طرف ہم لوگ ایم ڈی اے والوں کے پاس جاتے تو وہ کہتے کہ اس کے کاغذات محکمہ اوقاف کے پاس ہیں اور محکمہ اوقاف کہتا رہا کہ ایم ڈی اے کے پاس ہیں۔

آخر میں ایم ڈی اے کی طرف سے ہمیں یہ جواب دیا گیا کہ واقعی یہاں مزارات موجود ہیں اور ان مزارات کے ساتھ شہدائے ختم نبوت کے مزارات بھی موجود ہیں، مگر ہمارے پاس اس کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں ہے کہ واقعی یہاں اہلبیت کے مزارات موجود ہیں ورنہ ہم خصوصی کوشش کرکے ان کی حفاظت کرتے۔

سردست ہم اس مقام کے تحفظ کی کوشش کرتے ہیں پھر وہاں کی جمع بندی، قدیم کشتواری شجرہ خسرہ وغیرہ کا نقشہ تک حاصل کیا گیا تو پتہ چلا کہ اس جگہ کی نشاندہی محکمہ مال کے قدیم کاغذات اور ریکارڈ میں بھی موجود ہے کہ یہاں بعض مزارات ہیں مگر وہاں کسی کا نام موجود نہیں تھا ہاں ان کے جنوبی طرف متصل شہدائے ختم نبوت کی مزارات موجود ہیں۔

اس دور میں وزیر اوقاف اور محکمہ اوقاف کے صاحبان بست وکشاد سے تحریری سلسلہ چلتا رہا اور ہمارے ملک کے اہل کاروں کی روایتی سستی کی وجہ سے دوسال گزر گئے

ان ساری کاروائیوں کے پورے ڈاکومنٹس موجود ہیں جس میں سربراہ مملکت سے لے کر وزراء اور عدالتوں تک سے رابطہ کیا گیا تھا۔

سارے لوگ جوان مزارت کی تعمیر کیلئے کوشاں تھے یہ عقیدت کے پیش نظر سب کچھ کر رہے تھے کیونکہ ان کے پاس کوئی تاریخی ثبوت نہیں تھا اور نہ ہی ہمارے پاس تھا

اگر چہ میں تاریخ کا طالب علم ہوں اور ہمیشہ تاریخ کی سٹڈی کرتا رہا ہوں مگر میں بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس کے بارے میں کوئی تاریخی ثبوت بھی مل سکتے ہیں۔

ایک دن میں کہیں باہر سے گھر آیا تو وہاں سوگ کی فضا بنی ہوئی تھی، وجہ دریافت کی تو پتہ چلا کہ ان مقدس مزارات کو منہدم کر دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ ہی شہدائے ختم نبوت کی مزارات کو بھی منہدم کر دیا گیا ہے۔

اور مجھے قبلہ ام دام ظلہٗ نے گھر میں بیٹھنے نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ فوراً ملتان جاؤ اور ان مزارات کی بحالی کی بھرپور کوشش کرو...... میں جلدی جلدی اپنی لائبریری میں گیا اور ان مقدس شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن سے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ آپ کا ذکر کسی کتاب میں موجود بھی ہے یا نہیں بلکہ میں تو کلی طور پر جاہل ہوں، اب آپ ہی ہماری رہنمائی فرمائیں، اب میں آنکھیں بند کر کے کتابیں اٹھاؤں گا کیونکہ مجھے کسی کتاب سے کوئی امید نہیں ہے کہ جو مجھے آپ کے بارے

میں کوئی مواد فراہم کر سکے

میں نے جلدی جلدی دس بارہ کتابیں اٹھائیں اور گاڑی میں بیٹھ گیا کیونکہ رات ہورہی تھی اس لئے میں گاڑی کی اندر والی لائٹ آن کر کے کتابیں دیکھنے میں مصروف ہوگیا ابھی ہم نے 20 کلومیٹر طے نہیں کئے تھے کہ مجھے ایک چھوٹا سا ثبوت مل گیا وہ اگر چہ چھوٹا سا ثبوت تھا مگر وہ اس الجھی ہوئی رسی کا بنیادی سرا تھا ہم رات کو ملتان پہنچے، رات بھر میں کتابیں کھنگالتا چلا گیا اور ثبوت ملتے چلے گئے اگلے دن میں اپنے دوستوں کی ایک ٹیم کے ساتھ ملتان قلعہ کہنہ قاسم باغ سے متصل لائبریری میں جا گھسا وہاں تاریخ کے شعبے میں گھس گیا اور میں یہاں تک بدحواس تھا کہ میں لائبریرین سے اجازت لینا تک بھول گیا وہ شریف آدمی میرے پاس آیا، میری معذرت کے بعد اس نے بھرپور تعاون کیا، وہ ایک بھلا آدمی تھا اور اس نے وہ عربی کتابوں کا حصہ بھی میرے لئے کھول دیا جو ناٹ ٹو بی اشو کے دائرے میں آتا تھا

وہاں میری یہ صورت حال تھی کہ میں ایک کتاب کو اٹھاتا، اس میں سے اپنے مطلوبہ موضوع کا حوالہ دیکھتا، اور وہ کتاب میں ایک دوست کو دے دیتا کہ تم یہ حوالہ لکھو میں دوسری کتاب دیکھتا ہوں اب میں کتابوں سے مواد تلاش کر رہا تھا ور دوستوں کی پوری ٹیم لکھنے میں لگی ہوئی تھی شام تک ہمیں کافی مواد مل گیا۔

اس کے بعد میں واپس آیا تو رات کو اس سارے مواد کا خلاصہ لکھا جو آپ کے

سامنے ہے، اس میں سے چند ایک کتابیں تو میری ذاتی تھیں باقی کتابیں جن کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ملتان لائبریری کی ہیں۔

وجہءِ انہدامِ مزارات

اب یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ان مزارات کے انہدام کی وجہ کیا تھی؟

ملتان کی ایک معروف ومحترم شخصیت تھی جناب علامہ احمد سعید کاظمی صاحب میں جن کا بہت احترام کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں جس دور میں ہم لوگ ان مزارات کی تعمیر کیلئے کوشاں تھے اُنہی دنوں علامہ موصوف فوت ہو گئے، یعنی ہماری جدوجہد سے دو سال بعد ان کی وفات ہوئی اور پس ماندگان نے ان کے مقبرہ کیلئے عیدگاہ کا جنوبی حصہ منتخب کیا اور ان کی مزار وہاں بنا دی گئی۔

لیکن انہوں نے گردوپیش کے ایریا کو اپنے احاطے میں شامل کرنے کیلئے وہ پیلو کا درخت بھی کاٹ دیا اور وہاں موجود کچی مزاروں کو بھی منہدم کر کے ان پر ٹریکٹر چلوا دیا، اس میں یہ تمام مزاریں بھی منہدم ہو گئیں اور شہدائے ختم نبوت کی مزارات بھی منہدم ہو گئیں۔

اب ہم نے ان سے یہ گذارش کی کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ یہاں کچھ سیدزادیوں ؓ کی مقدس مزاریں بھی ہیں، مگر انہوں نے ہماری ایک بھی نہ مانی، ہمارے بعد شہر کی سینکڑوں کی تعداد میں عورتوں نے وہاں احتجاجی جلوس بھی نکالا، اخبارات میں بھی اس بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور ہم سے جو کچھ بھی

ممکن ہوا ہم نے اِس بات کو پایہ ءِ ثبوت تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی لیکن ہماری کوئی شنوائی نہ ہوئی

کیونکہ اس دور میں جناب مخدوم سجاد حسین قریشی صاحب گورنر تھے اور وہ علامہ مرحوم کے شاگرد تھے اس لئے وہاں کسی کی نہ چل سکی اس کے بعد ہم نے ایک کوشش کی کہ علامہ مرحوم کے ورثا سے بات کی جائے۔

جب اُن کے ساتھ رابطہ ہوا تو انہوں نے تاریخی ثبوت طلب کئے ہم نے یہ مقالہ ان کے سامنے رکھ دیا وہ اس کا کوئی معقول جواب تو نہ دے سکے ہاں اتنا کہا کہ شیعہ ہمارے ساتھ اپنا اڈا بنانا چاہتے ہیں۔ہم نے گذارش کی کہ آپ ہمیں اس پر کمرہ بنانے دیں وہ ہم آپ کی تحویل میں دے دیں گے یا آپ خود ہی بنالیں اور اپنی تحویل میں رکھ لیں ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے مگر ہماری کوئی بات نہ سنی گئی پھر ہم نے کورٹ کی طرف رجوع کیا وہ بھی بیکار ثابت ہوا اور آج اس مقدس مقام کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔

جہاں شہدائے ختم نبوت کی مزارات تھیں اس جگہ آج دو تین کچے کمرے ڈالے گئے ہیں اور جہاں اہل البیت رسالت صلواۃ اللہ علیھن کی مقدس مزاریں موجود تھیں وہاں ایک رہائشی کوٹھی بنا دی گئی ہے جو اصل مقام سے تھوڑی سی ہٹی ہوئی ہے۔

اگر آج وہاں اصل مقام پر مزارات کو تعمیر کر دیا جائے تو علامہ جناب احمد سعید

کاظمی صاحب کے احاطے کوکوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ عیدگاہ کے جنوبی طرف ہیں اور یہ مزارات کا ایریا مغربی طرف ایک تکون کی شکل میں ہے جواس وقت تقریباً شرقاً غرباً 30 فٹ ہوگا شمالاً جنوباً کچھ زیادہ ہے اور شمالی طرف صرف پانچ فٹ ہوگا۔

اگراس تکون کو جنوبی طرف سے دیوار دے کر علیحدہ کر دیا جائے اور شمالی طرف جو دروازہ ہے اسے کھول دیا جائے تو یہ ایک علیحدہ اور محفوظ جگہ بن سکتی ہے
ہم نے یہ مقالہ اس دور میں ملتان کے شیعوں میں تقسیم بھی کیا تھا مگر کسی نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا سو آج ہم اپنی یہ بات اس امید پر پوری قوم کے سامنے رکھ رہے ہیں کہ شاید کسی دینی حمیت کے حامل انسان تک یہ بات پہنچے اور جو کچھ ہم نہ کر سکے وہ اِس سلسلہ میں کوئی کام سرانجام دے سکے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

یاھوالوھاب الخبیر العلیم

یا مولا کریم عجل اللہ فرجك و صلوات اللہ علیك

القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی مطبوعات

تالیفات وتصنیفات

السیّد مخدوم محمدؐ جعفرؐ الزمان نقوی البخاری

(1) انتصارِ مظلوم [اردو مسدس نظمیں]

(2) عرفانِ حجتؐ

شہنشاہ معظم کے اسم حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی شرح پر چودہ خطبات

(3) کنٹھا المعروف قلندر نامہ [فقر کے موضوع پہ سرائیکی مسدس]

(4) عصمت السیدات

سیدزادی کا کسی غیر سید سے عقد ہرگز جائز نہیں ہے،

اس کے متعلق نا قابل تردید دلائل، ثبوت اور حقائق

(5) گستاخیاں [سادات عظام کے موضوع پہ اصلاحی نظمیں]

(6) طریق المنتظرین

حقوق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور فرائض مومنین پر ایک جامع کتاب

(7) دعائے تعجیل فرج

(8) امتیاز العالین عن انواع العالمین

(9) معدن العصمت فی سیرت ام القائمؑ الحجہ صلواۃ اللہ علیہا

(10) اسرار العبدیات یعنی عملی روحانیات

(11) افکار المنتظرین [غوامض الٰہیات پر خطبات]

(12) The Last Reformer of the World

دنیا کے تمام مذاہب میں آخری دور میں ایک آنے والی ذات کا تصور

(13) باادب بامراد

(14) عرفانیے [مدحیہ اردو نظموں قطعات و رباعیات کا مجموعہ]

(15) شرح دعائے عہد

(16) انصارِ ولایت عصر

کربلا نے ہمیں انصار سازی کا کیا درس دیا ہے؟

(17) مجالس المنتظرین فی مقتل المظلومین پانچ جلدیں، اُردو، سرائیکی

محققانہ مجالس، ایک تاریخ، ایک جغرافیہ، ایک روضہ نگاری

جو ہزاروں کتابوں سے بے نیاز کر دیں

(18) اسماء القائمؑ 4 جلدیں

امامؑ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے اسماء مبارکہ پر خطبات

(19) دین نصرت

(20) مصباحِ شیعت [شیعیت کے اصول و فروع پر جامع کتاب]

(21) وحدانیت مطلقہ

[امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے بارے میں مولا امیرؑ المومنین کے چالیس فرامین]

www.khrooj.com

(22) کرچیاں [اردو قطعات، رباعیات، سلام]

(23) کشکول

السید محمد باقر الزمان نقوی المعروف ببلہ سائیں کا سرائیکی مجموعہ کلام

(24) کاروانِ ادعیہ...... بارگاہِ امام عصرؑ میں استغاثے اور دعاؤں کا سرائیکی مجموعہ

(25) موعود الرسلؑ دنیا کے تمام مذاہب میں آخری دور میں ایک آنے والی ذات کا تصور

(26) محسنین اسلام عقد محسنہ اسلام صلوات اللہ علیہا کے موضوع پر جامع کتاب

(27) داغ ماتم فن نوحہ نگاری (4 جلدیں)

(28) عرفانِ امامت

(29) ہیلاں (سرائیکی مسدس)

(30) صحیفہ نصرت (اردو مسدس نظمیں)

(31) کنوزِ قصائد (قصائد پاک و عارفانہ کلام)

(32) زرپارے اقوال و آرٹیکل

(33) آہیں غزلیات

(34) دہکتے احساس (اردو نظمیں)

(35) گوہر روحانیات (روحانیت پہ مبنی لیکچرز)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٌ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٌ عَجلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

www.khrooj.com

مصنف ادیم نقوی

(31) محسن عالم

(32) اہل البیتؑ

(33) خونِ ناحق

(34) مشعلِ نور

(35) ہل من ناصر ینصرنا

(36) جاہلیت کی موت

(37) مدح اولیاء

(38) راہِ ارم

(39) مجالس الصادقین

(40) الحسینؑ والبکاء

مصنف ابوالفارق واسطی

(41) تعلیم الاسلام

(42) جامع الانوار

(43) انوارالایقان

مصنف ابومنصور

(44) القرآن .... مترجم

www.khrooj.com

(45) تعلیم بذریعہ ادعیاء معصومینؑ

(46) عرفان

(47) حقائق واسرار

(48) دعائے ابوحمزہ ثمالی

(49) امت منقاد

(50) جادہ منزل

(51) نشانِ منزل

(52) ''سرِخودی'' (علامہ اقبال کے اشعار کی تشریح)

مصنف شبیر بلگرامی

(53) سورۃ فجر اور کربلا

(54) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن حکیم کے متعلق غیر مسلم مشاہیر کی آراء

(55) غم حسینؑ اور تزکیہ نفس

(56) مکتوب غم

(57) Grief Purifies The Self

(58) Beacon Light

(ادیم نقوی کی الہامی نظم ''مشعل نور'' کا انگریزی ترجمہ)

www.khrooj.com

(59) Glories of Belief

(ادیم نقوی کی معرکتہ الآراء کتاب ''انوار ایقان'' کا انگریزی ترجمہ)

(60) The First Word of Islam

(ادیم نقوی کی کتاب ''اسلام کا پہلا کلمہ'')

مصنفہ عذرا مسعود

(61) رموز

مصنف حکیم سید محمود گیلانی

(62) ایلی علیہ السلام

مترجم لیفٹیننٹ کرنل (ر) مظفر علی ہمدانی

(63) ''پھر حضرت علی آئے'' یہ ترجمہ ہے ڈی۔ ایف۔ کراکا کی کتاب Then Hazrat Ali came کے دو ابواب 19، 21 کا ہے اور اسی مصنف کے ایک مضمون کا بھی جو بمبئی کے انگریزی جریدے ''کرنٹ'' 23 ستمبر 1976ء کی اشاعت میں ''علی عظیم کے روضہ نجف میں آج بھی معجزے ہوتے ہیں'' کی سرخی کے تحت شائع ہوا

......☆......

www.khrooj.com